تین عظیم ڈکٹیٹر

نپولین بونا پارٹ، ہر ایڈولف ہٹلر، بینٹو مسولینی

مرتب : اسلم کھوکھر

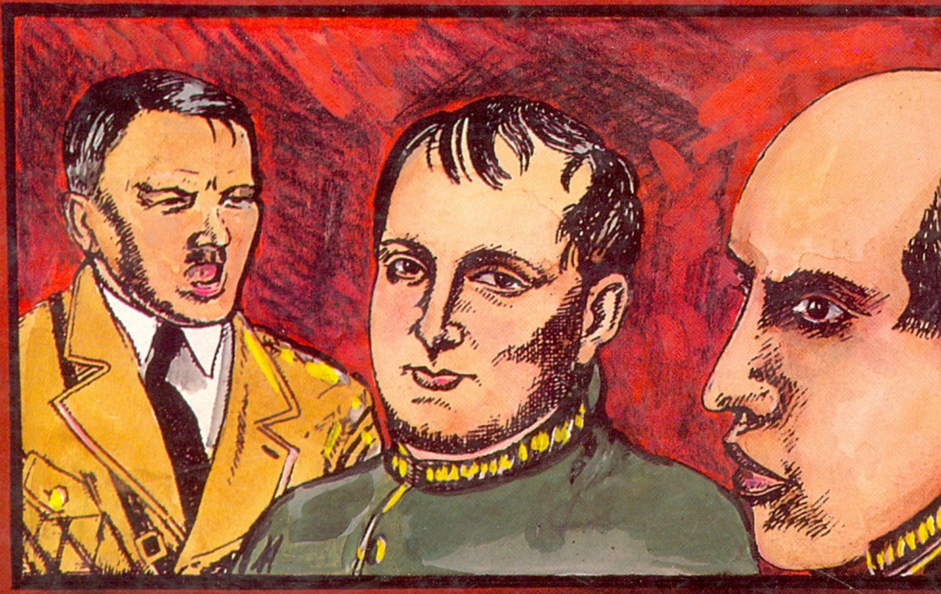

داستانِ مسولینی

آپ بیتی

بنیٹو مسولینی

فکشن ہاؤس
۱۸- مزنگ روڈ، لاہور

فہرست

تعارف (ڈاکٹر مبارک علی)	7
مسولینی کا پروگرام	11
جوانی	15
جنگ کا انسان پر اثر	37
راکھ اور انگارے	63
خستہ حال جمہوری حکومت کی جان کنی	87
فاشسٹ باغیچہ	111
حصول اقتدار	131
روما کی فتح	149
پانچ سال کی حکمرانی	169
نئے راستے	201
فاشسٹ حکومت اور اس کا مستقبل	223
سفر زندگی	249

تعارف

بیسویں صدی کے آتے آتے اکثر یورپی ممالک نے ایشیا' افریقہ اور لاطینی امریکہ میں اپنی نوآبادیات قائم کرلی تھیں جہاں سے وافر تعداد میں خام مالی ان کے کارخانوں میں جاتا اور وہاں سے پھر صنعتی عمل سے گذر کر انہیں ملکوں کی منڈیوں میں مہنگے داموں فروخت ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے یورپ میں خوش حالی اور فارغ البالی پیدا ہونا شروع ہوگئی تھی۔ اور اسی لئے اکثر مفکرین یہ دلیل دیتے تھے کہ دنیا بغیر کسی مسئلے کے ترقی کی جانب جارہی ہے۔ اور انسان اس دنیا میں ہی جنت کے آرام و آسائشوں کو حاصل کرلے گا۔ مگر جلد ہی یورپی اقوام کی باہمی رقابتوں نے یہ ثابت کردیا کہ ترقی اتنی آسان نہیں ہے۔ اور اس لئے جب نوآبادیات کے مسئلے' منڈیوں کے حصول' اور سیاسی غلبہ کا سوال آیا تو یہ ممالک اپنے اپنے مفادات کے تحت اتحاد کرکے جنگ میں کود پڑے۔ اور اس طرح پہلی جنگ عظیم نے جنت ارضی کے خواب کو پاش پاش کردیا۔

پہلی جنگ کے نتیجہ میں دو قومیں اس کے اثرات سے بہت زیادہ متاثر ہوئیں۔ یہ جرمنی اور اٹلی تھیں' روس میں بالشوک پارٹی نے اس جنگ سے فائدہ اٹھا کر وہاں زار کی حکومت کا تختہ الٹ دیا' اور جنگ ختم کرکے اپنی تمام توجہ ٹوٹے اور بکھرے ہوئے معاشرے کو منظم کرنے کی کوشش شروع کردی' اس لئے وہاں شکست کے نتائج ان شکلوں میں نہیں ابھرے جیسے کہ جرمنی اور اٹلی میں کہ جہاں معاشی بحران نے سیاسی و سماجی مسائل کو پیدا کردیا تھا۔ اگرچہ ان دونوں ملکوں میں کمیونسٹ اور سوشل

ڈیموکریٹکس کی مضبوط سیاسی جماعتیں موجود تھیں مگر اس صورت حال میں جرمنی میں ہٹلر، اور اٹلی میں مسولینی نے لوگوں کے جذبات کو بڑھا کر نازی ازم اور فاشسزم کے سحر میں گرفتار کرلیا۔

فاشسزم کو اٹلی میں عملی طور پر نافذ کرنے والا مسولینی تھا کہ جس نے ۱۹۲۲ء سے ۱۹۴۳ء تک اٹلی میں حکومت کی۔ اور بالاخر مزاحمتی تحریک کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ مسولینی چونکہ بحیثیت آمر کے حکومت کرنا چاہتا تھا اس لئے اسے ایک ایسے نظریہ کی ضرورت تھی کہ جو اس کے مطلق العنان احکامات اور اعمال کی حمایت کرے۔ اس لئے فاشسزم نے ایک ایسی ریاست کی تشکیل کی کہ جس میں ریاست انتہائی طاقتور تھی اور اس ریاست کے اعلیٰ مقاصد کی تکمیل ال ڈودچے یعنی مسولینی کی ذات کے اندر ہونی تھی۔ اس ریاست کا مقصد یہ تھا کہ معاشرے کی تمام اخلاقی اور قانونی اقدار کو اس کے ماتحت کردیا جائے۔ اور اسے اس طرح سے منظم کیا جائے کہ جس میں سماجی ہم آہنگی اور سیاسی تنظیم آپس میں مل جائیں۔

فاشسزم کا نظریہ بنیادی طور پر کیمونزم کے خلاف تھا اور اس میں طبقاتی جدوجہد کی زبردست مخالفت تھی، اس لئے اس تحریک کی اطالوی سرمایہ داروں نے حمایت کی تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ مزدوروں کو اپنے مفادات میں شامل کرکے ان کی جدوجہد کو ختم کردیں۔ مسولینی کے ہاں بھی کیمونسٹوں کے خلاف اسی قدر نفرت تھی جس قدر کہ ہٹلر کے ہاں تھی کیونکہ نازی ازم اور فاشسزم دونوں کو اسی نظریہ سے سب سے بڑا خطرہ تھا۔ اور اس لئے وہ اسے مکمل طور پر تباہ کرنا چاہتے تھے۔

فاشسزم کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ اس میں انفرادی لیڈر شپ پر بڑا انحصار تھا مسولینی نے خود کو اس عظیم لیڈر کی شکل میں پیش کیا کہ جو اٹلی کے تمام مسائل کو حل کرکے اسے ماضی کی شاندار روایات دوبارہ سے دے گا۔ اس لئے اس نے پر تشدد قوم پرستی کو اختیار کیا اور اٹلی کے مقبوضات اور نوآبادیات کے پھیلاؤ کے لئے جنگ کے راستہ کو اختیار کیا۔ وہ جنگ کا زبردست حامی تھا۔ اور اٹلی کی ترقی کے لئے اسے ناگزیر

سمجھتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اس نے شمالی افریقہ میں نو آبادیات کے حصول کے لئے خون ریز جنگیں لڑیں۔ اور ہٹلر کے ساتھ معاہدہ کیا تاکہ دونوں مل کر اپنے مقبوضات کو وسعت دیں۔

ان کے توسیع پسندی کے عزائم نے دونوں ملکوں کو تباہ و برباد کردیا۔ اٹلی اس مکمل تباہی سے اس لئے بچ گیا کہ اس نے مسولینی کے خلاف مزاحمتی تحریک شروع کردی۔ اور جنگ کے آخری سالوں میں وہ اتحادیوں سے مل گیا۔ مگر اس سے ثابت یہ ہوا کہ آمرانہ اور مطلق العنان حکومتیں جب بھی ریاستی اور اس کے اداروں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ تو وہ ملک اور معاشرے کے لئے تباہی کا باعث ہوتی ہیں۔ جنرل فرانکو نے فاشسزم کے سہارے اسپین پر ایک طویل عرصہ تک حکومت کی اور یہی وجہ ہے کہ اسپین دوسرے یورپی ملکوں کے مقابلے میں پس ماندہ رہ گیا اور اس کے مرنے کے بعد ہی وہ دوبارہ سے عملی دنیا میں واپس آیا۔

مسولینی نے فاشزم کا جو ورثہ چھوڑا ہے' اس کے مرنے کے بعد اس ورثہ کے دعویدار خصوصیت سے ایشیا و افریقہ کے ملکوں میں بہت سے سربراہ پیدا ہوئے' جنہوں نے تشدد' ظلم' مطلق العنانیت' اور استحصالی طریقوں سے اپنے عوام پر حکومت کی' لہٰذا آج فاشسزم ایک نظریہ کی صورت میں زندہ ہے کہ جس میں شخصی حکومت ہو' اظہار رائے کی پابندی ہو' رواداری کا فقدان ہو' مخالفت و مزاحمت کو ملک دشمنی قرار دیا جائے' سیاسی لیڈر شپ کی تنقید کو برداشت نہیں کیا جائے' مراعات ایک خاص طبقہ میں محدود ہوجائیں۔ ریاست سرمایہ داروں اور حکمرانوں کے مفادات کی حفاظت کرے۔ مزدوروں اور کسانوں سے ملک و قوم کے نام پر قربانی کی اپیلیں کی جائیں' مخالفوں کو تشدد اور اذیتوں کے ذریعہ خاموش کرادیا جائے۔ فوج' پولیس اور خفیہ ایجنسیاں لوگوں کو دہشت میں مبتلا رکھیں۔ اور سیاسی مخالفوں کے قتل' اغواء اور قید کو جائز سمجھیں۔

کیا فاشسزم کا یہ نظام معاشرے کو بہتر بنا سکتا ہے۔؟ تاریخ اس کا جواب نفی میں دیتی ہے' کیونکہ جب بھی قوت ایک فرد' طبقہ اور ایک گروہ میں جمع ہوجائے گی تو اس

کا استعمال ہمیشہ اجتماعی مفادات کے خلاف ہوگا۔ پاکستان کا معاشرہ اسی قسم کے فاشسزم سے گذر چکا ہے' اور آج بھی کہ جب جمہوری حکومت ہے' اس میں فاشسزم کے جراثیم موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے کی تمام تخلیقی صلاحیتیں دبی ہوئی اور گھٹی ہوئی ہیں بدقسمتی سے فاشسزم کے یہ جذبات' ریاست اور حکومت سے نکل کر مختلف سیاسی جماعتوں میں پیدا ہوگئے ہیں کہ جو تشدد اور طاقت کے ذریعہ اپنے خیالات و نظریات کا نفاذ چاہتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا معاشرہ ایک پرتشدد صورت حال سے دوچار ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فاشسزم کے یہ رجحانات کیسے ختم ہوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک ریاستی اداروں کو نہیں بدلا جائے گا اس وقت تک ملک کے معاشی' سیاسی اور سماجی حالات بھی نہیں بدلیں گے۔ اقتدار میں آنے اور اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے یہ سیاسی جماعتیں جمہوریت کے مقابلہ میں فاشسزم کو ترجیح دیتی رہیں گی۔ اور لوگوں میں جنگ کے جذبات کو بڑھکا کر اور پرتشدد قوم پرستی کا نعرہ لگا کر ان میں مقبولیت حاصل کرتی رہیں گی۔

ڈاکٹر مبارک علی
اپریل ۱۹۹۴ء

مسولینی کا پروگرام

انیسویں صدی کے آخیر اور بیسویں صدی کے آغاز میں لوگوں کا یہی خیال تھا کہ اب دنیا میں ہر طرف جمہوریت اور پنچائتی راج کا دور دورہ ہوگا۔ اور مطلق العنان حکمرانوں کا زمانہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائے گا۔ لیکن یورپ میں جنگ عظیم کے خاتمہ پر یعنی 19 - 1918ء کے بعد جو کچھ دنیا کو دیکھنا پڑا۔ اس کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہوسکتا تھا۔ 1919ء کے بعد آج تک کے بیس سال کے عرصہ کو ڈکٹیٹروں کا جگ کہا جاسکتا ہے۔ سوویٹ روس کی حکومت ایک ڈکٹیٹر کے ہاتھوں میں ہے۔ جرمنی کے سیاہ و سفید کے تمام اختیارات ایک فرد واحد کے زبردست ہاتھوں میں ہیں۔ اٹلی' پولینڈ' سپین' پرتگال وغیرہ وغیرہ کئی ممالک کے کروڑوں باشندوں کی قسمت کی باگ ڈور بھی ڈکٹیٹروں کے ہاتھ میں ہے۔

زمانہ قدیم میں جب کسی قوم یا ملک کو غیر معمولی حالات یعنی جنگ یا قحط سالی' خانہ جنگی وغیرہ کا سامنا کرنا پڑتا تھا تو ان ایام کے لئے حکومت کی معمولی مشینری کو عارضی طور پر معطل کرکے ملک کے تمام اختیارات ایک ہستی کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ جسے ڈکٹیٹر کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔ غیر معمولی حالات کے ختم ہوتے ہی حکومت کا انتظام پھر معمول کے ڈھنگ پر چلنے لگ پڑتا تھا۔ لیکن جنگ یورپ کے خاتمہ پر جس قسم کی ڈکٹیٹر شپ اکثر یورپین ممالک میں قائم ہوئی۔ وہ ایک نہایت مکروہ قابل اعتراض اور مستقل شکل اختیار کرچکی ہے۔ آج دنیا میں ڈکٹیٹروں کا ہی بول بالا ہے۔ سوویٹ روس کے ڈکٹیٹر سٹالن کا ذکر تو اخبارات اور پریس میں شاید کبھی کبھار آتا ہے۔

لیکن جرمنی کے نازی ڈکٹیٹر ہٹلر اور اٹلی کے تاناشاہ حضرت مسولینی کے ذکر خیر کے بغیر تو دنیا کے کسی بھی ملک کا کوئی اخبار خالی نہیں ہوتا۔ فقط یورپ ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے امن و جنگ کی چابی ہٹلر کے اور مسولینی کے ہاتھ میں آگئی ہے۔

جنگ یورپ سے پیشتر اور جنگ کے دوران میں بھی مسولینی پکا سوشلسٹ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دولت کے پیدا کرنے والے کسانوں اور مزدوروں کے ہاتھ میں ہی دنیا کے معاملات کی باگ ڈور ہونا چاہئے۔ لیکن چند ہی دنوں میں اس نے ایسا پینترا بدلا کہ دنیا حیران رہ گئی ہے۔ اس نے قدیم اطالیہ کی عظمت اور رومن فاتحوں کی شاندار روایات کو از سر نو زندہ کرنے کا فیصلہ کرلیا اور سیاہ پوش سپاہیوں کی زبردست جماعت بنا کر فسطائی (Fascist) پارٹی کی بنیاد رکھ دی۔ اور آہستہ آہستہ تمام ملک کا واحد اور مطلق العنان ڈکٹیٹر بن بیٹھا۔

جنگ یورپ کے خوفناک نتائج سے متاثر ہوکر تین نئی قسم کی آوازیں سیاسی دنیا میں سننے میں آنے لگیں۔ جمہوریت' امریکہ کے صدر مسٹر ولسن نے اپنے چودہ تاریخی نکات کے ذریعے بین الاقوامی دائمی امن کا نسخہ تجویز کرتے ہوئے لیگ اقوام کے قیام اور ہر ملک و ہر قوم کے لئے (Self Determination) آتم نرنے کے اصول پر زور دیا۔ دوسری طرف روس کے انقلاب پسندوں نے زار شاہی کا خاتمہ کرتے ہوئے اپنی طرز کی نرالی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔ اور اعلان کیا کہ دنیا کے کسی بھی شخص یا قوم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص یا قوم پر حکمرانی کرے۔ اور اس کے پسینے کی کمائی پر خود گلچھڑے اڑائے۔ تیسری طرف ہندوستان میں مہاتما گاندھی جیسی ہستی نے اہنسا اور عدم تشدد پر غیر معمولی زور دے کر بین الاقوامی تعلقات میں زبردست انقلاب لانے کی کوشش کی لیکن مسولینی اس مٹی کا بنا ہوا نہیں تھا۔ جس پر متذکرہ بالا اصولوں کا رتی بھر بھی اثر پڑتا اپنے جرمن ہم عصر ہٹلر کی طرح وہ بھی جرمن فلاسفر نٹیشے کی اس تعلیم کا معتقد بن گیا جو اعلانیہ طور پر رحم' انصاف' دیا' مساوات' اخوت' آزادی' انسانی حقوق وغیرہ صفات کو نوع انسان کی ترقی کے لئے زہر قاتل تصور

کرتی ہے۔ نٹیشے کی تعلیم کا نچوڑ یہی ہے۔ کہ عیسائیت جیسے مذاہب وجود انسانی ترقی کے حق میں ایک لعنت ہے۔ کیونکہ نٹیشے کا آدرش (Super - man) یعنی اعلیٰ ترین انسان پیدا کرنا ہے۔ اور اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ کمزور اور نکمے انسانی سٹاک کی زبردست کاٹ چھانٹ کی جائے۔ لیکن عیسائیت کے رحم اور اخوت وغیرہ کے پرچار کی وجہ سے کمزور اور نکمے عنصر کو بھی زندہ رہنے کا موقعہ مل جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ (Super - man) پیدا نہیں ہوسکتے۔ مسولینی اسی خیال کو لے کر اپنے ہم وطنوں یعنی اہالیان اٹلی کو دنیا کی اعلیٰ ترین اور برگزیدہ قوم (Super Nation) بنانے کا خواہشمند ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ جس طرح کسی زمانے میں تمام مہذب دنیا پر رومن جھنڈا لہراتا رہا ہے۔ ٹھیک اسی طرح ان قدیم رومن فاتحوں کی یادگار کو تازہ کرتے ہوئے اطالوی پرچم چار دانگ عالم میں لہرائے۔ مسولینی کی فلاسفی کے مطابق کسی بھی کمزور شخص یا کمزور قوم کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ اٹلی کی عورتوں اور ماتاؤں کو بھی بہادر اور جانباز سپاہیوں' جرنیلوں اور فاتحوں کی جنم داتا کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ نہ کہ دفتروں کے کلرک یا مردوں کی فرصت کے وقت آرائشی کھلونے کی صورت میں۔

مسولینی کے طریقہ کار سے کسی کو اتفاق ہو یا نہ ہو لیکن اس کی صاف بیانی اور رندانہ روش قابل تعریف ہے۔ انگلستان اور فرانس کے سیاستدان جو کچھ جمہوریت کی آڑ لے کر کرتے رہے ہیں (اور تہذیب جمہوریت اور ترقی کا نام لے کر نصف سے زیادہ دنیا کو بغیر ڈکار ہضم کر چکے ہیں) وہی کچھ مسولینی اپنی قوت بازو سے کر دکھانا چاہتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جرمنی' اٹلی اور جاپان نے جمہوریت کے دعویدار انگلستان اور فرانس کی فریب کار فرانکو کو طشت ازبام کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی منطق کے مطابق اگر انگلستان اور فرانس کی تمام طاقت دولت اور عظمت کا راز ان کے وسیع مقبوضات اور عظیم الشان سلطنتوں میں ہے۔ تو جرمنی' اٹلی اور جاپان کو بھلا مقبوضات کی کیوں ضرورت نہیں؟ ہندوستان' ، فلسطین' مصر' آسٹریلیا اور افریقہ کی آزادی کا

اعلان کرلینے اور اپنے ضمیر کو پاک کرلینے کے بعد انگلستان کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ مسولینی سے اس بات کی باز پرس کرے کہ اس نے ابی سینیا کے نہتے لوگوں پر بم برسا کر انکے پاؤں میں غلامی کی زنجیریں کیوں ڈالیں؟ اسی طرح مراکو' طرابلس' ٹڈ غاسکر وغیرہ پر سے قبضہ ہٹالینے کے بعد فرانس میں اٹلی یا جاپان سے ان کی فتوحات کے پروگرام کے متعلق کچھ کہنے سننے کی اخلاقی جرات ہوسکتی ہے۔ مسولینی کی تمام فلاسفی کا خلاصہ پنجابی شاعر کے الفاظ میں یہ ہے کہ ؎

اے دنیا مندی اے زوراں نوں لکھ لعنت ہے کمزوراں نوں

پہلا باب

جوانی

مجھے اس باب کو " زندگی کے پہلے قدم" کہنا چاہئے تھا۔ میرے متعلق جو کتابیں اب تک لکھی گئی ہیں وہ تقریبا باقاعدہ پہلے صفحہ پر میری پیدائش کے بارے میں ذکر اذکار کرتی ہیں۔ مگر وہ بیانات میری یادداشتوں سے لئے گئے ہیں۔ میں بھی ان بیانات کو دھراتا ہوں۔ میں 19 جولائی 1883ء کو درانوڈی کاسٹا میں پیدا ہوا۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اور ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ مکانات پتھر کے بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کی دیواروں پر کبھی دھوپ اور کبھی سایا عجب رنگ دکھاتا رہتا ہے۔ مجھے یہ نظارہ اچھی طرح یاد ہے۔ میرے گاؤں کی ہوا بڑی صاف اور شفاف اور اس کا منظر نہایت ہی پر لطف تھا۔ اور یہاں سے دودیا گاؤں اچھی طرح دکھائی پڑتا تھا۔ دودیا پریداپیو کے ضلع میں واقعہ ہے جو اٹلی کے شمال مشرق کی طرف ہے۔

میں اتوار کے دن بعد دوپہر دو بجے کے قریب اس دنیا میں آیا۔ اس دن اتفاق سے کیمینٹ کے پرانے کلیسا کے ایک سرپرست مہاتما کا دن منایا جارہا تھا اور بڑی رونق تھی۔ میرے گاؤں میں ایک پرانے مینار کے کھنڈرات بھی ہیں۔ جن پر چڑھ کر ایک وسیع میدان کا منظر دکھائی پڑتا ہے۔ ایپی نانتیز پہاڑ کی موسم سرما میں برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیوں سے لے کر روال ڈینوتک جہاں گرمیوں میں رات کو دھند چھا جاتی ہے۔ کوسوں تک ایک اونچا اور نیچا میدان ہی میدان نظر آتا ہے۔

مجھے پریداپیو کے علاقہ کے متعلق اپنی یاد کو تازہ کرلینے دیجئے۔ تیرھویں

تو یہ علاقہ بڑا ہی مشہور تھا۔ اور (Renaissance) کے وقت میں تو یہاں بڑے بڑے خاندان رہا کرتے تھے۔ اس سر زمین میں گندھک بہت ہوتی ہے۔ اسی لئے پکے انگوروں کی جو شراب بنتی ہے۔ وہ معطر ہوا کرتی ہے۔ یہاں کئی پانی کے چشمے بھی ہیں۔ جن میں آئیوڈین پائی جاتی ہے غرض وادی یا دامن کوہ میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پرانے قلعوں اور میناروں کے کھنڈرات ابھی تک کھڑے ہیں۔ ان کی پرانی دیواریں نیلگوں آسمان کے نیچے اپنی نمایاں رنگت کو لئے ہوئے صدیوں کی مضبوطی کی گواہی دے رہی ہیں۔ یہ خاک مجھے نہایت ہی پیاری ہے۔ کیونکہ آخر میرے ملک کی خاک ہے۔ نسل اور ملک کے اثرات تو آپ سب پر واضح ہی ہیں۔

میرے خاندان کے متعلق بہت لوگوں نے تحقیقاتیں کی ہیں۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میرا شجرہ نسب آسانی سے مل سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے گاؤں کے گرجے میں ایسے اندراجات موجود ہیں۔ جن سے سب کچھ پتا لگ سکتا ہے۔ میرے آباؤ اجداد نہایت ہی شریف تھے۔ اور کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ اور چونکہ زمین بہت زرخیز تھی - وہ کافی کمالیا کرتے تھے۔ اور نہایت ہی عیش اور آرام سے زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

مسولینی خاندان تیرھویں صدی میں شہر (Bologna) بولونا میں ایک بڑا مشہور خاندان تھا۔ 1270ء میں گاؤونی مسولینی (Giovauni Mussolini) اس جنگ جو اور سخت جان خاندان کے ایک بزرگوں میں سے تھے۔ اور ان کا تعلق (Predappio) پریداپیو کے ایک بڑے خاندان سے بھی تھا۔ اور یہ دونوں خاندان بولونا(Bologna) پر حکمران تھے۔ اس شہر میں فرقہ وارانہ دھڑے بندیوں کی وجہ سے ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ اور اکثر ردو بدل ہوتا رہتا تھا۔ ان دنوں مسولینی خاندان کو بھی وہاں سے نکل کر (Argelato) آرگی لیٹو میں جانا پڑا اور متفرق ہوکر آس پاس کے علاقوں میں بسنا پڑا۔ اس خاندان کو بہت سے مصائب سہنے پڑے۔ اور گردش زمانہ کی وجہ سے مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔

سترھویں صدی میں میرے بزرگوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اٹھارویں صدی میں

ایک شخص مسمی مسولینی لنڈن میں رہا کرتا تھا۔ میرے ملک کے لوگ ہیں تو بڑے دل چلے اور بہادر' وہ دور دراز ملکوں میں چلے جایا کرتے تھے۔ یہ شخص مسولینی جو لنڈن میں رہتا تھا۔ علم موسیقی کا بڑا استاد تھا۔ اور مجھے جو واؤلن (Violin) بجانے کا بڑا شوق ہے' معلوم ہوتا ہے میں نے اسی سے ورثہ میں پایا ہے۔ اور اب بھی کبھی کبھی دل بہلانے کے لئے واؤلن بجا لیتا ہوں۔ اور مجھے دن بھر کی فکروں سے رہائی مل جاتی ہے۔

انیسویں صدی میں تو ہمارے خاندان کا صاف پتہ چلتا ہے۔ میرے دادا فوج میں لیفٹیننٹ کے عہدے پر ممتاز تھے۔ میرے والد صاحب لوہار کا کام کرتے تھے۔اور بڑے تنو مند اور مضبوط تھے۔ اور ان کے ہاتھ بڑے بڑے اور خوب گٹھے ہوئے تھے۔ ہمارے پڑوسیوں نے ان کا نام السنڈرو رکھ دیا تھا۔ میرے والد کا دل و دماغ سوشلزم (Socialism) کے خیالوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور انہیں اس قسم کی تحریکوں اور خیالوں کے ساتھ پوری پوری ہمدردی تھی شام کو جب اپنے دوستوں میں بیٹھتے تو یہ ہی بات چیت ہوتی رہتی۔ اور میرے والد کی آنکھیں روشنی سے چمکنے لگتیں۔ بین الاقوامی تحریکیں بھی میرے والد کو بہت پسند تھیں۔ یہاں تک کہ بہت سے مجلسی تحریکوں کے چلانے والوں کے زمرہ میں میرے والد بھی تھے۔ اس قسم کے لوگ جن کا کام بھلائی کرنا ہے ۔ اکثر دنیا میں پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ وہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کے باہمی مشورے سے ساری دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اور ان کی مجوزہ تدبیریں عالم کو نجات دلا دیں گی اور جو وہ کہتے ہیں اس کے لئے دوام ہے۔

مسولینی خاندان نے اپنے متعلق کچھ یادگاریں بھی چھوڑی ہیں۔ مثلاً" شہر (Bologna) میں مسولینی نام کی ایک گلی ابھی تک موجود ہے اور اسی شہر میں ایک مینار اور ایک چوک بھی اسی نام کا ہے۔ پرانے کاغذات میں اس خاندان کے (Coat of Arms) کا بھی ذکر ہے۔ جو کہ نہایت ہی شاندار اور خوشنما بنا ہوا ہے اس (Coat of Arms) کی زمین میں زرد اور اس پر چھ سیاہ رنگ کے نقش و نگار ہیں۔

جو مسولینی خاندان کے بہادر اور شجاع ہونے کے نشانات ہیں۔

میرے بچپن کا زمانہ اب بہت دور رہ گیا ہے۔ پھر بھی کبھی اس وقت کی یاد میرے سامنے آجاتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اگرچہ بڑا ہوگیا ہوں اور بچہ نہیں ہوں مگر دوپہر کا وقت ہے اور میں کھیل رہا ہوں کبھی بادل گرجیں تو ویسا ہی سماں بندھ جاتا ہے۔ وہ یاد ایسی ہی ہے جس طرح موسم بہار میں بارش کے بعد جب زمین گیلی ہوتی ہے تو قسم قسم کی خوشگوار خوشبوئیں ہمارے دماغ کو معطر کرتی ہیں۔ یا کسی آنے والے کے پاؤں کی آہٹ دل کو فرحت بخشتی ہے۔

مجھے کوئی ایسی بات یاد نہیں پڑتی۔ جس سے معلوم ہو کہ میرے والدین میری ذہانت یا لیاقت پر بڑے نازاں تھے۔ میں کوئی اچھا لڑکا نہ تھا۔ نہ ہی میں اپنی جماعت میں اول نمبر پر رہتا تھا۔ کہ مجھ پر میرے والدین فخر کر سکیں۔ یا میرے ہم جماعتی مجھے حسد کی نگاہ سے دیکھیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ میری طبیعت میں بے چینی بہت تھی اور ابھی تک ہے۔ ان دنوں مجھے یہ سمجھ نہ آتی تھی۔ کہ اگر کوئی کام کرنا ہو تو اس میں دیر کیوں کی جائے۔ مجھے چین تب بھی نہ تھا اور نہ اب ہے۔

جوانی کے زمانے میں بھی جیسے کہ اب بھی میں ارادہ کرتے ہی کام کرنے لگ جاتا ہوں۔ جب میں اپنے بچپن کے زمانے پر نظر دوڑاتا ہوں تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچپن کوئی خاص اچھا یا غیر معمولی نہ تھا۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میرے والد کے سر کے بال بالکل سیاہ تھے - وہ مزاج کے اچھے اور ہنس مکھ تھے۔ اور خوش شکل تھے۔ اور آنکھوں سے متانت ٹپکتی تھی۔ اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ جس گھر میں پیدا ہوا تھا اس کی پتھر کی دیواروں میں سبز کاہی لگ رہی تھی۔ اور پاس ہی ایک نالہ سا بہتا تھا۔ اور تھوڑے فاصلے پر ایک دریا بھی تھا۔ ان دنوں میں پانی کچھ زیادہ نہ تھا۔ مگر موسم خزاں میں یا جن موسموں میں بارش زیادہ ہوتی تھی ان میں پانی زور سے بہنے لگتا تھا۔ اور تب میرا دل بہت خوش ہوتا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ مجھے ان میں کھیلنے کودنے کا موقع ملتا تھا۔ چنانچہ اپنے بھائی (Arnaldo) آرینلڈو کے ساتھ جو کہ آج کل ایک اخبار

(Popolod Atalia) کے مدیر ہیں۔ میں خوب بند بناتا۔ اور پانی کا رخ بدلتا رہتا تھا۔ اسی طرح جب پرندے اپنے گھونسلوں میں بچے دیتے تو میں ان کے انڈے اور بچے نکال لایا کرتا۔ مجھے ایسی باتوں میں قدرت کے کرشمے سمجھ میں آجاتے۔ اور ردو بدل کا قانون بھی سمجھ میں آجاتا۔ مجھے جانوروں کے بچے بڑے پیارے لگتے تھے۔ اور میں ان کی بچپن میں ایسی حفاظت کرتا تھا جیسے کہ اب کرتا ہوں۔

اس زمانے میں میں اپنی والدہ سے بڑا پیار کرتا تھا۔ وہ اکثر خاموش رہتیں' اور نہایت ہی نرم دل' مگر سخت بھی تھیں۔ میری والدہ کا نام (Rosa) روزا تھا۔ انہوں نے نہ صرف ہم کو ہی پالا' بلکہ پرائمری سکول میں پڑھانے بھی جایا کرتی تھیں۔ اگرچہ اس وقت مجھے کچھ زیادہ سمجھ نہ تھی' پھر بھی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میری والدہ نہایت باوفا اور صابر تھیں۔ میں ان کو ناراض کرنے سے بہت ڈرتا تھا۔ جب کبھی کوئی شرارت کرتا یا مجھے کوئی شیطانی سوجھتی تو میں اپنی دادی یا ہمسایوں کو خبر ہونے دیتا مگر اپنی والدہ کو کبھی پتہ نہ لگنے دیتا تھا۔

سب سے پہلے میں نے الف' ب سیکھی' اور مجھے پڑھنے کا بہت شوق تھا' پھر مجھے مدرسے جانے کا خیال ہوا۔ مدرسہ میرے گھر سے دو میل کے فاصلہ پر تھا' اور (Predappio) پریداپیو کے مقام پر تھا۔ اور میرے والد کے ایک دوست جن کا نام (Marani) مارانی تھا۔ ہمارے استاد تھے۔

مدرسے میں میں ادھر ادھر پھرتا رہتا۔ اور مجھے اس بات کا بالکل خیال نہ تھا' کہ مدرسے کے طالب علم دوسرے گاؤں کے طالب علم کو پسند نہیں کرتے' لڑکے مجھ پر پتھر برساتے اور میں بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتا۔ میں اکیلا ہوتا اور وہ بہت سے' مگر پھر بھی بڑا مزہ آتا۔ سب دنیا میں بچوں کا یہی حال ہے آپس میں خواب لڑتے بھڑتے ہیں۔ اور پھر دوست بن جاتے ہیں۔ میں لڑتا تو سہی' مگر مجھے چوٹیں بہت آتیں۔ اور میں ان چوٹوں کو اپنی والدہ سے چھپاتا پھرتا تاکہ اس کو یہ معلوم نہ ہوجائے کہ میں مدرسے میں دوسرے بچوں کے ساتھ لڑتا ہوں۔ اسے ان باتوں کو علم نہ تھا۔ شام کو جب کھانا

کھانے بیٹھتے تو میں اپنا ہاتھ روٹی لینے کے لئے نہیں بڑھاتا تھا کیونکہ ہاتھ پر چوٹ لگی ہوتی تھی۔ اور والدہ ضرور دیکھ لیتی۔

تھوڑے دنوں بعد یہ لڑائی جھگڑا ختم ہوگیا۔ کیونکہ آخر کھیل تو تھا ہی کوئی دشمنی تو نہ تھی۔ میرے ہم عمر طالب علم میرے دوست بن گئے۔ بچپن کے زمانہ کی دوستیوں کی بنیاد بڑی مضبوط ہوتی ہے - کچھ سال گزرے (Predappio) پریداپیو میں ایک برفانی طوفان آیا۔ اور وہاں کے باشندوں کی جانیں خطرے میں پڑگئیں۔ میں نے ایک نیا گاؤں آباد کرنے کا حکم دے دیا۔ جس کا نام (Predappio Nuovo) یعنی نیا پریداپیو رکھا گیا۔ مجھے اپنے بچپن کے گھر کا خیال آگیا۔ اور مجھے اچھی طرح سے یاد تھا کہ بچپن کے زمانے میں میں اپنے گاؤں سے اس وسیع میدان کو دیکھا کرتا تھا۔ جہاں اب (Mendola) مندولا کی پرانی سڑک دریائے رابی (Rabbi) کے اوپر سے گزرتی ہے۔ اور وہ گاؤں اسی جگہ آباد تھا۔ آج میرا بسایا ہوا نیا پریداپیو خوب ترقی کر رہا ہے۔ اور اس کے پکے دروازے پر (Fascism) کا نشان موجود ہے۔ اور وہ الفاظ میری قوت ارادہ کا مظاہرہ ہیں۔

اس مدرسے کی سب سے اوپر کی جماعت پاس کرنے کے بعد مجھے والدین نے بورڈنگ سکول (Boarding School) میں بھیج دیا۔ یہ مدرسہ ایک شہر (Faenza) فائنزہ میں واقعہ تھا۔ اور پندرھویں صدی سے چینی کے برتن بنانے میں مشہور تھا۔ ہمارا مدرسہ سلیسانی (Salesiani) پادریوں نے قائم کیا ہوا تھا۔ یہاں سب کام وقت اور باقاعدہ کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ صبح سویرے ہی اٹھنا پڑتا تھا۔ اور دن بھر مطالعہ کرنا پڑتا تھا اور رات ہوتے ہی سوجانا پڑتا تھا۔ گویا اب میں گھر سے باہر نکل پڑا تھا۔ اور سفر کرنے لگ گیا تھا۔ اور یہ سلسلہ اپنے گاؤں اور گھر سے دوری کا بڑھتا ہی گیا۔

مجھے شہر (Forly) فورلی دیکھنے کا بھی موقع ملا۔ شہر تو بہت بڑا تھا۔ مگر مجھے کچھ اچھا نہ لگا۔ پھر میں (Revenna) ریوینا گیا۔ یہاں میری والدہ کے رشتہ دار رہا کرتے تھے۔ اور موسم گرما کی تعطیلوں میں ہم سب ان سے ملنے کو بھی جایا کرتے۔ یہ شہر کچھ

بہت دور نہ تھا۔ مگر بچپن کے زمانہ میں بڑا دور لگا کرتا تھا۔ اس وقت تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم پہاڑوں اور وادیوں کو طے کرکے سمندر کے کنارے جا رہے ہیں۔ جس طرح کسی زمانے میں (Marco Polo) مارکو پولو گیا ہوگا۔ میں اپنی والدہ کے ساتھ (Revenna) ریونیا گیا ہوں۔ اور میں نے اس شہر کے ہر ایک حصے کو دیکھا ہے۔ اور اس میں بہت سے آثار قدیمہ بھی ہیں۔ اور نہایت ہی خوشنما عمارتیں اور صنعت و حرفت جو نہایت ہی عجیب و غریب ہوتی تھی۔ اس بات کی شاہد تھی کہ یہ ایک تواریخی مقام ہے۔ ابھی تک اس شہر کی خوبصورتی کا اثر میرے دل پر باقی ہے۔ میرے خیالوں کو بڑی وسعت ہوئی۔ اور میں اس شہر کی تہذیب و تمدن سے بہت متاثر ہوا۔

(Dante) ڈانتے کے مزار اور گرجوں اور نہروں کو جن میں کشتیاں چل رہی تھیں اور دلکش (Adriatic Sea) ایڈریاٹک سمندر کو دیکھ کر میرے دل پر بڑا ہی اثر ہوا۔ یہ سب میرے لئے نیا اور عجیب تجربہ تھا۔ میرا دل اور دماغ گویا کہ بالکل کشادہ ہوگیا۔ اور ان میں نئے خیالات سما گئے۔ میری والدہ کے رشتہ داروں نے چلتے وقت مجھے ایک جنگلی بطخ دے دی۔ جو لڑا بھی کرتی تھی۔ میں اور میرا بھائی (Arnaldo) آرنالڈو اس بطخ کو اپنے گاؤں کے نزدیک والے دریا میں لے جایا کرتے اور سدھایا کرتے۔

میرے والد میری تربیت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ وہ ضرورت سے زیادہ توجہ مجھے دیتے۔ اور اس طرح ہم دونوں میں بڑی دوستی ہوگئی۔ اور یہ تعلق جوں جوں میں بڑا ہوتا گیا مضبوط ہوتا گیا۔ اول ہی اول تو مجھے بھاپ کے انجن سے چلنے والی مشینیں جو ہمارے اپنے کھیتوں میں کام کرتی تھیں۔ بڑی اچھی لگنے لگیں۔ یہ ابھی جاری ہی ہوئیں تھیں میں اپنے والد کے ساتھ ان مشینوں کو کام کرتے ہوئے دیکھنے کے لئے کھیتوں میں چلا جاتا۔ اور میرا یہ ہی دل چاہتا کہ میں بھی ان کی طرح کچھ کرکے دکھلاؤں۔ مشین یا کل بھی ایک عجیب چیز ہے۔ اور یہ ہی وجہ ہے کہ انجنیئر جو انجنوں کو چلاتے ہیں یا جہازوں کے اندر جو لوگ انجنوں کو تیل وغیرہ دیتے ہیں۔ وہ ان

انجنوں کو ایک زندہ چیز سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اور ان سے ویسا ہی سلوک کرنے لگ جاتے ہیں۔ جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ یعنی کبھی غصہ ہونے لگتے ہیں۔ اور کبھی پیار کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور بڑی فیاضی اور فراخ دلی اور متانت سے پیش آتے ہیں۔

میں اپنے والد کے ساتھ دکان میں لوہار کا کام بھی کرتا تھا۔ میں ان کے ساتھ صرف ہاتھ کے کام میں ہی شرکت نہ کرتا تھا۔ بلکہ جب میرے والد اپنے ہمسایوں کے ساتھ سیاسی اور مجلسی مسائل پر بات چیت کرتے تو پہلے تو مجھے ایسا معلوم ہوتا کہ یہ صرف لفظی بحث مباحثہ ہی ہے۔ مگر میں ان باتوں کو سمجھنا ضرور چاہتا تھا۔ بچہ ہونے کی وجہ سے ان کی طول طویل دلائل میری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اور نہ مجھے یہ سمجھ آتی تھی کہ پولیس کیوں ان کے پیچھے لگی رہتی ہے۔ اور ان کی باز پرس ہوتی رہتی ہے۔ مگر اب مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بڑے زبردست تھے اور اپنے خیالات کا اثر دوسرے پر ڈالتے تھے۔ میرے دل اور دماغ پر بھی آہستہ آہستہ ان کے سیاسی خیالات کا اثر پڑتا جاتا تھا۔ اور وہ دن بھی دور نہ تھا۔ جب ان خیالات کا سٹہ نکلنے والا تھا۔

میں بچپن سے ہی اس بات کا احساس کررہا تھا کہ ہماری چھوٹی سی دنیا غربت اور مفلسی کا شکار ہورہی ہے۔ اور تکلیف میں ہے۔ عوام کے دلوں میں ایک گہرا اور پوشیدہ کینہ گھر بن رہا تھا۔ بڑے بڑے زمیندار جو نہ تو اپنی دولت سے اور نہ ہی اپنی علمیت سے عوام کو فائدہ پہنچاتے تھے۔ وہ غریبوں کے گلے میں پتھر ہوکر لٹک رہے تھے۔ اور بچارے غریب بوجھ تلے دبے جارہے تھے۔ یہ صرف اس علاقے کا ہی حال نہ تھا۔ جس میں میں رہتا تھا۔ بلکہ تمام اٹلی کی یہ ہی حالت تھی جو لوگ میرے والد سے ملنے آتے اور اس حالت زار کے متعلق غصہ میں آکر بات چیت کرتے۔ وہ مجھے ابھی تک یاد پڑتا ہے۔ ان میں بہت سے تو امرواقعہ کو بیان کرتے۔ اور کچھ صلاحیت کا راستہ بھی بتاتے۔ جس سے امید کا دروازہ کھل سکے۔ اسی زمانے میں جبکہ ابھی میں کم سن ہی تھا۔

اور میرے والدین نے وقت کو غنیمت جانا۔ اور آپس میں صلاح مشورہ کرکے مجھے ایک نئے راستہ پر ڈالا۔ یہ ان کا ایسا خیال تھا کہ دستکاری وغیرہ میری قابلیت سے کہیں نیچے ہے۔ اور میرے لئے وہ کچھ اور ہی تجویز کرنا چاہتے تھے۔ جس میں میری لیاقت بھی ظہور پذیر ہو۔ میرے والدہ تو اکثر کہا کرتیں اور مجھے خوب یاد ہے کہ یہ لڑکا تو بڑا ہی ہونہار معلوم ہوتا ہے۔

اس وقت تو میں نے والدہ کے ایسے نتیجے پر پہنچنے کی بہت پرواہ نہ کی کیونکہ مجھے پڑھ لکھ کر ایک عالم بننے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ اگر میں نارمل سکول میں بھی نہ پڑھ سکا۔ اور معلم نہ بھی بنا تو مجھے خسارہ نہ رہے گا مگر میرے گھر والے ٹھیک کہتے تھے مجھے علم حاصل کرنے کا بہت شوق ہوگیا۔ اور میں اپنی لیاقت کو بڑھاتا رہا۔

میں آخر نارمل سکول چلا ہی گیا۔ یہ سکول (Forlimpopli) فارلم پوپلی کے شہر میں ہے۔ جب میں اس چھوٹے سے شہر میں پہونچا۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ یہاں کے لوگ بڑے خوش مزاج اور محنتی تھے۔ تجارت اور دوکانداری ان کا کام تھا۔ سکول کے سربراہ اس وقت (Valfredo Carducci) ولفریڈ کارڈوچی تھے جو کہ اس وقت کے ایک مشہور شاعر (Giosue Carducci) گیا سوکارڈوچی کے بھائی تھے۔ اس شاعر نے اٹلی کے قدیمی شعراء سے بہت کچھ سیکھا تھا۔

معلم یا استاد بننے کے لئے مجھے بہت مطالعہ کرنا پڑا۔ اس وقت معلم کا سرٹیفکیٹ لینے میں چھ سال لگا کرتے تھے۔ اور لکھنے پڑھنے کا کام بہت کرنا پڑتا تھا۔ مجھے زیادہ محنت کرنے کی عادت نہ تھی۔ جب میں امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ تو مجھے اس وقت کے مروجہ طریقہ تعلیم میں اصلاح کا شوق ہوگیا۔ بلکہ اسی دن سے مجھے یہ بھی معلوم کرنے کا شوق ہوگیا کہ ایک مجمع یا گروہ جب اس کے احساسات کو ابھارا جاتا ہے تو کس طرح وہ مجمع یا گروہ عملی مظاہرہ کرتا ہے۔ اور وہ شوق میرا ابھی تک جاری ہے۔

میں اس زمانے میں کچھ زیادہ پابندی میں نہیں رہتا تھا۔ اور بعض دفعہ خراب کام

بھی کر بیٹھتا تھا۔ جوانی میں انسان بے بس ہو کر کئی بیوقوفانہ حرکتیں بھی کرلیتا ہے۔ مجھے آخر معافی مل جایا کرتی۔ میرے استاد میری طبیعت جان گئے تھے۔ اور اکثر فیاضی سے کام لیا کرتے تھے۔ مگر مجھے اس بات کا ابھی تک پتہ نہیں چلا کہ ان کے ایسے رویہ میں کہاں تک میری شخصیت کا اثر ہے اور کس حد تک میرے والد کے اخلاق اور ان کی سیاسی ذکاوت کا اثر شامل ہے۔

بہرحال آخر مجھے معلّمی کا سرٹیفکیٹ مل ہی گیا۔ بہت لوگ جو پہلے معلم ہوتے تھے۔ آخر سیاسیات میں جا پہنچتے۔ مگر مجھے تو اس وقت اپنے لئے نوکری تلاش کرنے کی فکر پڑی۔ سفارشی خطوط اور بڑے بڑے آدمیوں کی سفارشیں ڈھونڈنے کے درپے ہوا۔ (Reggio Emilia) ریگوامیلیا کے صوبہ میں ایک جگہ Gualturi گال تری ہے۔ وہاں ایک معلم کی جگہ خالی تھی۔ مقابلہ زبردست تھا۔ مگر میں کامیاب ہوگیا۔ ایک سال تک معلّمی کرتا رہا۔ سال کے آخر میں جب سکول بند ہونے والا تھا۔ تو میں نے ایک جواب مضمون لکھوایا۔ جس کا عنوان یہ تھا "ہمت کے آگے فتح ہے" میرے استادوں نے مجھے بہت تحسین دی۔ سکول بند ہوگیا۔ میں اپنے گھر واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔ آخر (Predappio) پریداپیو ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ میں جاکر کرتا بھی کیا۔ ہاں والدین کا پیار ضرور ملتا۔ مگر دل اور دماغ کے پاؤں کہاں پر پھیلاتا۔ اس گاؤں کی دنیا میرے لئے بہت تنگ تھی۔ میں اب ہوشیار ہوگیا تھا۔ اور مجھے اپنے مستقبل کا احساس ہوتا جاتا تھا۔ آخر مجھے بھاگ نکلنے کی سوجھی۔ میرے پاس روپیہ تو بہت ہی تھوڑا تھا۔ مگر حوصلہ ڈھیروں تھا۔ گھومنے کا خبط سر پر سوار ہوا۔ سرحد سے پار ہوکر سوئٹزر لینڈ (Switzerland) جا پہنچا۔

مسافرت میں جو مشکلات اور مصائب پیش آتے ہیں وہ ظاہر ہی ہیں۔ انہوں نے میری زندگی کو بنا دیا۔ جوں جوں سفر کرتا۔ دن بدن مضبوط ہوتا جاتا۔ میں اس نئے راستہ پر ایک انسان اور سیاست دان ہونے کی حیثیت سے چلتا تھا۔ میرے اندر کا استقلال مجھے سہارا دیتا تھا۔ میں کوئی بڑا لیڈر تو بننا نہیں چاہتا تھا۔ مگر انکساری کے عالم

میں بھی مجھے اندر کا غرور چلائے جاتا تھا۔ اور مجھے اپنی اصلی لیاقت پر بڑا ہی بھروسہ تھا۔ میں گویا اپنے آپ کو اندر سے دیکھ رہا تھا۔

میں ان مشکلات کا جو مجھے پیش آئیں۔ نہایت ہی مشکور ہوں بہت سے دل خوش کن واقعات بھی نصیب ہوئے۔ مگر ان سے کیا حاصل مشکلات نے میری قوت ارادی کو مضبوط کردیا۔ اور مجھے زندگی گذارنے کا ڈھنگ آگیا۔ میرے لئے تو باقاعدہ امیروں کی ملازمت اگرچہ آرام دہ ثابت ہوتی۔ مگر میرا انجام نہایت ہی خوفناک اور پر از ہلاکت ہوتا۔ جب عالم میں سب طرف بڑے ہی دلچسپ واقعات ظہور میں آتے رہتے ہوں میں تو کس طرح ایک دقیانوسی زندگی گذارتا رہتا۔ ملازمت کی زندگی ایک بے لذت سی زندگی ہے۔ سالوں ترقی کا انتظار کرو۔ کب بوڑھے ہو تو پنشن ملے۔ بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہوئی۔ میرا تو تب تک سب کچھ ختم ہولیا ہوتا۔ یہ زور اور طاقت جو اب مجھ میں ہے۔ مشکلات اور ناکامیابیوں کی وجہ سے تو ہے۔ جدوجہد کا یہ ہی تو پھل ہے۔ مسافرت کے خوش کن منظر کہاں یہ زور اور طاقت دے سکتے تھے۔

سوئٹزر لینڈ میں رہ کر میں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں اور ان کی مدت تو زیادہ نہ تھی۔ مگر تھیں نہایت ہی شدید پہلے تو میں مزدوری کرتا رہا۔ اور معماروں کا کام کرتا رہا۔ اور عمارت سازی جیسے سخت کام میں ہی خوش تھا۔ پھر میں نے اطالیہ زبان سے فرانسیسی اور فرانسیسی سے اطالیہ میں ترجمہ کرنا شروع کردیا۔ اور جو کام ہاتھ میں آگیا وہی کرنے لگا۔ میں اپنے دوستوں سے مل کر خوش ہولیتا تھا۔ پھر میں ان لوگوں میں جو ملک سے باہر جاتے یا اندر آتے یا کسی تکلیف میں مبتلا ہوتے دلچسپی لینے لگ جاتا۔ ایسے معاملوں میں دخل دینے سے مجھے کوئی روپیہ پیسہ نہیں ملتا تھا۔ بلکہ جو لوگ ایسے طریقوں سے روپیہ کماتے تھے ان سے مجھے سخت نفرت تھی۔ ایسی امیری مجھے بالکل ناپسند تھی۔ ان دنوں میں اکثر بھوکا رہتا۔ مگر میں کبھی کسی سے روپیہ قرض نہ لیتا تھا۔ بلکہ یہاں تک کہ میں یہ بھی گوارہ نہ کرتا تھا کہ لوگ مجھ پر ترس کھا کر مجھے کچھ دیں۔ اور نہ ہی میں اپنے سیاسی دوستوں سے کچھ لیتا تھا۔ میں نے اپنی ضروریات کو بالکل کم

کر رکھا تھا۔ اور ان کے پورا کرنے کے لئے مجھے روپیہ گھر سے آجاتا تھا۔

وہ علوم جو ہماری مجلسی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں خوب شوق سے مطالعہ کرتا تھا۔ لاسان (Laussane) کے شہر میں (Preto) پریٹو صاحب علم اقتصادیات پر کچھ لیکچر دے رہے تھے۔ میں وہ لیکچر سنا کرتا۔ دن بھر جب ہاتھوں سے کام کرتے کرتے تھک جاتا تو لیکچر سننے سے دماغی تفریح ہوجاتی۔ نئی نئی باتیں سیکھنے سے طبیعت خوش ہوجاتی تھیں۔ اور (Preto) پریٹو صاحب آنے والے اقتصادی نظام کے بنیادی اصول نہایت خوبی سے بیان کیا کرتے تھے۔ جس دن لیکچر نہ ہوتے میں سیاسی سوسائیٹیوں میں چلا جاتا تھا۔ اور وہاں تقریریں کرنے لگ جاتا تھا۔ بعض دفعہ میری تقریریں سخت ہوا کرتیں۔ اس لئے حکومت نے مجھے دو ضلعوں سے یعنی جینوا (Geneva) اور لاسان (Laussane) سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ اتفاق سے (Preto) پریٹو صاحب کے لیکچر جو یونیورسٹی میں ہورہے تھے۔ ختم ہوگئے۔ میں پھر دوسری جگہ چلا گیا۔ 1922ء میں جب میں اٹلی میں وزیراعظم تھا۔ تو مجھے پھر لاسان جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر ایک کانفرنس تھی۔ جس میں میں بھی شریک تھا۔ اس وقت میں دوبارہ وہ مقامات دیکھنے گیا۔ جہاں میں اکثر پہلے جایا کرتا تھا۔ اور میں نے اپنی پرانی یاد کو تازہ کیا۔

اب سوئٹزر لینڈ میں میرا رہنا مشکل ہوگیا۔ پھر حب الوطنی نے جوش مارا تو میں نے واپس اٹلی جانا چاہا۔ علاوہ بریں مجھے جبری طور پر فوج میں بھرتی ہونا تھا۔ اور کام سیکھنا تھا۔ اس واسطے میں اٹلی چلا آیا۔ سب سے ملنے کے بعد اور سفر کے متعلق سوال و جواب ہونے کے بعد میں اپنی رجمنٹ میں داخل ہوگیا۔ یہ رجمنٹ تواریخی مشہور شہر (Verona) ورونا میں مقیم تھی۔ اور رجمنٹ کا نام (Bersaglere) برساگ لیری تھا۔ اور سپاہیوں کی ٹوپیوں میں سبز رنگ کے مرغ کے پر لگے رہتے تھے۔ اور وہ اپنی تیز چال کے لئے بڑے مشہور تھے۔ اور نہایت ہی جوشیلے مگر قاعدوں کے بڑے پابند تھے۔ مجھے سپاہیانہ زندگی بڑی پسند تھی۔ اپنی مرضی سے دوسروں کا حکم ماننا۔ میری طبیعت کے مطابق تھا۔ لوگ مجھے انتہا پسند دل چلا اور باغیانہ قماش کا انسان سمجھے تھے۔

مگر کپتان میجر اور کرنل صاحبان جو میرے افسر تھے۔ میری ہمیشہ بڑی تعریف کیا کرتے۔ مجھے ان کے سامنے اپنی متانت اور چال چلن کی مضبوطی دکھلانے کا اچھا موقعہ ملا۔

ورونا (Verona) کا شہر جہاں میری رجمنٹ ٹھہری ہوئی تھی۔ ایک نہایت ہی خوبصورت اور پرانا شہر تھا۔ مجھے بڑا اچھا لگتا تھا۔ اور مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔ عین میری طبیعت کے مطابق تھا۔ میں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے شہر کے نظارے دیکھ کر بڑا خوش ہوتا۔ اور ایک فوجی سپاہی ہونے کی وجہ سے قواعد اور ورزش وغیرہ میں سرگرمی سے حصہ لیتا۔ مجھے اپنی فوج کی نقلی لڑائی یعنی کبھی دشمن پر حملہ کرنا اور پھر بچاؤ کی کوشش کرنا۔ بہت ہی پسند آتی اسی واسطے مجھے بڑے بڑے گروہوں سے جو افراد سے بنتے ہیں بڑا ہی پیار ہے۔

تھا تو میں سادہ سپاہی مگر مجھے اپنے افسروں کی شخصیت، لیاقت اور چال چلن کا اندازہ لگانے کا بڑا شوق تھا۔ اٹلی میں سب سپاہی ایسا ہی کرتے ہیں۔ تب ہی تو مجھے یہ خیال ہوگیا کہ فوجی افسروں کے لئے یہ بات بڑی لازمی ہے کہ ایک تو وہ جنگی علوم میں خوب ماہر ہوں۔ دوسرے اپنے ماتحت سپاہیوں کے احساسات کو خوب سمجھیں۔ اور یہ بھی خوب جانیں کہ ہمارے ملک کے عوام میں قاعدوں کی پابندی کی عادت بڑی اچھی ہے۔ اور انہیں اس عادت کی قدر دانی کرنی چاہئے۔

اپنے متعلق تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ایک نہایت ہی اچھا سپاہی تھا۔ میں شاید بغیر کمیشن والے فوجی افسروں کا امتحان بھی پاس کرلیتا۔ مگر قسمت جس نے مجھے اپنے والد کی لوہار کی دوکان سے نکال کر مدرسے کا استاد بنا دیا۔ اور جس نے مجھ کو سوئٹزر لینڈ کی سیر کرائی اور پھر اٹلی میں سپاہی بنا کر آ پھینکا اسے منظور نہ تھا کہ میں فوج میں رہوں مجھے رخصت لینی پڑی۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے سر پر ایک ناقابل برداشت صدمہ آن پڑا۔ میری والدہ کا انتقال ہوگیا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کپتان صاحب نے مجھے علیحدہ بلوایا میں سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوگی۔ انہوں نے بڑے ملائم لہجے میں مجھ سے کہا کہ یہ تار

پڑھو۔ یہ تار میرے والد کا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ تمہاری والدہ بستر مرگ پر ہے۔فوراً" چلے آؤ۔ میں فوراً" ہی پہلی گاڑی پکڑنے گیا۔ مگر وہ چل دی تھی۔ میں ذرا دیر میں گھر پہنچا۔ میری والدہ جان کنی کی حالت میں تھی۔ مگر ان کا سر ہلانے سے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ جان گئی ہیں کہ میں آگیا ہوں۔ انہوں نے ذرا مسکرانے کی کوشش کی۔ مگر تھوڑی دیر بعد انہوں نے سر پھینک دیا۔ اور مرگئیں۔ میرا دل پر اس قدر سخت صدمہ ہوا کہ میری علمی لیاقت اور فلسفہ اور سب دینی احساسات بالکل بیکار ثابت ہوئے۔ اور میرے دل کو تسکین نہ دے سکے۔ بہت دنوں تک میں غم کے سمندر میں ڈوبار رہا۔ مجھے ایک نہایت ہی عزیز اور محترم شخصیت سے جدا کردیا گیا۔ اور وہ ایک ایسی روح تھی جو میری روح کے ساتھ ایک بڑا نزدیکی اور دائمی تعلق رکھتی تھی۔ لوگوں کی دلجوئی دوستوں کے ماتم پرسی کے خطوط اور دوسرے رشتہ داروں کا ہر دم تسلی دینا مجھے ذرا تسکین نہ دیتا تھا۔ بھلا اس خلا کو کون پر کرسکتا ہے۔ اور اس بند دروازے کو کون کھول سکتا ہے۔ میری والدہ نے میرے واسطے کیا کیا دکھ سہے تھے۔

جب میں گھر سے نکل گیا تھا۔ اور جو جی چاہتا تھا کرتا تھا۔ وہ بچاری فکر میں ڈوبی ہوئی اپنے دن گذارتی تھی۔ اسی نے تو کہا تھا کہ میں بڑا ہونہار نکلوں گا۔ اسی نے اس قدر دکھ اٹھائے اور امیدیں باندھیں مگر ابھی اڑتالیس برس کی نہ ہونے پائی تھی کہ اس عالم فانی سے چل دی۔ الغرض میری والدہ نے اپنی طاقت سے بڑھ کر محنت کی تھی۔

کاش کہ وہ اب زندہ ہوتی۔ اور میری سیاسی کامیابی دیکھ کر خوش ہوتی۔ جیسا کہ ماں کو قدرتی خوشی ہونی چاہیے۔ مگر ایسا کیسے ہوسکتا تھا۔ مجھے یہ خیال اب کچھ تسلی دیتا ہے کہ میری والدہ ابھی بھی مجھے عالم ملکوت سے دیکھ رہی ہے۔ اور اپنی بے مثل محبت سے میری مدد کررہی ہے۔

میں پھر اپنی رجمنٹ میں لوٹا۔ اور فوجی ملازمت کے دن پورے کرکے آگیا۔ مستقبل میں کیا تھا اور کیا ہوگا۔ مجھے معلوم نہ تھا میں پھر استاد بن کے (Opeglia) اوپی گلیا چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ معلم کا پیشہ میری طبیعت کے مطابق نہیں ہے۔ اس

دفعہ میں ایک مڈل سکول میں استاد مقرر ہوا۔ تھوڑے دن بعد ہی مجھے پوپولو (Popolo) اخبار کے مدیر مسئول کے ساتھ جانا پڑ گیا۔ ان کا نام (Battesti Casar) سیذر باستی تھا۔ اور وہ ہمارے ملک کے ایک بڑے نامور مشاہیر ہونے والے تھے۔ اور انہوں نے آسٹریا کے جنگ کے وقت اپنی جان بھی قربان کی۔ انہیں پھانسی دی گئی۔ اور وہ اس وقت (Trento) ٹرینٹو کے صوبے کو آسٹریا سے آزاد کرانے کے درپے تھے۔ ایسے شریف اور بہادر تھے کہ میں انہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ وہ (Socialist) سوشلسٹ تھے۔ اور ان کے خیالات نے میرے دل پر بڑا اثر کیا۔

ایک دن میں نے ایک مضمون لکھا۔ جس میں میں نے کہا کہ اٹلی کی حد (Ala) مقام آلہ پر ختم نہیں ہوجاتی۔ اس وقت یہ چھوٹا سا شہر اٹلی اور آسٹریا کی سرحد پر واقعہ تھا۔ میرا یہ لکھنا تھا کہ آسٹریا کی گورنمنٹ نے جو اس وقت ویٹیا میں برسر اقتدار تھی۔ حکم دیا کہ مجھے آسٹریا سے نکال دیا جائے۔ میں تو ملک بدر ہونے کا عادی ہو ہی گیا تھا۔ فورا" واپس (Forli) فورلی چلا گیا۔

اخبار نویسی کا مجھے کچھ شوق سا ہوگیا تھا۔ ایک (Socialist) سوشلسٹ اخبار کے مدیر بننے کا موقعہ درپیش تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ اٹلی کی سیاسی زندگی کا عقدہ تب حل ہوگا۔ جب تلوار ہاتھ میں لے لی جائے گی۔ میں کھلم کھلا اس خیال کا حامی بن گیا۔ اور اس کو ترویج دینے لگا۔ میرے خیال میں وہ وقت آگیا تھا۔ جب لوگوں کی توجہ ان خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی طرف مبذول کرانی لازمی تھی۔ تھوڑے دنوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ میں تشدد پسند اور انقلاب پسند (Socialist) سوشلسٹ گروہ کاایک سربر آوردہ نمائندہ ہوں۔ جنگ عظیم سے دو برس پہلے یعنی 1912ء میں (Reggio Emillia) ریگو امیلیا میں جو کانگریس منعقد ہوئی تھی اس میں مجھے (Avanti) اونتی اخبار کی طرف سے نمائندہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس وقت میری عمر 29 سال کی تھی۔ یہ اخبار سوشلسٹ تھا۔ اور روانہ تھا۔ اور میلان (Milan) سے شائع ہوتا تھا۔ اس تقرری کے ہوتے ہی میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ ان کی عمر ستاون سال کی

تھی۔ اور انہوں نے اپنی عمر کے چالیس سال سیاسیات میں خرچ کئے تھے۔ وہ نہایت ہی عالی دماغ عقلمند اور فیاض تھے۔ انہوں نے کئی بین الاقوامی سیاست دانوں اور فلاسفروں سے ملاقاتیں کی تھیں اور اپنے خیالات کی خاطر جیل بھی جاچکے تھے۔

اٹلی کا وہ حصہ جسے (Romagna) روما کہتے ہیں اور جہاں کے ہم رہنے والے تھے۔ وہاں کے لوگ آزادی کے بڑے دلدادہ تھے۔ اور ظلم کے برخلاف ہمیشہ جہاد کرنے کے لئے تیار تھے۔ وہ سب میرے والد کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ میرے والد برسوں تک مشکلات اور مصائب کا مقابلہ کرتے رہے اور جو کچھ تھوڑا بہت روپیہ پیسہ تھا۔ وہ بھی ان دوستوں کی مدد امداد کرنے میں کھو بیٹھے۔ جو سپاہی جنگ میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے جو لوگ میرے والد کو جانتے تھے' وہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اور اس وقت کے بہترین سیاست دان تو خاص کرکے ان کے بڑے مداح تھے۔ اور ان کی تعظیم کرتے تھے۔ میرے والد مرنے کے وقت بڑے غریب ہوگئے تھے۔ اور میرا خیال ہے کہ ان کی ایک خواہش یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے لڑکوں کو عوام کی نظروں میں صحیح اور قابل عزت دیکھیں۔

آخر میرے والد صاحب خوب سمجھ گئے۔ کہ ایک سیاسی انقلاب کے ذریعے سے سرمایہ داروں کی دیرسے قائم ہوئی طاقت کو توڑ دینا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنی توجہ لوگوں کے دلوں میں انقلاب پیدا کرنے کی طرف مبذول کی۔ وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کے دل سچے ہوں۔ اور وہ ایک دوسرے سے ہمدردی کریں۔ ان کے مرنے کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کے متعلق تقاریر بھی کیں۔ اور اخباروں میں مضمون بھی لکھے۔ تین ہزار کے قریب مرد اور عورتیں جو میرے والد کو جانتے تھے ان کے جنازے کے ساتھ تھے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ہمارا خاندان تتر بتر ہوگیا۔

جب میں آونتی (Avanti) اخبار کا مدیر ہوکر (Milan) چلا گیا۔ اور وہاں رہنے لگ گیا تو میرا بھائی (Arnaldo) آرنالڈو صنعتی علوم پڑھنے لگ گیا۔ اور میری بہن

(Edvige) ایڈوج جس کی اچھے گھرانے میں شادی ہو گئی تھی۔ اپنے خاوند کے ساتھ ایک جگہ (Premilcoure) پرمل کور جو (Romana) رومانا کے علاقہ میں ہے۔ چلی گئیں ہم سب بہن بھائی تو علیحدہ ہو گئے۔ مگر اکثر ملتے جلتے رہتے۔ ہماری پہلی ملاقات اگست 1914ء میں ہوئی جب جنگ عظیم شروع ہوئی۔ ہم مل کر جنگ کے متعلق بات چیت کرتے تھے۔

آخر جنگ عظیم شروع ہو ہی گئی۔

اس زمانے میں میری سب کوششیں اخبار (Avanti) آونتی کی اشاعت بڑھانے میں اور اس کے نفوذ کو زیادہ کرنے میں خرچ ہوتی رہیں۔ کچھ مہینوں بعد اشاعت ایک لاکھ سے اوپر تک پہنچ گئی۔ اگرچہ میں سوشلسٹ خیال کے لوگوں میں سربرآوردہ تھا۔ مگر مجھے لیڈر بننے کا بالکل خیال نہ تھا۔ میں ایک تو خوشامد کرنا بالکل پسند نہ کرتا تھا۔ اور مجھے یہ صاف طور پر کہنا پڑتا تھا کہ اس راستے میں فتح پانے کے لئے جانفشانی اور قربانی اور لہو بہانے کی اشد ضرورت ہے۔

ان دنوں میں اپنے بال بچوں سمیت معمولی طریقے سے رہ رہا تھا۔ اور میری بیوی (Rechele) راشیل ایک نہایت ہی اچھی اور عقلمند عورت تھی۔ اور میری زندگی کے ہر نشیب و فراز میں ہمیشہ بڑی صابر اور وفادار رہی۔ میری لڑکی (Edda) ایڈا ہمارے گھر کا چراغ تھی۔ ہم ہر طرح سے بے نیاز تھے۔ میں تو ہمیشہ جدوجہد میں زندگی بسر کرتا۔ مگر میرے گھر کے لوگ میرے لئے ایسے تھے۔ جیسے صحرا میں سبزہ زار۔ گھر میری آرام گاہ اور جائے پناہ تھی۔

جنگ عظیم سے پہلے کچھ سال سب جگہ سیاسی ہل چل مچ رہی تھی۔ چنانچہ اٹلی میں بھی بے چینی پھیل رہی تھی۔ (Tripolitania) تریپا لیٹینیا کے فتح کرنے میں اس قدر جانیں تلف ہوئیں۔ اور روپیہ خرچ ہوا کہ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ہماری سیاسی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہر آئے ہفتہ کہیں نہ کہیں بلوہ ہوجاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب (Gtolitti) گیولٹی کے وزیر تھے۔ تو تقریباً تینتیس بلوے ہوئے۔

ہزاروں آدمی مارے گئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ اور آپس میں دل علیحدہ پھٹے۔ مزدوروں کے اندر بے چینی اور بلوے دریائے (Po) پو کی وادی میں دہقانوں میں بلوے ہوئے۔ اور جنوبی اٹلی میں بھی یہ ہی حال تھا جزائر میں آپس کی ناچاقی تھی اور علاوہ بریں سیاسی اکھاڑے میں بھی پارٹیوں کے دنگل زور و شور سے جاری تھے۔ الغرض حالت ناگفتہ بہ تھی۔

میرا اس وقت بھی اور اب بھی یہ ہی خیال تھا کہ اٹلی والوں کو اپنے جائز حقوق تب تک نہیں مل سکتے۔ جب تک کہ وہاں خون کی ندیاں نہ بہیں یعنی بڑی بھاری قربانی کی ضرورت ہے۔ انقلاب حیا سرخ ہفتہ" کوئی انقلاب نہ تھا۔ وہ تو بے نظمی اور تباہی تھی۔ نہ کوئی لیڈر۔ نہ کوئی ساز و سامان متوسط درجے کے لوگوں اور امیروں نے تو بڑی ہی بزدلی دکھائی۔ جون کا مہینہ تھا۔ اور ہم اپنے خانگی جھگڑے سلجھا رہے تھے جب یکایک (Serajevo) سراجیوو میں قتل ہوجانے کی خبر آئی اور جولائی میں جنگ چھڑ گئی۔

اس واقعہ کے ہونے سے پہلے میرا نشوونما اور طریقے پر ہوا تھا۔ اور میری لیاقت بھی مختلف پہلوؤں سے بڑھی تھی۔ جب ہم اپنی پچھلی زندگی پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں کہ مختلف سمتوں سے اثرات اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ مثلاً" عام خیال ہے کہ اچھی اور بری صحبت کا اثر ہماری شخصیت کو بدل دیتا ہے۔ نیک دوست ہمیں نیک اور برے دوست ہم کو برا بنا دیتے ہیں۔ شاید یہ ان لوگوں کی حالت میں درست ہے۔ جو خود اندر سے دل کے کمزور ہوں۔ اور جن کی باگ دوڑ دوسروں کے ہاتھ میں ہو۔ مگر کم از کم میری زندگی میں میرا یقین ہے۔ کہ نہ میرے سکول کے دوست نہ ہی جنگ کے ساتھی اور نہ ہی میرے سیاسی دوست مجھ پر ایک رتی بھر اثر ڈال سکے۔ میں ان کی باتوں اور ان کے خیالوں کو بڑے غور سے سن لیتا تھا۔ بلکہ ان کی نصیحت پر بھی خوب دھیان دیتا تھا۔ مگر جب کبھی عمل کرنے کا وقت آجاتا۔ تو میں اپنی قوت ارادی کا اور اپنی ضمیر کے فرمان کی اطاعت کرتا۔ یعنی جو آواز میرے اندر سے آتی اسی کو سنتا۔

میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کہ کتابیں ہم پر کوئی خاص اثر ڈالتی ہیں۔ یا اور لوگوں کی زندگیاں اور کارستانیوں کے متعلق جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ہماری زندگیاں ضرور سدھر جاتی ہیں۔ میں تو زندگی بھر میں ایک ہی بڑی کتاب پڑھی ہے۔ اور میرا تو ایک ہی بڑا استاد رہا ہے۔ اور وہ کتاب اور وہ استاد میری اپنی زندگی کا تجربہ ہے۔ اپنے ذاتی تجربہ کے مقابلہ پر دوسروں کا فلسفہ یا لکھی لکھائی باتیں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔ میں نے تو کبھی بھی آنکھیں بند کرکے دوسرے کے خیالات کو قبول نہیں کیا۔ چاہے ان کے خیالات روز مرہ کے معمولی واقعات پر ہی کیوں مبنی نہ ہوں یا وہ غیر معمولی حیثیت کے بھی ہوں۔ میں تو پہلے خوب چھان بین کرلیتا ہوں۔ اور اپنے ملک کی موجودہ اور گزشتہ تواریخ پر ایک عمیق نظر ڈال لیتا ہوں۔ اور پھر کسی نتیجے پر پہنچتا ہوں۔ جب تک اپنی قومی زندگی کی محرک طاقتوں کا جن کی تہ پر تواریخی واقعات ہوتے ہیں۔ پورا پورا اندازہ ہوجائے۔ دوسری قوموں کے ساتھ اپنی قوم کی قابلیت کا کس طرح سے موازانہ کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال ہمیشہ عوام کا مفاد میرا نقطہ نظر ہوتا ہے۔ اگر میں زندگی کے متعلق کچھ کہتا ہوں تو اس سے میرا مفہوم میری اپنی زندگی یا میرے عیال و اطفال کی زندگی یا میرے دوستوں کی زندگی نہیں ہوتی۔ بلکہ میرا اشارہ اٹلی کی قومی زندگی کی طرف ہوتا ہے۔ یعنی میری مراد میرے ہم وطنوں کی مجموعی زندگی ہوتی ہے۔ ناظرین کو اس بیان سے غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ میں دوستی کو بڑی اہمیت دیتا ہوں۔ مگر ہر دوستی کی بنیاد احساسا ت پر ہے نہ کی دلیل اور عقل پر۔ یہ دوستی چاہے ذاتی ہو یا سیاسی فرق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر شاید ہی کوئی اور اپنے ہم جماعتوں کا اتنا دوست ہو جتنا کہ میں میں اب بھی جانتا ہوں کہ میرے ہم جماعتی کہاں ہیں اور کیا کام کرتے ہیں۔ جنگ کے وقت دوست بھی مجھے اچھی طرح سے یاد ہیں۔ اور میں اپنے استادوں افسروں اور ماتحتوں کو خوب یاد رکھتا ہوں۔ اس بات کا میں نے بھی خیال نہیں کیا کہ میرا دوست کمان افسر ہے۔ یا کھیت میں کام کرنے والا مزدور' میرے سپاہی دوستوں پر خندقوں کی

لڑائی نے جو نہایت ہی سخت ہوتی ہے۔ اگرچہ عجیب و غریب بھی ہوتی ہے۔ بڑا ہی اثر کیا۔ اور ویسے ہی مجھ پر بھی کیا۔ سکول کے بنچوں پر یا سیاسی مجالس میں پکی دوستیاں نہیں بنتیں۔

جنگ کے وقت جب ایک عظیم خطرہ سامنے ہوتا ہے۔ اور ہر وقت موت کا ڈر ہوتا ہے۔ سچی دوستیاں بنتی ہیں۔ تب ہی پتہ چلتا ہے کہ دوستی کیا چیز ہے اور کتنی دیر تک نبھے گی۔

اٹلی میں سیاسیات میں حصہ لینے والوں کی تعداد کوئی زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں۔ چنانچہ وہ سوشلسٹ جو میرے ہمعصر تھے میں انہیں آج تک نہیں بھولا۔ وہ میرے لئے ویسے ہی بہت ہیں اگرچہ ان کو اپنی بہت سی غلطیوں کی تلافی بھی کرنی ہوگی۔ اور ان کو یہ بات بھی ملحوظ رکھنی ہوگی۔ کہ میرے سیاسی خیالات دن بدن وسیع ہوتے گئے۔ اور ان خیالات کا مصدر زندگی کا تجربہ تھا۔ نہ کہ سیاست دانوں کے دماغ کے اختراع۔

اسی طرح سے میرے (Fascist) فاشسٹ دوست بھی مجھے بڑے ہی عزیز ہیں۔ نوجوان فاشسٹ دوستوں سے مجھے بڑی محبت ہے۔ اس تحریک میں اول ہی اول نوجوان شریک ہوئے تھے۔ اور فاشسٹ تحریک میں بھی ایک جوانی کا جوش ہے۔ اور وہ ہر روز بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ایسا سمجھو کہ ایک نیا باغیچہ لگایا گیا ہو۔ جو آئندہ جاکر اچھے پھل دے گا۔

اگرچہ عنان حکومت میرے ہاتھ ہونے کی وجہ سے روز بروز میری ذمہ داریاں بڑھ رہی ہیں۔ پھر بھی میں ان کو جو میرے ہمراہی تھے کبھی نہیں بھولتا۔ انہوں نے بے غرضانہ اور وفادارانہ ہوکر نہایت فراخ دلی اور عقلمندی سے میرا ساتھ دیا۔ یہ وہی فاشسٹ سپاہی ہیں جن کے کارنامے میں خوب جانتا ہوں۔

بعض لوگ یہ بھی جاننا چاہتے ہیں کہ میں نے کونسی کتابیں پڑھی ہیں۔ جیسا کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں میں کوئی خاص عقائد سے مانوس نہیں ہوں۔ اور نہ ہی کتابوں کے

اثر کو کوئی خاص اہمیت دیتا ہوں۔ مگر میں نے اٹلی کے پرانے اور نئے مصنفین کی اکثر کتابیں پڑھی ہیں۔ جو انہوں نے فلسفہ سیاست پر یا دیگر علوم وفنون پر لکھی ہیں۔ (Renaissance) کے متعلق جو کتب لکھی گئی ہیں ان میں مجھے خاص دلچسپی رہی ہے۔ اور انیسویں صدی میں جن علوم و فنون نے نشوونما پایا ہے۔ وہ میں نے خوب دیکھے بھالے ہیں۔ اٹلی کے اس زمانے کی تواریخ جس کو (Riscrgimeanto) کہا گیا ہے۔ میں نے خوب غور سے پڑھی ہے۔ اور 1870ء سے لے کر اب تک اٹلی کی ذہنی زندگی میں جو ترقی ہوئی ہے۔ اس کا تو میں نے نہایت ہی غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اور اپنے وقت کا بہت سا حصہ میں نے مطالعہ پر خرچ کیا ہے۔

دوسرے ممالک کے مصنفوں کی تصنیفیں بھی خصوصاً" جرمنی کے مصنفوں کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ اور فرانس کے مصنف بھی پڑھے ہیں۔ ایک کتاب جو مجھے بڑی ہی اچھی لگی۔ وہ (Gustave Lebon) کی (Psychology Crowd) ہے۔ انگریزی مصنفوں کی کتابیں بھی مجھے اچھی لگتی ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ نہایت ہی مہذب اور متمدن ہیں۔ اور ان کا علمی مذاق نہایت ہی بلند پایہ کا ہے۔

مگر جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔ یا پڑھتا ہوں۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی نے تصویر دیکھی ہے۔ مگر اس نے دل پر اثر نہ کیا ہو۔ کتابوں کے پڑھنے سے مجھے صرف یہ فائدہ ہوا۔ کہ مجھے وہ بڑے بڑے نقاط مل گئے۔ جن سے مجھے مختلف اقوام کے ان عنصروں کا پتہ چلا گیا۔ جن کی ترکیب سے قومیں بنا کرتی ہیں۔ میں تو ہر ایک انچ (Italian) ہوں اور مجھے اٹلی پر پورا بھروسہ ہے۔ کہ وہ پھلے پھولے گی۔

میں اس نتیجہ پر اسی وقت پہنچا۔ جب میں جرمنی، فرانس اور انگلستان وغیرہ بلکہ کل دنیا کی تواریخ کا مطالعہ کر چکا۔ بلکہ میں اور براعظموں کی تاریخ سے بھی بے خبر نہیں ہوں۔ مثلاً" امریکہ کے لوگ مجھے بہت پسند ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی چیزوں کے موجد ہیں۔ جو انسانی زندگی کے لئے بڑی مفید ہیں۔ میں تو ہمیشہ سے حکومت اور اپنی پارٹی کا طرفدار رہا ہوں۔ میں تو ان لوگوں کا بڑا مداح ہوں۔ جو ہماری زندگی کو نظم دینے کے

لئے کچھ کام کرتے ہیں۔ اور جو اپنی لیاقت اور ذہانت کے زور سے آگے بڑھتے ہیں۔ اور جن میں افاطی نہیں ہوتی۔ میں تو انہیں کی طرف داری کروں گا۔ جو طبعی طاقتوں کو مطیع کرکے بنی نوع انسان کے مستقبل کو پکی بنیاد پر کھڑا کر دکھاتے ہیں۔ ان آدمیوں سے مجھے بڑی نفرت ہے۔ جو دوسروں کی پیدا کردہ دولت سے 10 فیصدی مفت میں اڑا لے جاتے ہیں۔ امریکہ کی قوم ایک کام کرنے والی قوم ہے۔ اور وہ سیدھے اور صحیح راستے پر چلتی ہے۔ جب میں کسی امریکن سے بات کرتا ہوں تو مجھے اس میں کوئی چالاکی یا پتہ بازی نہیں کھیلنی پڑتی۔ وہ لوگ شیشے کی طرح دل کے صاف ہیں۔ کسی قوم کے فریب دینے والی چپڑی باتوں سے تم ان پر فتح نہیں پا سکتے۔ اب تو یورپ کی سب دولت امریکہ کے لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے۔ اہل عالم کی توجہ ان کی طرف مبذول ہونی چاہئے۔ اور ہمیں جاننا چاہئے کہ وہ کیونکر اتنے امیر ہوگئے ہیں۔ وہاں کے اقتصادیات کے پروفیسروں نے اور دیگر مصنفین نے تو ایک نئی سائنس اور نئے تمدن کی بنیاد ڈالی ہے۔ مجھے ان کی باضابطہ اور نظام کے تحت کام کرنے والی عادت بہت پسند ہے۔ واقعہ میں ہر ایک قوم کے لئے ایک کمال کا زمانہ بھی ہے۔ اور امریکہ کے لوگ وقت کے اس سنہری (Golden) زمانہ میں رہ رہے ہیں۔ ہمیں ان کے طریقہ عمل کو سیکھنا چاہئے۔ اور ان کے تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اس میں صرف امریکہ والوں کو ہی فائدہ نہیں بلکہ کل دنیا کو فائدہ ہوگا۔ امریکہ جس میں جاکر اٹلی کے بہت لوگ آباد ہوتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کے لئے ایک اچھی مثال قائم کرتا ہے۔ مجھے امریکہ کے نوجوانوں پر بڑی امیدیں ہیں۔ جیسے کہ مجھے اٹلی کے نوجوانوں پر بھی ہیں۔ جن پر کہ فاشسٹ حکومت کی ترقی کا انحصار ہے۔ ہم اکثر نوجوانوں کی اہمیت کو بھول جاتے ہیں۔ جوانی کا جوش بھی ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔ میں بڑا ہی خوش قسمت تھا کہ (Carso) کارسو میں جنگ کے وقت جب خطرے کا سامنا ہوتا تو میں اپنے جوانی کے جوش کو کم نہیں ہونے دیتا تھا۔

○○

دوسرا باب

جنگ کا انسان پر اثر

اس باب میں جنگ کے متعلق لکھوں گا۔ اور جو میرا ذاتی تجربہ جنگ کا ہے اس کا بھی ذکر کروں گا۔ لڑائی کے متعلق جو عوام میں غلط فہمیاں پھیل رہیں ہیں ان کو بھی بیان کروں گا۔ اور جنگ کے متعلق میرا ذاتی عقیدہ کیا ہے وہ بھی لکھتا ہوں۔ جنگ کے دو پہلو ہیں ایک تو سیاسی پہلو ہے اور دوسرا پہلو وہ ہے کہ جب انسان خندقوں میں بیٹھ کر لڑتا ہے جیسے کہ میں خود لڑا ہوں اور دکھ سہے ہیں۔

پیشتر اس کے کہ میں جنگ کے متعلق اپنے ذاتی خیالات اور احساسات بیان کروں۔ میں یہ دکھلانا چاہتاہوں کہ میری قوم کیونکہ لڑائی میں شامل ہوئی اور میری قوم کا احساس کیا تھا۔ آخر میں بھی تو اٹلی کا رہنے والا ہو۔ اور جو یہاں کے رہنے والوں کا خاصہ ہے وہ میرا بھی ہے۔ میں کیسے اس اثر سے بچ سکتا ہوں۔

یہ خیال بالکل فضول ہے کہ جنگ بن بلائے ہی آگیا۔ یا جنگ کوئی نرالی چیز تھی۔ جنگ عظیم جو 1914ء میں یک دم شروع ہوگئی جب کہ اقتصادی اور اخلاقی لحاظ سے یورپ میں امن و امان تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض سوشلسٹ اور جمہوریت پسند لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جنگ پرانے وقتوں کی درندگی کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔ ہمیں اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے کہ 1905ء میں روس اور جاپان میں جنگ ہوئی۔ اور جنگ بھی نہایت تباہ کن 1911ء میں جنگ (Libya)لیبا ہوئی۔ 1914ء و 1913ء میں بلقان کی دو جنگیں ہوئی جن پر سب یورپ کی آنکھیں لگی رہی

تھیں ان لڑائیوں میں عجیب و اقعات ظہور میں آئے (Lule Burgas) لولے برگاس والا وقوعہ ادرنہ کا محاصرہ حیرت انگیز تھا۔ سچ بات تو یہ ہے کہ سارے یورپ میں جنگ کا بخار سا چڑھ رہا تھا سب پر جنگ کا بھوت سوار تھا۔ بنی نوع انسان کے لئے ایک افسوناک نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا۔ یعنی ایک عالمگیر جنگ چھڑنے والی تھی۔ سارے یورپ کی فضابگڑ رہی تھی۔

مختلف قومیں اور ملک لڑائی میں کھچے چلے آئے۔ لاکھوں اور کروڑوں آدمی جنگ میں جانے کے لئے اور لڑنے کے لئے تیار ہوگئے۔ سالوں تک چپہ چپہ زمین کے لئے لڑتے رہے لاکھوں ہی مر گئے۔ اور ہزاروں زخمی ہوئے کبھی فتح ہوتی اور کبھی شکست۔ نیکی اور بدی' غیرت اور نفرت' دوستی اور دشمنی اس قدر خلط ملط ہوئے کہ پناہ بہ خدا۔ ایک عجب تماشہ تھا۔ بیان سے تو بالکل باہر ہے بھلا کوئی کیا لکھے۔ اس کتاب میں تو صرف اپنی سرگزشت لکھتی ہے۔

خیال فرمائیے کہ صرف جرمنی نے جنگ کے متعلق کوئی ساٹھ کے قریب حکومت کے زیر اہتمام کتابیں شائع کیں۔ اور علے ہذالقیاس اور ملکوں نے بھی کتابیں شائع کی ہونگی' یا کریں گے۔ ان خیالات کے سمندر میں کون غوطہ لگا سکتا ہے ۔شکست کھائی ہوئی قوموں نے ایسی گڑ بڑ سے یہ نتیجہ نکالا کہ اس جہان میں کوئی عدل و انصاف معلوم نہیں ہوتا۔ تب ان کا دماغ اصلیت یعنی واقعات کی طرف دوڑا۔

اس لئے میں بھی جو میں نے دیکھا اور جو کچھ مجھے یاد آتا ہے اسی کا بیان کروں گا۔ میں سلسلے وار جہاں تک میرا حافظہ مجھے مدد کرے گا' ان بے شمار پیچیدہ واقعات کو جو دوران جنگ میں ہوئے آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ گویا میرے خیالات اور واقعات برابر برابر چل رہے تھے۔ اور میں لڑائی میں بالکل مگن (Sreajevo) سراجیوو میں آسٹریا ہنگری کے شہزادے فرڈنینڈ اور اس کی بیوی کا مارے جانا ایک ایسا واقعہ تھا جس نے سارے یورپ کو ہلا دیا۔ میں اس وقت بین الاقوامی روزانہ سوشلسٹ اخبار کا مدیر تھا۔ جس سرعت سے یہ قتل ہوئے۔ اس نے تو سب یوروپ کی قوموں کو سخت

صدمہ پہنچایا۔ اگرچہ آسٹریا کی پولیس نے ہر قسم کی احتیاط سے کام لیا تھا۔ مگر پھر بھی کمال صفائی سے قتل سر زد ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یورپ کی قوموں کی ہمدردی (Serbia) سربیا کے ساتھ تھی جو کہ پرانے (Hapsburg) ہیپس برگ کے بادشاہوں کے ماتحت تھا اور جس دن سے (Bosnia Herzegovina) کا علاقہ آسٹریا کی زیر حکومت آیا تھا۔ تب سے ہی وہاں بد امنی رہتی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ (Serbia) سربیا میں بہت سی خفیہ سوسائیٹیاں قائم ہوگئیں۔ اور وہ آسٹریا' ہنگری کو وقتاً فوقتاً اپنے کارنامے دکھلانے لگیں۔ مگر آسٹریا ہنگری نے کچھ پرواہ نہ کی تاوقتیکہ یہ (Serajevo)والا وقوعہ ہوا۔ سب کا یہ خیال تھا کہ آسٹریا ہنگری خوب سختی سے کام لے گا۔ سب ملکوں کے سفیروں نے اور ہر ملک کی سیاسی پارٹیوں نے یہ ہی خیال کیا کہ معاملہ تو بہت بے ڈھب ہے اور نتیجہ ہی خراب ہوگا۔ اور سب کو یہ فکر تھی کہ کسی نہ کسی طرح معاملے کو سلجھانا چاہئے صرف اٹلی والے خاموش تھے اور دیکھتے تھے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

جب (Serajevo)سراجیوو کے قتل کی خبر اٹلی میں پہنچی تو لوگوں نے مفصل حالات دریافت کرنے کی بڑی خواہش ظاہر کی۔ جب فرڈنینڈ اور اس کی بیوی کی لاشیں خلیج (Trieste) ٹریسٹ کی جانب لے جائی جارہی تھیں تو اٹلی والوں کے دلوں پر وہی اثر ہورہا تھا جیسا کہ جب ہم تھیٹر میں کسی قتل کا نظارہ دیکھتے ہیں۔ تو ہوتا ہے اس رات خلیج میں ساری رات مشعلیں جلتی رہیں فرڈنینڈ اٹلی کا دشمن تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے اٹلی کے لوگوں کے مزاج کا ٹھیک اندازہ نہیں لگایا۔ جو اٹلی کے لوگ اس کے زیر حکومت بھی تھے۔ ان کے اندرونی احساسات کو وہ نہ سمجھ سکا۔ اٹلی کے لوگ جاگ چکے تھے۔ مگر اسے یہ بات معلوم نہ تھی اسے خیال تھا کہ اٹلی کے اردگرد کی تین مختلف قومیں آپس میں خلط ملط ہوکر ایک سلطنت کے نیچے آجائیں گی۔ مگر قومیں بھلا کبھی اس طرح مخلوط ہوا کرتی ہیں۔ اسے اٹلی کی طرف اس قسم کا رویہ بڑا ہی مہنگا پڑا۔ وہ ہمارے معاملات میں اس واسطے دخل دیتا تھا کہ پوپ کی طاقت بنی رہی

اور وہ سلطنتوں کو اپنے قابو میں رکھ سکے۔ روما کے شہر میں پوپ کی طاقت کا مرکز تھا۔ فرڈنینڈ خفیہ طور پر اپنے دینی اور دنیاوی مشیروں کی صلاح سے اپنے نفوذ کو بڑھا رہا تھا۔

اگرچہ فرڈنینڈ میری طرح رومن کیتھولک تھا مگر عیسائی مذہب کے متعلق اس کا وہی پرانا خیال تھا کہ اس مذہب کے اصول شخصی حکومت کو تقویت دیتے ہیں اور بجائے اس کے انسان کی روحانیت کو ترقی دیں۔ وہ اصول صرف شخصی سلطنت کی بنیاد کو مضبوط کرتے ہیں۔ اس کے دماغ میں یہ خیال گھر کر گیا ہوا تھا کہ وہ خدا کی طرف سے اپنی رعایا کے اوپر حکومت کرنے کے لئے مامور ہے۔ یہ وجہ کہ وہ گردو نواع کی چھوٹی چھوٹی قوموں پر رعب جماتا تھا۔ لوگ اس کی موت کی خبر سن کر حیران ضرور ہوئے مگر انہیں افسوس نہ ہوا بلکہ اس کی بیوی کا قتل ہم سب کو بہت برا لگا۔ اور ہمیں نہایت ہی رنج ہوا۔ اور ہماری ہمدردی اس کے ساتھ تھی ہم اٹلی کے لوگ ہلکے دل کے ہیں قیصر جرمنی کی طرف سے جو ماتم پرسی کا تار بچوں کے نام آیاوہ بھی ان اثرات کا جو ہمارے دل پر ہوئے مد تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ جرمنی آسٹریا کا ساتھ دے گا اور جیسا بھی آسٹریا سربیا (Serbia) کے ساتھ سلوک کرے گا۔ جرمنی اس میں شرکت کرے گا۔ ایسا بھی خیال تھا کہ حکومت آسٹریا بلگریڈ(Belgrade) سے جواب طلب کرے گی۔ مگر یہ امید ہرگز نہ تھی کہ آسٹریا کی گورنمنٹ ایسا سخت رویہ اختیار کرے گی۔ جس سے (Belgrade) کی نہ ہی صرف سخت بے عزتی ہو' بلکہ اس کی آزادی پر سخت حملہ ہو' میں (Avanti) آوانتی کا نوجوان مدیر ہونے کی حیثیت میں اس سارے معاملے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

جو خط آسٹریا کی حکومت نے بلگریڈ لکھا' وہ نہایت ہی سخت الفاظ میں تھا۔ سب کو اس وقت یہی محسوس ہوا کہ جنگ کے بادل آسمان پر منڈلا رہے ہیں - جنگ کی تیاریاں شروع تھیں۔ اور بچارے سوشلسٹ اور دیگر بین الاقوامی صلح کے حامی بالکل معذور تھے۔ صرف اٹلی جو ہر ایک کی بات کو عملی نقطہ نگاہ سے دیکھتا تھا اور پھوکی منہ کی باتوں

کی پرواہ نہ کرتی تھا۔ چپ علیحدہ کھڑا دیکھتا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔ ہوائی بلبلے سب بیٹھ گئے' فرانس اور جرمنی کے سوشلسٹوں کی مجلس کی اور شہر پالیس میں (Paures) قتل کے واقعہ کی کسی نے پرواہ تک نہ کی۔ گویا یہ واقعات اصلی آنے والے جنگ عظیم کے مقابلہ پر کچھ اہمیت نہ رکھتے تھے۔

جنگ عظیم شروع ہونے سے کچھ مہینے پہلے یہ سننے میں آیا تھا کہ فرانس کی پارلیمنٹ میں فرانس کی فوج کے متعلق چہ مے گوئیاں ہو رہی تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ ہماری فوج بالکل نکمی اور جنگ کا سامان اور تیاری بالکل ناکافی ہے (Clemenceau) کلیمنشو اس اجلاس میں موجود تھا اور غصہ میں کچکچیاں لے رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اس کے زمانہ وزارت میں پہلے کبھی ایسا موقع نہ آیا تھا۔ جس میں فرانس کے لوگوں نے اس بات کو پورا پورا احساس کیا ہو کہ ان کی فوجی طاقت اس قدر ناکافی تھی یا وہ جنگ کے لئے پوری طرح سے تیار نہ تھے۔ اور (Clemenceau) کلیمنشو 1871ء سے لے کر اب تک سیاسیات میں حصہ لیتے چلے آتا تھا۔ یہ ایک سبق آموز واقعہ ہے اور ہمیں اس کو بھول نہ جانا چاہئے۔

جنگ نزدیک تھی۔ پوپ کی کھلم کھلا اور خفیہ مداخلت اور جنگ کے بر خلاف ایک دھیمی سے آواز اور (Allies) کی ضد پر جو قومیں تھیں ان کی آواز بالکل بے اثر ثابت ہوئیں۔ واقعات کے رو کو یہ باتیں روک نہ سکیں۔ یکم اگست 1914ء کو جنگ شروع ہوگئی۔ سخت گرمی کا موسم تھا یورپ کے لوگ خوف زدہ تھے اور گھبراہٹ کا وہ عالم تھا جیسا کہ اس وقت ہوتا ہے جب اچانک سانپ سامنے آنکلے۔

جنگ سے کچھ سال پہلے اٹلی نے آپس میں (Tripple Alliance) کیا ہوا تھا۔ یہ عہد نامہ اس واسطے کیا گیا تھا کہ اگر کوئی غیر قوم حملہ آور ہو تو تینوں قومیں متحدہ مقابلہ کریں۔ یہ کوئی سیاسی عہد نامہ نہ تھا بلکہ جنگ کی روک تھام کے لئے تھا۔ اور اس میں آسٹریا اور جرمنی دونوں شامل تھے۔ در حقیقت تو بات یہ تھی کہ اگر کوئی غیر قوم ان تینوں قوموں میں سے کسی پر حملہ کرے تو یہ تینوں قومیں متحد ہو جائیں۔

اب جب آسٹریا نے سربیا کو خط بھیجا۔ تو اٹلی کے وزیر خارجہ (San Giuliano) سان گیولیانو کو سخت تشویش ہوئی کہ اب کیا کیا جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ اٹلی جنگ میں شامل نہ ہو ہمیں ان باتوں کی خبر تک نہ تھی اب تو (Triple Alliance) کو توڑنا ہی پڑا تاکہ اٹلی آزادی سے جو جی چاہے سو کرے۔ اس مقابلے میں اٹلی نے بڑی دلیری سے کام لیا اور اپنی خود مختارانہ طاقت کا ثبوت دیا۔ اسی دوران روس سربیا کی مدد پر کھڑا ہوگیا اور چونکہ جرمنی آسٹریا کے ساتھ تھا۔ فرانس جرمنی کے بر خلاف ہوگیا۔

میں اب انگلستان کی طرف دیکھ رہا تھا - وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کرے تو کیا کرے انگلستان نے اپنی فوقیت کو قائم رکھنے کے لئے اور اپنی عزت کی خاطر اور دوسروں کی خاطر جنگ کی تیاری شروع کردی اور نئی فوجیں بنالیں تاکہ یورپ میں جرمن کی طاقت کو بڑھنے نہ دے - جب جرمنی نے مشرقی فرانس پر چڑھائی کردی تو اٹلی کے لوگوں کو بہت برا لگا۔ علاوہ بریں جرمنی نے لڑنے کے ایسے طریقے اختیار کئے جن کی تفصیل سخت خوفناک تھی۔ اور بلجیم جس کا کوئی قصور نہ تھا اسے بھی جرمنی نے لتاڑ مارا۔ فرانس کی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ ایک نہیں بلکہ کئی قوموں کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ میں اخبار کے دفتر میں بیٹھا ہوا یہ ہی سوچتا تھا۔ اور ہمارا تمدن بھی ہمسائے ملکوں کے ساتھ ملتا جلتا تھا اور ہم اپنے گزشتہ اور موجودہ جھگڑے بھولتے جاتے تھے۔ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ میرا ملک ان ملکوں کا ساتھ چھوڑ دے جو لڑائی کے بوجھ میں پسے جاتے تھے اور جن پر ایک آفت طاری تھی۔

جرمنی نے ایسے طریقوں سے اٹلی والوں پر اپنا جال پھیلایا کہ وہ بڑے ہی تنگ آگئے - مجھے بھی بڑا غصہ آیا۔ جرمنی نے ایک شخص (Bon Bullow) شہزادہ بون بولو کو جو اٹلی سے اچھی طرح واقف تھا۔ اور بڑا ہی مدبر تھا اس خیال کو پھیلانے کے لئے روانہ کیا کہ وہ اٹلی والوں کو اس بات کی ترغیب دے کہ وہ لڑائی میں شامل نہ ہوں۔ مگر اٹلی کا رخ اور رجحان جنگ کی طرف نہ تھا اور میں برابر انہیں جنگ کی طرف آمادہ

کر رہا تھا۔

سوشلسٹ پارٹی کو جو اس وقت اٹلی میں زور پکڑ رہی تھی۔ کیونکہ دوسری سیاسی پارٹیاں دن بدن کمزور ہوتی جاتی تھیں۔ یہ تو معلوم نہ تھا کہ کس طرف جائے وہ ڈاواں ڈول تھی۔ اکثریت کہتی تھی کہ لڑائی میں شامل نہیں ہونا چاہئے اور وہ اکثریت کوئی مدت کی حد بھی مقرر نہ کرتی تھی۔ جس کے بعد شمولیت واجب ہو۔ اور اقلیت میں ایسے، لوگ بھی تھے جو جرمنی کی مدد کرنا چاہتے تھے مگر میں ایسے لوگوں کے ساتھ شامل نہ تھا۔

کچھ لوگ جو سمجھ والے تھے اور جو دل کے بھی مضبوط تھے وہ کہتے تھے کہ اٹلی کو (Purssia) پروشیا کے بادشاہ کی جانب داری کرنا بالکل نا مناسب ہے اور ایسا کرنے سے نہ ہی صرف اٹلی کو بلکہ ساری دنیا کو مستقبل میں سخت نقصان پہنچے گا۔ میں نے بھی (Avanti) اوانتی اخبار میں اس معاملے پر بہت کچھ لکھا اور اٹلی کے لوگ ان مضامین کا غور سے مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اس معاملہ کو زیر بحث لانا اخبار نویس ہونے کی حیثیت میں ایک قابل تعریف کوشش تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگوں کی توجہ فرانس اور انگلستان کی حمایت کے لئے مبذول ہوئی۔ مگر یہ معلوم رہے کہ عملی مشکلات کے علاوہ کچھ اور وجہ بھی تھی جس کے خیال سے اٹلی کو یہ مشورہ دیا گیا کہ جنگ کے موقعہ پر وہ آسٹریا کے متعلق اپنے رویہ کو بدلے۔ 1886ء میں جو جنگ اٹلی اور آسٹریا کے درمیان ہوئی تھی اس وقت سے ہمارے ملک کی مشرقی سرحد کا دروازہ آسٹریا کے آنے جانے کے لئے کھلا تھا۔

دفتر سے جب میں رات کو گھر جایا کرتا۔ تو میرے دل میں کئی قسم کے سوالات اٹھتے تھے رہتے۔ اور میں اپنے ارادہ میں بالکل پکا ہوتا جاتا تھا۔ اور مجھے اپنے ملک کا بچاؤ ملحوظ تھا مجھے صاف دکھائی دیتا تھا کہ بین الاقوامی اتحاد ممکن نہ تھا۔ یہ خیال ایک وسیع خیال تھا۔ اپنے روزانہ اخبار میں میں نے ایک مضمون لکھا جس میں میں نے یہ ثابت کیا کہ اگر سوشلسٹ حکومت قائم ہوجائے تو قوموں کے آپس کے جھگڑے بالکل

مٹ جائیں گے۔ اور جنگ بھی بند ہوجائے گی۔

اٹلی کی مشرقی سرحد (Judrio) جدریو تک پہنچتی ہے مگر (Trentino) ٹرینٹینو کا علاقہ آسٹریا نے زور سے دبا رکھا تھا۔ اور یہ علاقہ (Lumbardy) لمبارڈی اور (Venetian) ونیشین کے صوبوں کے عین بیچ میں واقعہ ہے شاعر (Dante) ڈانتے کی پیشین گوئی کے مطابق آسٹریا اور اٹلی کی حدود کا معاملہ فیصلہ ہونے والا تھا۔ ایسا خیال تھا کہ ہماری سرحد ایک طرف (Brennero)تک اور دوسری طرف (Gielien) اور (Hlyrac) کی پہاڑیوں تک پہنچ جائے گی۔ اور (Finime) اور (Daimatia) بھی شامل ہونگے۔ ان نئے خیالات کو دیکھ کر ہم سے ہر ایک جو سیاسیات سے دلچسپی رکھتا تھا جن میں میں بھی تھا اپنے دل ہی دل میں سوچ رہے تھے اور جب کبھی یہ سوال پیش ہوتا تو خیال درہم برہم ہوجاتے اور سب قوم کی قوم وسوسے میں پڑجاتی۔ میرے خیالات بھی دگرگوں ہورہے تھے۔

(Cesare Battisti) سیزر باتستی جنہوں نے اٹلی کی خاطر اپنی جان قربان کی تھی اور جن کو اٹلی کے لوگ نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے ان کا قول تھا کہ اب وقت آگیا ہے (Fillipo Corridoni) فلیپو کارڈونی جو سخت انقلاب پسندوں میں سے تھے ان کا بھی یہ خیال تھا۔ ان دو مشاہیر کے زیر اثر میں نے چند سوشلسٹ دوستوں کو اپنے ساتھ ملایا اور بہت سے باغیانہ طبیعت کے لوگ جنہوں نے سختیاں اٹھائی تھیں اور بڑے دل چلے تھے۔ ہمار ساتھ ہو لئے۔ (Avanti) آونتی اخبار کے سوشلسٹ منتظمین نے میرے جھکاؤ کو دیکھا اور اخبار میرے ہاتھوں سے چھین لیا۔ اب میں کس طرح اپنے خیالات کا اظہار کرتا اور کہتا کہ اٹلی کو جنگ میں شریک ہونا چاہئے۔ جب کبھی سوشلسٹ مل بیٹھتے تو میں وہاں پہنچ جاتا اور اٹلی کو لڑائی پر آمادہ کرتا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے نکال باہر کیا۔ پھر میں عام جلسوں میں بولنے لگ گیا۔ میں نے تب فاشسٹ تحریک کی بنیاد ڈال دی۔ کچھ دل جلے نوجوان یہ کہنے لگ گئے کہ جنگ میں شمولیت لازمی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اٹلی جو 1914ء تک آزاد اور خود مختار

تھا۔ اب ان نوجوانوں کی ہمت سے جڑوں تک ہل گیا اور میں ان نوجوانوں کا لیڈر تھا۔

ہمارے اندر جو صلح پسند جمہوری گروہ تھا۔ اور جن کا سردار اٹلی کی پارلیمنٹ کا ایک مشہور رکن (Giovani Giolitti) گیونی گیولٹی کے نام سے مشہور تھا اور جس کی سیاست دانی کی سارے ملک میں دھاک پڑی ہوئی تھی وہ بھی یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح سے ہماری سرحد کا سوال حل ہوجائے تاکہ ہمارا ملک جنگ کی تکالیف اور قربانیوں اور اخراجات سے بچ جائے اور ساتھ ہی ہزاروں جانیں بھی بچ جائیں۔ گیولٹی کہتا بھی تھا کہ بغیر جنگ کئے ہوئے ہمیں بہت کچھ مل جائے گا مگر اٹلی کے لوگ بالکل نہ مانتے تھے۔ در اصل میرے ملک کے رہنے والے واقعات پر زیادہ بھروسہ رکھتے ہیں وہ سیاسیات میں سودا کرنا نہیں جانتے۔ انہیں تو اپنی سرحدوں کا بڑھ جانا اور کچھ اور رعائتیں مل جانی حقیر معلوم ہوتی ہیں اور انہیں گیولٹی کی تجاویز بالکل پسند نہ تھیں۔ بھلا یہ بھی کوئی سیاست ہوگی ہر وقت سودے ہی کرتے رہنا۔ آخر ایسے لوگ بھی تھے۔ جو دیکھ رہے تھے۔ کہ اس جدوجہد میں بعض قومیں آگے نکل جائیں گی۔ اور انہیں بہت فائدہ بھی ہوگا۔ وہ زمانہ بھی آرہا تھا جب اٹلی اپنے جنگی سازو سامان اور فوجوں کی وجہ سے دنیا کی قوموں میں ایک ممتاز قوم ہوگی۔ اب موقعہ تھا اور میں ایسے موقعہ کو ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا تھا۔ یہ خیال میرے دماغ میں گھر کرگیا تھا۔

جنگ عظیم جولائی 1914ء والے دن شروع ہوئی۔ ساتھ دن کے اندر اندر میں سوشلسٹ پارٹی سے مستعفی ہوگیا۔ آوانتی اخبار سے تو پہلے ہی علیحدہ ہوچکا تھا میں تو بالکل آزاد ہوگیااور چونکہ میرا اب کسی سیاسی پارٹی سے تعلق نہ تھا۔ میں آزادانہ طور پر کام کرسکتا تھا۔ مگرچونکہ مجھے بھی معلوم تھا کہ فی زمانہ اخبار کا ہتھیار ہاتھ میں نہ ہونے سے کوئی آدمی اپنے عقیدے کو استقامت سے اپنے ہم وطنوں کے سامنے نہیں رکھ سکتا۔ اخبار بھی ایک عجیب چیز ہے میں نے اس کی ضرورت محسوس کی اور میں بھی چاہتا تھا کہ اخبار جاری کروں۔ میں نے اپنے چند ایک سیاسی دوستوں کو جو خیالات میں میرے ساتھ متفق تھے جمع کئے اور ہم نے آپس میں مشاورت کی جہاں روپیہ کا سوال

ہو وہاں میرا جادو کام نہیں کرتا۔ کہاں سے روپیہ آئے اور کس طرح اخبار چلے میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ ہاں کن سیاسی اصولوں کو پیش کیا جائے اور کس قسم کی روح اخبار میں پھونکی جائے۔ یہ میں خوب جانتا تھا۔ مجھے روپیہ سے نفرت ہے اگرچہ جو کام روپیہ سے نکلتا ہے وہ نہایت ہی پسندیدہ اور مقبول نظر ہوتا ہے۔ چند دوستوں نے جو ذرا جوشیلے اور سرگرم تھے جا کر میلان کے ایک تنگ سے محلے میں ایک چھوٹا سا کمرہ کرایہ پر لے لیا۔ پاس ہی ایک چھاپہ خانہ بھی موجود تھا۔ چھاپے خانے کے مالک نے کہلا بھیجا کہ میں تھوڑے خرچ پر اخبار چھاپ دیا کروں گا۔ اب تو مجھے اپنے ہم وطنوں سے سچی باتیں کہنے کا پھر موقعہ مل گیا۔ ہم تو ایک ایسا اخبار چاہتے تھے جو میلان میں ہو اور اس میں ایسے مضامین لکھے جائیں۔ کہ سارے ملک کے دیگر اخبارات ان مضامین کو دھرائیں یا ان کے کچھ حصے شائع کریں۔ گویا ہم نے اس شہر میں قلعہ بندی کرلی۔ مجھے خیال تھا کہ آہستہ آہستہ ہمارے خریدار بڑھتے جائیں گے۔ دفتر میں میز اور چند کرسیاں رکھ دی گئیں۔ مجھے وہ چھوٹا سا کمرہ بڑا ہی عزیز تھا کیونکہ اس نے ایک طرح سے وہی کام دیا جو لڑائی کے وقت خندقیں دیتی ہیں۔ میری طرف سے گویا لڑائی شروع تھی۔

چھاپے خانے والوں کے ساتھ اقرار نامہ وغیرہ لکھ دیا گیا اور خرچ ہفتہ وار دینا پڑتا تھا۔ اگر کسی ہفتے روپیہ تیار نہ ہوتا تو اخبار بند ہوجانے کا خطرہ تھا مگر ہم تو اپنے خیال میں محو تھے۔ 15 نومبر 1914ء کو (Popolod Italia) کا پہلا پرچہ شائع ہوا۔ اب تک میں اس اخبار کو اپنا پیارا بچہ کہہ کر یاد کرتا ہوں۔ اسی کے ذریعے سے تو میں نے اپنی سب سیاسی لڑائیاں لڑیں اور جیتیں۔ میں ابھی تک اس اخبار کا ڈائرکٹر ہوں۔ اس اخبار کے متعلق تو مجھے ہزاروں واقعات یاد ہیں جو میں قلمبند کر سکتا ہوں۔ یہ اخبار 1914ء میں جاری ہوا اور 1922ء تک میرے سیاسی خیالات کو انتشار دیتا رہا۔ اس اخبار نے ہی مجھے بنا دیا۔ یہ نام (Fopolod Italia) بار بار مجھے لینا پڑے گا۔ کیونکہ میری زندگی کا ہر پہلو اس اخبار میں منعکس ہے چاہے میری سیاسی حیثیت کو لیجئے' چاہیے ایک اخبار نویس یا جنگ کا حامی یا ایک سپاہی اور اٹلی کا باشندہ ہونے کی حیثیت میں یا

ایک فاشسٹ ہونے کی حالت میں بھی، غرضیکہ ہر طرح سے اخبار کے ساتھ وابستہ پائیں گے۔

Popolod Italia میں جب میرا پہلا مضمون شائع ہوا تو بہت لوگوں کو خیال ہوگیا کہ اٹلی کو جنگ میں ضرور حصہ لینا چاہئے اور اسے فرانس اور انگلستان کا ساتھ دینا چاہئے۔ فاشسٹ اس وقت میرے ساتھ تھے اور میری اخبار میں بھی مدد دے رہے تھے۔ ان میں اکثر انقلاب پسند تھے اور وہ بھی چاہتے تھے کہ اٹلی جنگ میں شامل ہو۔ بہت سے تو یونیورسٹیوں کے طلبا تھے اور کچھ سوشلسٹ تھے جو اپنے آپ کو (Syndiclist) کہتے تھے اور (Karl Mark) کارل مارکس کو بالکل نہ مانتے تھے۔ اور کچھ کاریگر اور مزدور لوگ بھی تھے جو اپنے ملک کی آواز کو خوب پہچانتے تھے۔

اگرچہ اٹلی نے باقاعدہ لڑائی میں حصہ لینا شروع نہ کیا۔ پھر بھی والنیٹروں (رضا کاروں) کے دستے تیار ہوکر فرانس کی طرف چلے گئے تھے (Argonne) ارگون کی لڑائی میں (Gari Baldi) گیری بالڈی کے دو بھتیجے جن کا نام (Bruno) برونو اور (Castante) کاستانتی تھا لڑتے ہوئے مارے گئے۔ یہ وہی گیری بالڈی تھا جس نے اٹلی کو آزاد کرایا تھا اور جس نے شمالی (Sicily) سسلی اور (Naples) نیپلز کو فتح کیا تھا۔ اور دونوں بہادروں کے جنازے شہر روما میں لائے گئے۔ اور سارے اٹلی میں ان کی دھوم مچ گئی۔ کچھ (Red Shirts) بھی جنہوں نے اٹلی کو آزاد کرایا تھا اب فرانس میں اپنی جوانمردی کی داد دے رہے تھے۔

پچھلے جھگڑے جو (Mediterranean) کے متعلق تھے اب ختم ہوچکے تھے اور (Libya) لیبا میں جو ہماری لڑائی فرانس کے ساتھ ہوئی تھی وہ ہم بالکل بھول چکے تھے۔ جنوری 1912ء میں جب ہماری لڑائی ترکی سے ہورہی تھی تو فرانس کے دو جہاز ترکوں کی مدد کے لئے گئے تھے۔ ہم یہ واقعہ بھی بھول گئے تھے۔ اب فرانس خطرے میں تھا جرمنی نے بلجیم سے گزر کر فرانس پر حملہ آور ہونا تھا۔ میں یہ ہی بات پکار پکار کے کہتا تھا کہ فرانس خطرے میں ہے۔

(Gebriel D Annunzio) جبرائیل ڈی اننزیو نے 5 ماہ مئی 1915ء کو ایک جگہ (Quartodei - Mille) کوارٹوڈی ملی جو (Genva) جنیوا کے پاس ہے۔ ایک تقریر کی یہ وہ جگہ ہے جہاں سے کسی زمانے میں گری بالڈی ایک ہزار سپاہی ساتھ لے کر (Sicily) سسلی پر حملہ آور ہوا تھا۔ تاکہ جنوبی اٹلی کو (Bourbones) بور بون کی غلامی سے آزاد کرے۔ اننزیو نے بھی اٹلی کو جنگ میں شامل ہونے کے لئے کہا۔ اس طرح اٹلی بالکل تیار ہوگیا۔ چونکہ گیولٹی برخلاف تھا اور بھی جلدی یہ فیصلہ ہوا کہ جنگ میں شمولیت لازمی ہے۔ شہنشاہ اٹلی جس کو پارلیمنٹ اور مشیروں کی رائے پر چلنا پڑتا تھا اور جیسا وہ قانون وغیرہ بتلاتے اسی کے مطابق عمل کرنا پڑتا تھا۔ اس نے جرمنی کے قیصر کے سفیر کو صاف کہہ دیا کہ اگرچہ اٹلی جرمنی کے ساتھ تھا مگر چونکہ آپ کے ملک نے ہم کو اندھیرے میں رکھا اور دھوکہ دیا۔ لہٰذا ہم مجبور ہیں۔

میلان میں اس معاملہ پر بلوہ ہوگیا۔ روما' پدوا' جنیوا اور نیپلز کے شہروں میں بھی مظاہرے ہوئے۔ مجبوراً شہنشاہ اٹلی وکٹر ایمول سوم (Victor Emmanuel III) کو وزیر اعظم سے استعفیٰ داخل کروانا پڑا۔ اور (Salendra) سلندرا سے درخواست کرنی پڑی کہ وہ نئی کیبنٹ تجویز کرے۔ ان سب باتوں سے مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ میری کوششیں بار آور ہوگئی ہیں اور اگرچہ میں اس وقت ایک ناتجربہ کار نوجوان ہی تھا۔ مگر میں نے اپنے ملک کو آزادی دلانے میں بہت سا کام کرلیا تھا۔

نئی کیبنٹ جنگ کے حق میں تھے۔ گیولٹی کی تجویز بالائے طاق رکھ دی گئیں۔ اب تو صرف یہ فیصلہ کرنا رہ گیا کہ کس وقت اور کس طرح سے جنگ میں کودا جائے۔ ہم سب جوش میں آئے ہوئے تھے اور بالکل تیار تھے اور منتظر تھے چنانچہ 24 مئی 1915ء کو اٹلی بھی جنگ میں کود پڑا۔ آپ میرے دل کی حالت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ وہ تو خوشی سے بلیوں اچھل پڑا۔ تھوڑے سے صفحوں میں جنگ کے واقعات کو جو اٹلی میں ہوئے قلمبند کرنا نہایت ہی مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ لڑائی سے میں بن گیا۔ میں نے سپاہی بھرتی ہوکر جنگ کو خوب دیکھا۔ جو اثرات ایک تو بہ حیثیت سپاہی ہونے کے اور

دوسرے سیاست دان ہونے کی حیثیت میں مجھ پر ہوئے انہیں پیش کرتاہوں۔

میں اپنی پرانی رجمنٹ (Dersaglieri) میں وہی پرانی وردی جو خاکی اور سبز رنگ کی ہوا کرتی ہے تھی پہن کر پھر سپاہی بھرتی ہوگیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ میں ایک نہایت ہی اچھا سپاہی بنوں گا۔ یہ رجمنٹ وہی تھی جس میں میں نے اول اول فوجی کام سیکھا تھا۔ میں ایک نہایت ہی فرماں بردار اور اپنے فرض کو پوری طرح سے بجا لانے والا سپاہی بننا چاہتا تھا اور میں اپنے ارادے میں کامیاب بھی ہوگیا۔ چونکہ میں سیاسی دنیا میں نام پیدا کرچکا تھا مجھے کئی اچھی ملازمتیں جن میں میں بالکل محفوظ اور مطمئن رہتا ملتی تھیں۔ مگر میں نے ان کے لینے سے انکار کیا میں تواپنے خیال کو پورا ہوتے دیکھنا چاہتا تھا۔ اس سے مجھے کوئی ذاتی مفاد تو حاصل کرنا ہی تھا۔ میں تو اپنی طبیعت کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا۔ اور اپنی زندگی کو اس خیال پر ڈھالنا چاہتا تھا اور وہ خیال یہ تھا کہ جب کوئی انسان اپنی زندگی کا نصب العین تعین کرے یا ایک نئے خیال کے پیچھے ہولے تو اسے اپنی زندگی اسی کے مطابق بسر کرنی چاہئے۔ اور جو زبان سے کہے اسے پورا کر دکھلانا چاہئے۔ جب تک کہ وہ اپنے مدعا کو حاصل نہ کرے اور اسے پوری کامیابی نہ ہوجائے اسے اس خیال کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہئے۔

ہاں یہ درست ہے کہ وقت سب نشانات مٹا دیتا ہے اور وقت پاکر انسان ماضی کو بھول جاتا ہے۔ اکتالیس مہینوں تک جنگ جاری رہی اور یہ جنگ نہایت ہی سخت تھی۔ واقعات دل کو آرزدہ کرنے والے تھے۔

جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں جب جنگ شروع ہوئی تو میں نے والنٹیر (رضا کار) ہونے کی درخواست دی۔ مگر حکام نے جواب دیا کہ تم والنٹیر نہیں ہوسکتے انہوں نے کہا کہ فوج کے قواعد کے مطابق صرف وہ شخص والنٹیر ہوسکتے ہیں جن کو کسی جسمانی کمزوری کی وجہ سے باقاعدہ سپاہی بھرتی نہ کیا جاسکے۔ یا جن کو جبری طور پر فوجی کام سیکھنے سے کسی وجہ سے معاف کر دیا گیا ہو۔ اور حکام نے لکھ بھیجا کہ مجھے انتظار کرنا ہوگا پیشتر اس کے کہ میں والنٹیر بن سکوں اور مجھے وقت پر اطلاع دی جائے گی۔

اب تو میں بالکل نروش ہوگیا مگر خوش قسمتی سے میری باری جلدی آگئی۔ پہلی ستمبر کو یعنی جنگ شروع ہونے سے تین مہینے بعد ہی مجھے اپنی رجمنٹ میں سپاہی بھرتی ہونا پڑا۔ مجھے (Berscia) برشیا جو (Lombardy) لمبارڈی کے علاقے میں واقعہ ہے تعینات کیا گیا۔ یہاں اکثر ہوائی جہاز گولہ باری کیا کرتے تھے۔ کوہ (Alps) الپس کے نزدیک بڑے زوروں کی لڑائی ہورہی تھی۔ مجھے وہاں جانا پڑا۔ کچھ مہینوں تک بڑی سختی سہنی پڑی۔ پہاڑی علاقے میں خندقوں کی لڑائی بڑی ہی سخت ہوا کرتی ہے۔ مگر جب ہم بارکوں میں آتے تو وہاں بھی وہی حال ہوتا وقت کسی نہ کسی طرح گزارنا ہی پڑتا تھا۔ پہلے چند مہینے تو سخت تکلیف اٹھائی۔ سردی بارش کیچڑ اور بھوک کے مارے مرے جاتے تھے۔ مگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور میرا جوش بالکل کم یا ٹھنڈا نہ ہوا۔ میں جنگ کو ضروری خیال کرتا تھا اور یہ خیال میرا بالکل پکا ہوگیا تھا۔ میں بال بھر بھی بدلنے کے لئے تیار نہ تھا۔

مجھے ہیڈ کوارٹر (Head quarter) میں منشی کے کام پر لگانا چاہتے تھے۔ میں نے صاف انکار کردیا بلکہ جہاں کہیں بہت خطرہ ہوتا میں اپنا سر وہیں ڈال دیتا۔ مجھے اس میں مزہ آتا اور میں ایسا اپنی مرضی سے کرتا تھا مجھے ایسا کرنے سے بڑا فائدہ ہوا۔ مجھے فوراً ترقی مل گئی اور میں (Carporal) ہوگیا۔ اور میرے افسروں نے میرے متعلق یہ لکھا "بینٹو مسولینی بہادری اور دلیری میں ہمیشہ پیش قدمی کرتا ہے" البتہ میرے گزشتہ کارنامے میرے سد راہ بنے۔ حکام کو کچھ نہ کچھ تشویش رہتی اور خفیہ طور پر میری دیکھ بھال کرتے رہتے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے (Dermezzo) درمیزو کے اس سکول میں جہاں افسر کام سیکھا کرتے تھے جانے نہ دیا صرف ایک ہفتہ کی رخصت ملی۔ ادھر پھر خندقوں میں جانا پڑا اور وہاں مہینوں پڑے رہنا پڑا۔ دن رات کا خطرہ مصیبت آخر مجھے تپ محرقہ ہوگیا اور مجھے (Cibidala) کے ہسپتال جانا پڑا۔ جب بخار اترا تو مجھے تھوڑے عرصے کے لئے ایک جگہ (Ferrara) روانہ کردیا گیا۔ تاکہ پوری صحت یابی ہوجائے وہاں سے میں پھر دوبارہ والپس (Alus) کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اندھیری

رات میں جب تارے ٹمٹماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم آسمان کے بالکل نزدیک آپہنچے ہیں۔

میری فوج کو آگر بڑھ کر (Carso) کارسو پر حملہ کرنا پڑا۔ میں اس وقت فوج کے اس دستے میں تھا جو ہاتھ سے بم پھینکا کرتے تھے۔ ہم دشمن کی فوج سے اس قدر نزدیک تھے کہ گولے ہمیشہ ہمارے سروں پر برستے ہی رہتے تھے اور جان ہمیشہ خطرے میں پڑی رہتی۔ تکلیف برداشت کرتے کرتے یہ حالت ہوگئی تھی کہ ہم خطرے کے عادی ہوگئے تھے اور یوں محسوس بھی نہ کرتے تھے۔ کہ جنگ ایک جہنم ہے۔ میں تو بڑے شوق سے اپنا اخبار (Popolod Italia) پڑھا کرتا۔ اسے کچھ دوست میری غیر حاضری میں چلا رہے تھے۔ مجھے اسے چھوڑتے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں ایک عزیز رشتہ دار سے جدا ہو رہا ہوں مگر میں ان دوستوں سے کہہ آیا تھا کہ وہ اس جنگ میں اٹلی کے فریضے اور اس کے مستقبل کے متعلق مضامین لکھتے ہی رہیں اور ہمیشہ جنگ کے حق میں آواز اٹھاتے رہیں۔ میں اکثر ان دوستوں کو خط بھی لکھتا رہتا تھا۔ مگر میں اپنی اصلی احساسات اور خیالات کو ظاہر نہیں کرتا تھا کہ کیونکہ آخر میں ایک سپاہی تھا۔ جس کا کام حکم کو ماننا ہوتا ہے میری تفریح اپنے سپاہی دوستوں اور افسروں کے دل کا مطالعہ ہوا کرتی۔ بعد میں اس قسم کا مطالعہ میرے بہت کام آیا۔ اٹلی کے جس حصے سے بھی سپاہی آتے میں ان سے دلی پیار رکھتا۔ اگرچہ میرا اپنا دل بڑا سخت تھا۔ بہت سے سپاہی ایسا بھی خیال کرتے کہ ہم مشرقی ملکوں میں کیوں لڑائی کے لئے جائیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنے افسروں کا حکم مانتے اور جس طرح وہ کہتے اسی طرح سے کرتے۔ بہت سے افسر کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا ہوا کرتے اور جب وہ پرانے اور تجربہ کار افسروں کا بہادری میں مقابلہ کرتے تو بڑا بھلا معلوم ہوتا۔ کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا کہ اٹلی کے نوجوان بھی بڑے بہادر ہیں۔

اس جنگ میں بہت آدمی مارے گئے' اور خرچ بھی بہت ہوا اور اس قدر سخت جنگ تھی کہ ہم سب حیران تھے۔ پہلے زمانے کی لڑائیاں مثلاً" جو گیرہالڈی کے وقت

میں ہوئیں وہ دوسری طرز کی تھیں۔ موجودہ جنگ میں تو بڑی تیزی سے کام کرنا پڑتا ہے اور لڑائی کا طریقہ ہی بالکل بدل گیا ہے۔ حملہ اور بچاؤ دونوں کا ڈھنگ ہی نرالا ہے مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی تھی کہ میرے ہم وطنوں نے زمانے کی چال کے ساتھ قدم ملایا اور عجیب و غریب فائدہ اٹھایا۔ صدر مقام (Head Quarters) اور دیگر معاون فوجی ادارے خاص کرکے ہسپتال ایسے منظم تھے کہ عقل حیران ہوتی تھی۔ مگر جب کبھی میرا خیال فوجوں سے اٹھ کر اپنے ملک کی سیاسی حالت کی طرف چلا جاتا تھا تو مجھے مایوسی سی ہوجاتی تھی۔ روما میں جو سیاسی ادارے تھے اور جو شخص بر سر اقتدار تھے ان کی حالت دیکھ کر مجھے ڈر سا معلوم ہوتا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پارلیمنٹ کا طرز حکومت کبھی بدلنے والا نہیں ہے اور اس کے نقص دور نہ ہونگے۔ ابھی تک ایسے بہت سے لوگ تھے جو کہہ رہے تھے کہ اٹلی کو جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اور اگرچہ تعداد میں تھوڑے تھے مگر پھر بھی اس خیال کو نہ چھوڑتے تھے اور ہار نہ مانتے تھے۔ بلکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ اس کوشش میں تھے کہ لوگوں کو کہیں کہ اٹلی لڑنے کے قابل ہی نہیں۔ اس قسم کے بے ہودہ خیالات جو جنگ میں حصہ نہ لینے والے لوگوں نے پھیلا رکھے تھے یا جو سیاسیات کو نہ سمجھنے والے بازاری لوگ زیر بحث لاتے رہتے تھے۔ ان لوگوں کو بھی بے حوصلہ کردیتے تھے جن کے لڑکے جنگ میں لڑ رہے تھے۔ سپاہی ہوتے ہوئے مجھے یہ سمجھ نہ آتی تھی کہ رومانیا(Rumania) جس کے پاس چند سینکڑے مشینی توپیں تھیں کس طرح جنگ میں شامل ہوگا۔ یونان جیسا چھوٹا سا ملک مثلاً" کس طرح ترکی کے ساتھ لڑائی کرسکے گا۔ گویا سب فرضی باتیں تھیں۔

میں ہر روز اٹلی کی فوج کے آگے بڑھنے کی خبر سنتا تھا 1916ء میں (Isonzo) آئسنرو کی لڑائی ہوئی (Alps)الپس کی جنگ ہوئی۔ دیگر ممالک سے جو جنگ کی خبریں آتی تھیں ان میں بھی مجھے بڑی دلچسپی ہوتی مثلاً" فرانس میں یا مشرقی ملکوں میں (Dardanelles) ڈاڈنیلز میں شکست ملی یہ بھی میں نے سنا۔ اٹلی کے متعلق تو مجھے

پورا یقین تھا کہ ضرور فتح ہوگی چاہے جنگ کتنا ہی طول کیوں نہ کھینچے - اور اخراجات جنگ ہم پر کتنا ہی بوجھ کیوں نہ ڈالیں مگر آکر ہم فتح یاب ضرور ہوں گے۔ ہماری فوجیں ایسی باقاعدہ آگے بڑھ رہی تھیں کہ دشمن مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتا تھا۔ اگرچہ جنگ بڑی سخت تھی۔ پھر بھی ہمارے سپاہیوں کے اندر کوئی بد نظمی رونما نہیں ہوئی۔ الپس کے میدان میں 1916ء دشمن کا حملہ ہم پر ہوا اسے ہماری فوجوں نے خوب روکا اور کارسو (Carso) کی لڑائی میں جس میں میں بھی موجود تھا۔ ہمارے سپاہی بڑی بہادری سے لڑے۔ ایسے بڑے جنگ میں جہاں ہزاروں کی تعداد میں میرے عزیز بہادر سپاہی مارے گئے۔ وہاں اپنے متعلق انسان کیا لکھے۔

ادھر اٹلی کی سیاسیات کا برا حال تھا۔ اس لئے مجھے وقتاً فوقتاً اخباروں میں اپنے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا پڑ جاتا تھا۔ بہت لوگوں کو خیال تھا کہ میں دفتر میں بیٹھا قلم چلا رہا ہوں اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اٹلی کو جنگ میں ہرگز کامیابی نہ ہوگی۔ ایسی بے ہودہ اور جھوٹی خبروں کی تردید لازمی تھی۔ اسی واسطے میں اپنے متعلق اکثر لکھتا کہ میں کیا کررہا ہوں - اس وقت (Bersagliere) فوج میں میجر کارپورل (Corporal) تھا۔ اور جب سے جنگ شروع ہوئی تھی تب سے فروری 1917ء تک فوج کا سپاہی بن کر لڑتا رہا۔ اور دشمن کا مقابلہ کرتا رہا اور جنگ کا حامی رہا۔ بلکہ کبھی کبھی (Italia Popolod) اخبار کو مضامین بھی جنگ کے حق میں لکھتا رہتا۔ مجھے پورا یقین تھا کہ آخر اٹلی کو فتح نصیب ہوگی - فوجی نظام کے لحاظ سے میں کبھی اپنے نام کے نیچے مضامین نہیں لکھتا تھا۔ بلکہ ایک فرضی نام اختیار کرلیا تھا۔ مجھے دو طریقوں سے لڑنا پڑتا تھا ایک تو فوج کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں اور دوسرے اپنے ہم وطنوں کی کم حوصلگی کے ساتھ بھی لڑائی کرنی پڑتی تھی۔

22 فروری 1917ء جب ہماری فوج (Carso) کارسوکی کی لڑآئی میں بڑے زور سے گولہ باری ہورہی تھی تو ایک ایسا حادثہ ہوا جو تقریباً ہر روز خندقوں کی لڑائی میں ہوجایا کرتا ہے۔ ہماری خندق میں ایک ہاتھ سے چلایا جانے والا بم کا گولہ خود بخود پھٹ

گیا۔ خندق میں کوئی بیس سپاہی تھے۔ سب خندق دھواں دھار ہوگئی۔ اور گرد اٹھی اور بم پھٹنے سے لوہے کی چھریاں اور چاقو نکلے۔ چار سپاہی تو مرہی گئے۔ باقی سخت زخمی ہوئے۔ مجھے جلدی سے (Ronchi) رونچی کے ہسپتال میں لے گئے۔ جو دشمن کی فوج سے تھوڑے فاصلے پر واقع تھا۔ ڈاکٹر (Piccagnoni) اور دیگر سرجنوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ انہوں نے بڑی ہمت سے اور صبر سے کام لیتے ہوئے کوئی چوالیس بم کے ٹکڑے میرے جسم سے نکالے۔ میرا جسم چھلنی ہوگیا تھا اور ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ اور درد تو ناقابل برداشت تھی۔ یہ سب جراحی کے عمل مجھے شیشی سنگھانے کے بغیر ہی کئے گئے ایک مہینے میں ستائیس دفعہ تو جراحی عمل ہوا اور صرف دو دفعہ شیشی سنگھائی گئی۔ ان دنوں جب میں (Ronchi) رونچی کے ہسپتال میں پڑا تھا اور درد سے مر رہا تھا۔ عین ہسپتال پر گولہ باری ہوئی اور ایک طرف عمارت بالکل گر گئی زخمی بیماروں کو فوراً دوسری جگہ لے گئے تاکہ گولہ باری سے بچ جائیں۔ مگر میں تو ہل نہیں سکتا تھا۔ میں کئی دن اسی ٹوٹی پھوٹی جگہ میں پڑا رہا اور گولہ باری جاری رہی۔ کوئی بچاؤ کی صورت نہ تھی پھر بھی آہستہ آہستہ میرے زخم بھرنے لگے۔ مجھے بہت سے ہمدردی کے تار بھی موصول ہوئے اور ایک دفعہ تو اٹلی کے بادشاہ خود بھی تشریف لائے۔ اور انہوں نے سب سپاہیوں سے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا اور مجھے ان کی وہ ہمدردی ابھی تک نہیں بھولتی اور نہ کسی اور کو بھول سکتی ہے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے (Milan) میلان کے جنگی ہسپتال میں لے گئے۔ اگست کے مہینے میں تو میں لاٹھیوں کی ٹیک لے کر چلتا تھا۔ اور کئی مہینوں تک اسی طرح چلتا رہا میری ٹانگیں بہت کمزور ہوگئی تھیں۔ آخر میں اپنے اخبار کے دفتر میں جا بیٹھا۔ روسی شکست پر شکست کھانے لگے اور سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہورہا ہے۔ ادھر اٹلی میں جنگ کے بر خلاف زہر اگلا جارہا تھا۔ ہماری پارلیمنٹ کے ایک سوشلسٹ ممبر نے یہ بری خبر اڑا رکھی تھی کہ سردی سے پہلے پہلے اٹلی خندقیں چھوڑ کا بھاگ نکلے گا۔ ایسے زہریلے خیالات کا مقابلہ کرنا لازمی معلوم ہوتا تھا۔ جب سپاہی پندرہ دن کی رخصت کاٹ کر خندقوں میں واپس آتے تو کچھ بے دلے

سے معلوم ہوتے تھے۔ شہروں میں لوگ عیش و عشرت کی زندگی بسر کررہے تھے۔ ایسے نازک وقت میں اگر لوگوں کے سروں پر حاکم کا ڈنڈہ نہ ہو تو کیسے کام چل سکتا تھا۔ حکومت کا زبردست اور قوی ہونا لازمی تھا۔

میں اس وقت اس زمانے کے حالات پر تنقید نہیں کرنا چاہتا۔ 1917ء میں جو اٹلی کے اندر کی سیاسیات کی حالت تھی۔ وہ نہایت ہی افسوسناک تھی۔ ہماری پارلیمنٹ اور ہماری سوشلسٹ پاٹی ہم کو تباہی کی طرف لے جارہی تھی۔ اور آخر اکتوبر 1917ء کو ہم نے (Caporetto) کیپوریٹو پر شکست کھائی۔ مجھے یہ خبر سن کر بہت ہی رنج ہوا۔ شکستیں تو جنگ میں اور بھی بہت ہوئیں اور یہ کوئی انوکھی شکست نہ تھی۔ مگر اٹلی والوں کے لئے ایک سخت صدمہ تھا - اس شکست سے دشمن (Isonzo) دریائے آئسنزو کی وادی تک آن پہنچا۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو ہم پرانے آسٹریا کی سرحد سے پار جاپہنچے تھے اور عین دشمن کے سرپر جا دھمکے تھے - ہم نے تو (Alps) کے قریب جو حملہ ہوا تھا اسے روکا تھا۔ بلکہ ہم نے(Bansizza) بین سیزا کا علاقہ فتح کرلیا تھا۔ اور دس دفعہ تو (Isonzo) دریائے آئسنزو کے پار جاچکے تھے اس شکست میں ہمیں سخت تکلیف ہوئی۔ اور ہم بڑے آزردہ خاطر ہوئے۔

وقت نہایت ہی نازک تھا۔ ہماری تیسری فوج دریائے آئسنزو کے دوسرے کنارے پر گھری ہوئی تھی۔ اسے بچانا ضروری تھا۔ ہمیں ہر طرح سے (Piave) پائیو پر جمے رہنا چاہئے تھا اور (Grappa) گراپا پہاڑ پر اڑے رہنا تھا تاکہ (Venetian) وینیشین کے شمال میں جو صوبہ تھا اسے دشمن باقی ملک سے جدا نہ کردے۔ آخر کار ہماری فوج نے خوب کیا۔ ایک دم چڑھائی کردی۔ گراپا پہاڑ پر خوب مقابلہ کیا اور دشمن کو دریائے پائیو پر سے پار نہ ہونے دیا۔فوج میں ایک نیا جوش پیدا ہوگیا - اور وہ جوش نمایاں تھا -(Gorzia) گورزیا(Ballluno) بالونو اور (Udine) اودائن کھوکر پھر ہم نے دشمن کا سامنا کیا گویا ہم نے سخت شکستیں کھائیں اور ہمارے سینے پھٹ گئے - مگر جو شکستیں دوسرے ملکوں نے کھائیں اور جو دوسری فوجوں نے مصیبتیں دیکھیں ان

کے مقابلہ پر تو اٹلی پھر بھی اچھا رہا۔ ہم نے تو صرف تین صوبے کھوئے۔ مگر دیگر مقامات پر تو غضب ہی ہوگیا(Masuri Lake) کی لڑائی (Konegberg) کانگ برگ پر حملہ، فرانس کے چودہ اداروں کی تباہی اور بلجیم کی غارت گر قابل ذکر ہیں۔

مجھے اس بات کا فخر ہے کہ ایسے خوفناک وقت میں بھی میرا اخبار اٹلی کی سیاسی زندگی کو اونچا کرتا رہا۔ اور اس کے سپاہیوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ جو لوگ لڑائی سے بچ کر یا زخمی ہوکر واپس لوٹے تھے یا وہ لوگ جو جنگ کے حامی تھے ان کی مدد سے میں نے یہ کہنا شروع کیا کہ اے اٹلی والو لڑو مرو! لڑ مرو میں نے بڑے زور سے مرکزی حکومت سے یہ مطالبہ کیا کہ جو لوگ جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہتے اور جنگ کے بر خلاف آواز اٹھاتے ہیں ان کو سخت سزا دی جائے پھر میں نے والنٹیروں کی ایک فوج تیار کرنے کا مطالبہ کیا اور یہ بھی کہا کہ شمالی اٹلی میں فوج کی بھرتی شروع ہونی چاہیئے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ سوشلسٹ اخبار بند ہونے چاہئیں۔ اور فوجی سپاہیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ پھر میں نے یہ بھی کوشش کی کہ سب لوگ سپاہی کا کام سیکھیں اور اگر ضرورت پڑے تو لڑائی میں جائیں۔ پہلے اخباروں میں اس خیال کو دیا۔ پھر عام جلسوں میں پھر عین میدان جنگ میں جہاں لڑائی ہورہی تھی۔ مجھے اس میں میری امیدوں سے بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ حکومت نے خود اس بیڑے کو اٹھایا اور لوگوں میں جوش بھرگیا۔

سردی تو اس طرح سے گزر گئی۔ اب موسم بہار آیا۔ اٹلی کے سب لوگ لڑائی میں جانے کے لئے تیار ہوگئے اور جھٹ (Piave) پیو اور گراپا(Grappa) پر جاپہنچے۔ آخر ایک قوم کی قوم جاگ اٹی اور سپاہی اور ان کے قبیلے سب قومیت کے خیال میں مست ہوگئے۔ گویا اٹلی اپنے قومی فرض کی ادائیگی میں ہر طرح کی قربانی کرنے کے لئے تیار تھا۔

1910ء میں ہم ایک زبردست فوج لے کر (Piave) جانے کے لئے تیار تھے۔ والنٹیروں کی فوج جو (Arditi) کے نام سے مشہور تھی سیدھی پہاڑ پر چڑھ گئی اور

ہاتھ سے پھینکنے والے بمب اور تلواریں لئے اپنی بے مثل بہادری دکھانے لگی۔ سب یہ ہی چاہتے تھے کہ (Caperetto) کیپورٹیو کی شکست کا دھبہ دھودیا جائے۔ جہاں ہماری فوجیں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ ہم وہیں پہنچے۔ ہمارے بہت سے سپاہی لڑائی میں کام آچکے تھے۔ ہم نے جیسے کیسے حملہ کردیا اور دشمن کو دریائے (Piave) سے پار اترنے نہ دیا۔ اوپر سے ہمارے ہوائی جہاز موقعہ دیکھ کر بمب برسانے لگے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اٹلی ضرور فتح مند ہوگا - بہت بہادر لوگ ضرورت کے وقت نکل کھڑے ہوئے اور جون کے شروع میں ہی دشمن پر چڑھائی کردی گئی۔

ہمارے خفیہ محکمے نے ٹھیک وہ وقت معلوم کرلیا۔ جب دشمن حملہ کرنے والا تھا۔ فوجی قاعدوں کے مطابق ہمارے اعلیٰ افسروں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ دشمن کی فوج پر چھاپا مارا جائے اور ابھی فوج تیاری ہی کر رہی تھی کہ ہمارے سپاہیوں نے چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا۔ اور چپکے سے ان پر جاپڑے۔ دشمن کی سب تجویزیں دھری رہ گئیں دریائے (Piave) کے اوپر جب وہ پل ڈالنے لگے تو ہماری فوج پل نہ ڈالنے دیتی تھی اور ان کو توڑ ڈالتی' مقام (Sel Montello) سل مانتیولو جہاں سے دشمن ہم پر وار چلانا چاہتا تھا۔ اسے ہم نے مضبوط قابو میں رکھا - غرض لڑائی برابرہوتی رہی کبھی ہم حملہ کرتے اور دشمن جواب دیتا اور کبھی دشمن حملہ کرتا اور ہم جواب دیتے۔ تین دن بعد دشمن کو پورا یقین ہوگیا کہ اٹلی کی فوجیں تو ایک نہ ٹوٹنے والی دیوار کی طرح ہیں۔ ان پر فتح پانی کوئی خالہ جی کا گھر نہیں - ایک مقام Zouzon کے نزدیک دشمن کی فوج دریا پار کرکے ایک جگہ Treviso تک پہنچی - مگر پھر ہماری فوج نے انہیں دریائے پائیو کے پار پہنچادیا۔ دشمن کا بڑا نقصان ہوا کیونکہ دریا چڑھا ہوا تھا پل بھی ٹوٹ گئے اور بہت سے سپاہی دریا میں بہہ گئے اس بڑی لڑائی کے شروع ہونے سے پانچ دن بعد یعنی 23 جون ہمارے افسروں نے لکھ بھیجا کہ خوب مقابلہ ہورہا ہے۔ اور مجھے بھی احساس ہوا کہ ہم ضرور جیت جائیں گے۔ میرا اب تک یہ خیال ہے کہ جنگ عظیم Piave کی لڑائی ایک فیصلہ کن لڑائی کا حکم رکھتی تھی۔ دشمن کا بے حساب نقصان ہوا۔ کوئی ایک

لاکھ کے قریب ہنگری کے سپاہی لڑائی میں کام آئے (Budapest) بوڈا پسٹ میں تو قیامت ہی مچ گئی۔ آسٹریا کی سلطنت میں تو بہت سے قومیں شامل تھیں۔ اس بات پر بحث ہونے لگی کہ ہر قوم کس تناسب سے لڑائی میں قربانی دے۔ چنانچہ آپس میں جھگڑا ہوگیا۔ یہ خبر(Austria) آسٹریا' ہنگری سے اٹلی پہنچی جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہاں خانگی معاملات گڑ بڑ ہیں مگر دشمن کی فوج ابھی اڑ رہی تھی اور ہمارے دو صوبے جو ابھی تک ان کے قبضے میں تھے وہاں پر دشمن بدلہ لینے کے لئے سختی سے کام لے رہا تھا۔

ٹھیک ان دنوں جب اٹلی جیت رہا تھا۔ ہمارے ملک کی سیاسیات بگڑ رہی تھی بعض لوگ خرابی کر رہے تھے۔ ایسے لوگوں کی حرکتیں بند کرنی ضروری معلوم ہوتی تھیں وہ لوگ کہتے تھے کہ جنگ ایک وحشیانہ حرکت ہے۔ اور یہ کوششیں ہو رہی تھیں کہ اٹلی کے لوگوں کو اپنے قومی حقوق ملنے چاہئیں۔ مگر اٹلی تو آسٹریا کے زیر حکومت تھا۔ اور ان میں قومیت کا خیال تو موجود ہی نہ تھا۔ لوگوں کو تو سو برس سے زیادہ عرصہ ہوچکا تھا کہ ظلم تلے روندے جارہے تھے۔ اگرچہ ہم کو فتح نصیب ہونے والی تھی۔ مگر اصل فتح تو تب ہوتی جب ہمارے سپاہی (Vienna) پہنچ جاتے اور یہ خیال نہ کرتے کہ ہم آسٹریا کے محکوم ہیں۔

اٹلی کے مشاہیر بھی جن کے قومیت کے متعلق خیالات پرانے اور دقیانوسی تھے۔ اکثر اس نازک وقت میں اس سوال کو اٹھاتے اور آسٹریا کا ساتھ دیتے اور کہتے اٹلی میں قومیت ہے کہاں اور ایسا کہنے سے ہمارے قومی احساسات کو ٹھیس لگاتے رہتے۔ بلکہ خود اٹلی کے لوگ کہنے لگ گئے کہ جب اٹلی کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ میرے جیسے لوگ رنگ میں بھنگ ڈال دیتے ہیں اور ویسے لوگ بڑے خود غرض ہیں۔

گرمیاں بھی گزر گئیں اور اکتوبر 1918ء کو ہمارے فوج افسروں نے جن کے حکم کے نیچے اکیاون اٹلی کی پلٹین جن میں تین ولائتی' دو فرانسیسی' ایک امریکن اور چند ایک (Czechoslavakia) زیکو سلاویکیا کے والنٹیر بھی شامل تھے۔ یہ فیصلہ کیا کہ آسٹریا کی فوجوں پر آخری ہلہ بول دینا چاہئے۔ یہ تجویز تو نہایت اچھی تھی۔ مقام

(Sernaglia) کے قریب ہماری فوج نے دشمن کی فوج میں رخنہ کردیا۔ اور پار نکل گئی۔ پھر ہم نے دائیں اور بائیں سے گھیرا ڈالا۔ سپاہیوں کی ہمت اور افسروں کی لیاقت نے مل کر دشمنوں کا دم توڑ دیا۔ اور ہمیں بڑی بھاری فتح ہوئی۔ بہت سی توپیں اور جنگ کا سامان ہمارے ہاتھ پڑا۔ اور کئی قیدی ہمارے ہاتھ لگے۔ آسٹریا ہنگری کی فوج کو مکمل شکست ہوئی۔ ادھر بحری لڑائی میں بھی اسے بہت نقصان ہوا۔ ہم Trieste پہنچے اور ہم نے (Trento) ٹرینٹو پر قبضہ کر لیا۔

یہ فتح صرف جنگ کی معمولی فتح نہ تھی بلکہ ایک طرح ہمارے سارے ملک کی فتح تھی۔ ایک ہزار برس کی غلامی کے بعد ہم جاگ اٹھے تھے۔ اور اپنی اخلاقی اور روحانی بہادری کا پکا ثبوت دے رہے تھے۔ ہم پھر سے اپنی قدیم بہادری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اور ہم میں حب الوطنی جوش مار رہی تھی۔ نئے یورپ میں ہم ایک وزن دار ملک ہونے والے تھے۔ اٹلی کے نوجوان خوشیاں منا رہے تھے۔ کیونکہ ہاتھ سے گئے ہوئے شہر پھر اٹلی کا حصہ بنے۔ جیسا کہ ہمار شاعر (Dante) ڈانٹے چودھویں صدی میں پیش گوئی کر گئے تھے۔ ملک کے سب گرجوں میں گھنٹے بج رہے تھے۔ اور خوشیاں منائی جارہی تھیں۔ کہ شکر ہے جنگ ختم ہوئی۔ اور اٹلی فتح مند ہوا۔ جنگ کو ناپسند کرنے والوں کی کوششیں رائیگاں گئیں۔ روس تو برباد ہی ہوگیا۔ مگر ہمیں پوری فتح ہوئی۔ کوئی خاندان نہ تھا جس میں کا کوئی نہ کوئی عزیز جنگ میں زخمی ہوا ہو یا مارا نہ گیا ہو۔ بیوہ اور یتیم بڑے فخر سے اپنے لواحقین کے کارنامے بیان کرتے تھے۔ ان کے چہروں سے غم اور خوشی نمایاں تھی۔ (Trento) اور Trieste تو ہمارے ہو ہی چکے تھے۔ Fuimo فیوم نصف فتح ہو چکا تھا۔ اور (Dalmatia) فتح ہونے ہی والا تھا۔

اٹلی کے لوگ خوشی کے مارے جامے میں پھولے نہ سماتے تھے کیوں نہ ہوتا۔ لڑائی جیتے تھے۔ جنگ نے بڑا ہی طول کھینچا' خرچ بھی بے حد ہوا اور ہمارے جلدی جیتنے کی امید بالکل نہ تھی۔ مگر فتح نے ہمیں ہمت بندھا دی اور ہم نہ صرف ان کی جو لڑائی میں کام آئے تھے عزت کرتے تھے بلکہ اپنے ہم وطنوں کو اٹھانے کے کام میں لگ

گئے۔ اکتوبر 1918ء سے لے کر دسمبر تک اٹلی والوں نے ترقی کے راستے پر پورے زور سے قدم رکھ دیا۔ لڑائی نے ہمارے دلوں میں ایک عجیب شاعرانہ غم پیدا کردیا تھا۔ اور ساری قوم اس کے زیر اثر تھی۔ مجھ پر تو وہ اثر بہت ہی زیادہ تھا۔

فتح ہمیں اتنی مشکلوں سے نصیب ہوئی تھی اور ابھی جنگ کی بھٹی سے نکلے ہی تھے اور ہماری قوم ایک طرح سے آزاد ہونے کی حیثیت میں امریکہ سے بھی عمر میں چھوٹی تھی اور جنگ کے اخراجات نے ہمیں پیس دیا تھا۔ اس پر ہم سے بڑی دغا بازی کی گئی۔ ورسائل (Versoilles) کے عہد نامے میں جو اٹلی کو دیا گیا وہ ظاہری ہے۔ جنگ عظیم میں اٹلی نے جو قربانیاں کیں ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

چھ لاکھ باون ہزار سپاہی مارے گئے۔ چار لاکھ پچاس ہزار کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے۔ اور کام کاج سے رہ گئے۔ دس لاکھ زخمی ہوئے۔ غرضیکہ ہمارے ملک میں کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس نے جنگ کے زمانے میں جو اکتالیس مہینے تک ہوتی رہی ایک نہ ایک آدمی ملک کی خاطر قربان نہ کیا ہو یا لڑائی کی بھٹی میں نہ جھونکا ہو۔ دس سال بعد بھی بے ہاتھ پاؤں کے آدمی زخمی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے کثرت سے نظر آتے تھے۔ اورلوگ ان کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ہم نے بہت سی خانگی تکلیفات اور انقلابات دیکھے ہیں۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ (Stelvio) ستیلویو پہاڑ سے لیکر سمندر کے کنارے تک ہرجگہ جنگ میں مارے گئے سپاہیوں کی قبریں بنی ہوئی ہوں۔ اب تو ان کے نشانات اڑتے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی ان قبرستانوں میں ہمارے ملک اور قوم کی تاریخ بند ہے۔ یہ بات میں کبھی نہیں بھولتا۔

میں لڑائی کا بڑا زبردست حامی رہا ہوں۔ میں اٹلی کا باشندہ ہونے کی حیثیت میں اور سپاہی بن کر بھی دل و جان سے لڑا۔ اور میں نے فتح مند ہونے کی خوشی بھی دیکھی۔ میں جنگ کے بعد کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور میں نے لوگوں کو بے چین بھی دیکھا۔ مگر ہر حال میں چاہے میں غم زدہ ہوں یا خوش ان لوگوں کی یاد جو جنگ میں کام آئے میری زندگی کے لئے وہی کام کرتی تھی جو روشنی کا مینار جہازوں کو سمندر میں

راستہ دکھانے کے لئے کرتا ہے۔ یہ بہادر سپاہی ملک کے ہر حصہ سے اور ہر پیشہ سے بھرتی ہوئے تھے۔ بلکہ بعض تو دوسرے ممالک کی رعایا تھے۔ یا دوسرے ملکوں میں جا کر بسے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے ملک کی خاطر جانیں قربان کیں۔

قومیں دوسری قوموں کے برابر سر تب ہی اٹھا سکتی ہیں اور بڑی تب ہی کہلا سکتی ہیں جب وہاں کے باشندے اپنے سربلی دان کریں۔ اور اپنے ملک کی خاطر جانیں قربان کریں۔ جنگ انسان کے جسم و جان و دل پر عجیب اثر ڈالتا ہے۔

مجھ پر تو جنگ نے جب میں جوان ہی تھا۔ عالم انسانی کا اصلی راز کھول دیا۔

○○

تیسرا باب

راکھ اور انگارے

آخر لڑائی ختم ہوگئی مگر ختم ہونے کے بعد دو سال یعنی 1919ء اور 1920ء میرے ملک کے لئے نہایت ہی خوفناک اور پردرد ثابت ہوئے ایک تو ہمارے اندر پھوٹ تھی اور اٹلی کبھی متحد ہونے والا معلوم نہ ہوتا تھا۔ اور ہماری یہ بیماری بڑھتی ہی جاتی تھی۔ بہت سے ایسے واقعات ظہور میں آرہے تھے جن سے ہماری قومی زندگی کو بڑا خطرہ تھا۔ اور وہ زیادہ تر سیاسی واقعات تھے۔ اقتصادی نہ تھے۔ میرا اشارہ اس تحریک کی طرف ہے جو 1894ء میں مقام (Gassai) گاسی جوا Sicly میں سے شروع ہوئی اور پھر Milan میلان میں 1898ء کو اسی وجہ سے خونریزی بھی ہوئی مگر وہ واقعات تو مقامی تھے۔ اور ان سے یہ گمان نہ ہوسکتا تھا۔ کہ اٹلی کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے گا۔ مگر 1919ء اور 1920ء کے واقعات میں تو ایسے زہریلے جراثیم موجود تھے۔ کہ اگر ان کا انسداد نہ کیا جاتا تو اٹلی کی قومی زندگی بالکل تباہ ہوجاتی۔

سب معاملے پر دوبارہ غور کیا گیا۔ ہم نے اپنی ساری سیاسی مشین کے پرزے علیحدہ علیحدہ کردیئے اور انہیں بڑی اچھی طرح دیکھا بھالا۔ چنانچہ بادشاہ سے لے کر پارلیمنٹ تک اور فوج سے لے کر اٹلی کے مقبوضات تک نظر دوڑائی اور سرمایہ دارانہ نظام سے لے کر (Communist) کمیونسٹ تجاویز پر غور کیا گیا تاکہ ہمارے مختلف صوبوں اور علاقوں میں یکجہتی اور یگانگت پیدا ہوا بلکہ سلسلہ تعلیم سے لے کر پوپ کے دینی نظام تک پر بھی دھیان دیا۔ مگر جس اتفاق اور اتحاد کو ہم قائم ہوا دیکھنا چاہتے تھے

بھلا وہ کہاں ہوسکتا تھا۔ جنگ میں لڑنے والے سپاہی اور زخمی جو وہاں سے لوٹے تھے۔ وہ اتحاد کا خواب ہی دیکھتے رہے۔ مگر اس خواب کے درخت کے پتے سب گر چکے تھے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے ملک کا شیرازہ بالکل بکھرا ہوا ہے ہمارے پاس نہ کوئی بہادری اور نہ کوئی سیاسی فلسفہ رہ گیا تھا۔ جن سے ہم آپس میں مل بیٹھتے اور ہماری خستہ و خراب حالت نہ ہوتی۔ گویا مجھے تو ہر طرف تباہی اور بربادی ہی نظر آرہی تھی۔

جنوری 1919ء کو (Socialist) سوشلسٹ گروہ نے جو جنگ کے وقت چپ بیٹھے تھے۔ صلح ہوتے ہی بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اور خرابی کرنے لگے۔ میلان (Milan) سے میونسپل کمیٹی نے جس میں سوشلسٹ اکثریت تھی۔ اپنے سوشلسٹ بھائیوں کو (Vienna) وینا میں ہمدردی کا پیغام بھی بھیجا۔ اور کمک بھی دی۔ ادھر سے (International) بین الاقوامی اخوت کے خیال نے سر اٹھایا۔ (Triest) ٹریسٹ کا شہر جو اب اٹلی کے حوالے ہوگیا تھا وہاں ایک سوشلسٹ مسمی (Pittoni) پتونی نے شہر کی درستی میں بڑی مدد دی۔ ہمارے بہت سے دیگر شہروں میں ہمارے پرانے دشمنوں یعنی آسٹریا اور ہپس برگ کے غریب بچوں کی بڑی خاطر تواضع ہوا کرتی تھی۔ جہاں ہمارے اپنے غریب بچوں کو کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔ غرض اس طرح کے کئی اور لوگ بھی تھے۔ مثلاً (Giolitti) گیولٹی کے پیرو جو یہ چاہتے تھے کہ اٹلی کو جو فتح نصیب ہوئی تھی اس کی یاد اور اس کی خوشی ہم بالکل بھول جائیں۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ وہ لوگ کون ہیں جو ہماری ذلت چاہتے ہیں ان میں جرمنی اور آسٹریا کے جاسوس اور روس کے فتنہ انگیز اور خفیہ طور پر مدد دینے والے سب لوگ شامل تھے۔ اور چند ہی مہینوں میں انہوں نے اٹلی کے لوگوں کو تباہ کردیا۔ جنگ کے بعد جو اقتصادی بربادی سب دنیا پر آئی۔ اٹلی اس سے کس طرح بچ سکتا تھا۔ جو سپاہی جنگ سے میری طرح واپس آئے۔ انہوں نے اکثر گھر تو جانا ہی تھا۔ اور ان کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ سردی کا موسم تھا۔ تن پر کپڑا نہیں اور گھر میں کوئی کام نہیں۔

اب کریں تو کیا کریں وہ فوجیں جو لڑائی میں بہادری سے لڑی تھیں۔ جب اپنے اپنے جھنڈے لے کر واپس لوٹیں تو ان کی بڑی بے قدری ہوئی۔ کوئی ان کے جھنڈوں کو سلام تک نہ کرتا تھا۔ آخر وہ فوجیں لڑائی جیت کے آئی تھیں۔ ان کا کچھ تو استقبال کرنا ضروری تھا۔ اب پھر مجھے اور میرے دوستوں کو یہ احساس ہوا کہ لوگ چاہتے ہی تھے کہ جنگ کا کھیل ختم ہو اور وہ جیتنے کی اتنی پرواہ نہ کرتے تھے۔ جتنا انہیں اس بات کا خیال تھا کہ نقصان نہ پہنچے۔ اب وہ اپنے کانوں اور دل سے بھی یہ باتیں سن کر خوش ہوتے تھے کہ صلح اور انسانیت اور بین الاقوامی اخوت اچھی چیزیں ہیں۔ رات پیشتر اس کے کہ میں سوجاتا' میں یہی سوچتا رہتا کہ لوگوں کی اس روش کو کو کس طرح روکا جائے۔ فتح پاکر بھی وہ اپنے قومی مفاد کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے' اور دن بدن گراوٹ کی طرف جارہے تھے۔ مرکزی حکومت بھی اس کمزوری کی روک تھام کرنے سے عاجز تھی۔ سیاسی لوگ اور سمجھدار بھی' وہ لوگ جنہوں نے جنگ کے زمانے میں خوب اپنا گھر بھر لیا تھا' اور وہ لوگ جن کو نقصان ہوا تھا' وہ لوگ جو جنگ کے حامی تھے' اور ایسے جاسوس اور فتنہ پرداز لوگ جو روپیہ کماتے تھے' اور جو لوگ غیر ممالک سے روپیہ لے کر کام کرتے تھے' ان سب نے مل کر چند مہینوں میں پوری قوم کا ستیا ناس کردیا۔ مجھے تو اپنی قوم کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر سخت رنج ہوتا تھا۔ اور مجھے ایسا خیال آتا' کہ بس اب ہم ختم ہو لئے۔

مرا دل بڑی گھبراہٹ میں رہتا اور میں غصہ کے مارے مرا جاتا تھا' اور مجھے خطرہ سامنے کا نظر آتا تھا۔ کچھ دل جلے لوگ میرے ہم خیال بھی تھے۔ مگر بہت تھوڑے۔ میرا سب سے پہلا اور ضروری فرض یہ تھا کہ میں غداری کے بر خلاف جہاد شروع کروں۔ کچھ میرے ہم وطن جو عقل کے اندھے تھے' اپنے ذاتی مفاد کی خاطر(Allies) کے ہتھے چڑھ گئے۔ یہ لوگ اپنے ہی ملک کے بر خلاف ہوگئے۔ لنڈن کے معاہدے کے مطابق (Dalmatia) ڈلمیشیا کا علاقہ جو در اصل اٹلی کا ایک حصہ ہی تھا' اور ہم میں ہی شامل تھا' یہ علاقہ دیر سے اس بات کا منتظر تھا کہ کب جنگ

ختم ہو' اور اٹلی کو فتح نصیب ہو تو میں اپنے وطن سے ملحق ہوں' اور وینس اور روما کا ہم عصر بنوں۔ مگر اسے اٹلی سے علیحدہ کیا گیا۔ دوسروں نے کہا اجی جانے دو اور جہاں (Wilson) صاحب جیسے عہد نامے گھڑنے والے ہوں وہاں پھر کیا تھا۔ وہ کیا جانتے تھے' کہ اٹلی کیسا ملک ہے' یہ غداری تو ان کے سر پر ہے۔ رہا فیوم (Fuime) اس شہر کے لوگ اٹلی کو بہت پیار کرتے تھے اور بازاروں میں مظاہرے بھی کرتے تھے۔ کہ ہم اٹلی سے جدا نہ ہونگے۔ اس شہر کے لوگوں نے جنگ میں ہر طرح مدد دی تھی۔ مگر یہاں بین الاقوامی فوج رکھ دی گئی۔ ایک اور شہر جس کا نام (Sesana) تھا اور (Trieste) ٹریسٹ سے کوئی بیس کلو میٹر کے فاصلہ پر تھا اور اسے ہم نے لڑائی میں فتح کیا تھا۔ اسے آسٹریا کی سرحد میں داخل کرنے لگے تھے۔

الغرض جس قوم نے فتح حاصل کی ہو اسے اس طرح بے رحمی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ایک نہایت ہی افسوسناک واقعہ تھا۔ اور پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ 1919ء کے شروع میں تو اٹلی کے سیاستدان سب اس کوشش میں تھے کہ جو فتح کا ماحصل ہے۔ اسے بالکل برباد کردیا جائے۔ گویا کہ وہ اٹلی کی جائز حدود کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔ ان کے چھ لاکھ سپاہی جو جنگ میں مارے گئے' اور دس لاکھ جو زخمی ہوئے تھے۔ ان کو کوئی خیال نہ تھا۔ گویا ان کا خون بہانا تو رائیگاں گیا۔ یہ سیاسی لیڈر اغیار کے احساسات کا لحاظ کرتے تھے اور زہریلے خیالوں کے معتقد تھے۔ مادر وطن کا خون کرنے میں اٹلی کے وہ لوگ شامل تھے۔ جن کی عقل ماری گئی تھی۔ یا کچھ سوشلسٹ خیال کے تھے۔ چنانچہ جب (Fascist) فاشسٹ انقلاب ہوا تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہایت درجے کی نرمی برتی گئی۔

اس گراوٹ کی روک تھام کے لئے میں نے از حد کوشش کی۔ میں کہتا تھا کہ اٹلی کی سرزمین ہماری ہے۔ چنانچہ مجھے خانگی سیاسی جھگڑوں سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ یہ سب بد نظمی کی وجہ سے خرابی ہورہی تھی۔ بین الاقوامی اکھاڑے میں اترنا اور جو کچھ ہاتھ لگے وہ لے لینا اس میں تو اور بھی خطرہ تھا۔ مجھے یہ معلوم تھا کہ اندر کی خرابی تو

حکومت مضبوط ہونے پر رفو چکر ہوجائے گی اور سوشلسٹ اور دیگر خیالوں کے لوگ مثلاً" جو جنگ کے حامی نہ تھے' اور فتنہ کھڑا کرنا چاہتے تھے' ان کا تو کوئی پتہ بھی نہ چلے گا۔ میں تو ایسے لوگوں کو خوب جانتا تھا' سب زمانوں میں ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے' یہ لوگ بڑے بز دل ہوا کرتے ہیں۔

چنانچہ صلح ہونے کے کچھ مہینے بعد 16 جنوری 1919ء اتوار کے دن ایک واقع ہوا۔ جس سے میرے دل کو بڑی بے چینی ہوئی۔ میں نے میلان کے شہر میں ایک سوشلسٹ جلوس دیکھا' ان کے ہاتھوں میں بے شمار لال جھنڈیاں تھیں' اور آگے آگے تیں بینڈ باجے جا رہے تھے' اور جنگ کے بر خلاف آواز دے رہے تھے ۔ اس جلوس میں عورتیں بچے اور' 'روس' جرمنی اور آسٹریا کے لوگ سب شامل تھے' اور شہر کے بیچوں بیچ میں سے گزر رہے تھے۔ آخر یہ جلوس شہر کے عین درمیان میں پہنچ کر ایک بڑے میدان میں جلسہ کرنے لگ گیا۔ بڑے زور سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ جو لوگ لڑائی سے بھاگے تھے ان کو رہا کردو اور اراضی کی تقسیم کا بھی مطالبہ کرتے تھے۔ اس وقت میلان کا شہر جیسے کہ اب بھی مزدوروں کا گڑھ ہے۔ اس شہر میں میں بہت مدت رہا ہوں' اور 1914ء اور 1915ء کے شروع میں جب جنگ بڑے زوروں پر تھی' میں وہاں ہی تھا اور خیالی جنگ میں مشغول تھا۔ اس شہر کا رویہ بڑا بہادرانہ ہے۔ حب الوطنی کا خیال دوسرے شہروں کی نسبت یہاں زیادہ موجزن تھا اور جنگ کی تیاریاں بھی خوب رہی تھیں۔ اب جب اٹلی فتح مند ہوچکا تھا' تو یہ شہر بھی جس نے جنگ کے لئے دس ہزار والنٹیر دیئے تھے' بزدلی کے عارضے سے بیمار ہو رہا تھا' کہ لوگ کس دلدل میں پھنس رہے تھے اور عام لوگوں کی حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔

جب جلوس بازاروں میں سے گزر رہا تھا تو بڑے بڑے دوکاندار اور ہوٹلوں والے اپنے دروازے اور کھڑکیاں بند کر رہے تھے اور پردے گرا رہے تھے' ان کے چہروں سے فکر اور ڈر کے آثار نمایاں تھے اور انقلاب پسند مزدور ان نظاروں کو دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے حکومت نے تو ایسی غیر ذمہ داری کے کام کرنے والوں کو

روکنے کا بالکل انتظام نہ کیا۔ اٹلی کا تین رنگ والا پیارا پیارا جھنڈا ان لوگوں کی آنکھوں میں کانٹابن رہا تھا۔ لوگ بھی جلدی جلدی یہ جھنڈے اتارتے جا تے تھے۔ ایک شرمناک واقعہ جو ان دنوں ہوا' مجھے ابھی تک یاد ہے ایک عورت جو مدرسے میں پڑھایا کرتی تھی۔ اٹلی کے جھنڈے کو بچانے کی خاطر دوڑی ادھر سے ایک ہجوم (Communist) کمیونسٹ لوگوں کا آرہا تھا' یہ عورت سرخ آنکھیں کرکے ان کے سامنے جاکھڑی ہوئی' اور جان کو خطرے میں ڈال دیا۔ یاد رہے کہ جب وقت بدلا اور زمانہ پلٹا تو اسی نیک عورت کو بہادری کے لئے سونے کا تمغہ انعام ملا' اور وہ زمانہ تب آیا جب میں بر سر اقتدار آیا۔

اخبار (Popolod Italia) جو میں نے جاری کیا تھا اور جس کا میں مدیر تھا' برابر لڑتا جھگڑتا رہتا' آئے دن مضمون چھاپتا اور جس بازار میں چھپتا' وہاں تو پولیس اور فوجی سپاہی ہمیشہ تعینات رہتے۔ ہمارے دفتر کے ملازم باہر جاتے تو سپاہی ساتھ ہوتے۔ گویا حکومت ہماری حفاظت کری تھی۔ ہماری جانیں خطرے میں تھیں۔ اس اخبار کی حکومت ہمیشہ جانچ پڑتال کرتی رہتی' اور سیاسی جدو جہد کے متعلق جو ہمارا اخبار لکھتا تھا اسے چبانا چاہتی تھی۔ ہمارے اخبار کی خاطر حکومت نے دوبارہ (Censor) جاری کیا۔ پارلیمنٹ کے ایک سوشلسٹ ممبر نے اندر ہی اندر کوشش کی کہ اخبار پر تحقیقی کمیٹی بٹھائی جائے' مگر لوگوں نے اس کا بڑا مذاق اڑایا۔ جس دن جلوس نکلا تھا اس کے دوسرے دن ہی میں نے ایک مضمون لکھا' جس کا عنوان یہ تھا ''ایک حیوان کے واپس آنے کے بر خلاف'' اور یہ قصہ برونو (Bruno) کی مشہور کتاب سے لیا گیا تھا۔ یہ مضمون 18 فروری والے پرچے میں شائع ہوا اور اس کے آخر کے لفظ یہ تھے۔

'' جنگ جو کہ اب ختم ہوچکی ہے۔ اور جس میں ہم فتح مند ہوئے ہیں۔ اگر اب بھی کچھ لوگ اس کے بر خلاف ہیں اور شکی طبیعت کے ہیں تو ہم جو اس کے حامی تھے اور اس جنگ میں فتح یاب ہوئے' بڑے زور سے پکار کر کہیں گے کہ اے گیدڑو پیچھے کھڑے رہو۔ جو لوگ لڑائی میں کام آئے اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک بڑا ستون بن

جائے گا' جو آسمان تک پہنچ جائے گا۔ سپاہی جو کام آئے وہ سب کے تھے ' اور کسی کے بھی نہ تھے' ان بچاروں کا کیا جائے' وہ تو کسی پارٹی سے تعلق نہیں رکھتے تھے وہ تو وطن کے ساجھے تھے۔ ان کو تو ہم اب کسی زمرے میں داخل کرنے سے رہے۔ ان کو ہمارے سیاسی جھگڑوں سے کیا مطلب' ایک سپاہی جو جنگ میں کام آیا ہے وہ اٹلی کے سارے سوشلسوں سے زیادہ قیمتی ہے جو جان دینا جانتے تھے۔ ان میں ہزاروں بہادری سے میدان جنگ میں لڑے۔ وہ کیا کہتے ہونگے کہ یہ گیدڑ ہماری ہڈیاں قبروں سے نکال رہے ہیں۔ کیا اتنے بہادروں کے خون کی قربانی بے ثمر رہ جائے گی۔ ہرگز نہیں اے ہمارے مردوں سپاہیو! یاد رکھو کہ ہم جیتے ہیں' ہم تمہاری خاطر لڑ مریں گے چاہے ہمیں اپنے شہروں کے بازاروں کے اندر خندقیں کیوں نہ بنانی پڑیں۔"

اس مضمون کا شائع ہونا تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ حشر برپا ہوگیا ہے' لوگ ادھر ادھر بھاگے کچھ ہمارے میں آملے اور کہنے لگے کہ کون خوامخواہ جھگڑا مول لے اور بہت سے میرے اخبار کے جھنڈے تلے آگئے۔ اب ہمیں اپنے خیالوں کو نظام دینا پڑا تاکہ وہ بین الاقوامی اور خانگی سیاسی معاملات کا دم بھرتے پھرتے تھے ان سے ہوشیار ہوجائیں۔ ہمیں ایسے خیالات کا جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے رہتے تھے' مقابلہ کرنا تھا۔ کیونکہ جو جنگ میں فتح حاصل ہوئی تھی اس کو ان خیالوں کے لوگ بالکل نہ سمجھے تھے۔

ہمارا وفد جو پیرس میں تھا' اس کا برا حال تھا ہمارے (Allies) کے سیاستدان اپنی لیاقت اور ناانصافی سے وفد کا گلا گھونٹ چکے تھے ہمارے اندر کی خانہ جنگی نے ہمارے وفد کے پاؤں کمزور کر دیئے ہوئے تھے۔ جو علاقے اٹلی کو ملنے چاہئے تھے۔ ان علاقوں میں یاس چھا رہی تھی۔ بڑا ہی نازک وقت تھا۔ ہم مٹھی بھر کیا کرسکتے تھے' کس کس کے ساتھ لڑتے۔

ہم نے ایک تو اپنے ملک کی اندرونی حالت سدھارنی تھی اور جو لوگ جنگ کے حامی رہے تھے اور ملک پر نثار تھے' ان کو متحد کرکے انہیں زور دار بنانا تھا' یعنی میرے

جیسے خالص ملک کے محبوں کو ایک جگہ جمع کردینا تھا۔ دن رات سوچ بچار کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اخبار کے ذریعے اٹلی موجودہ خرابی کو بالکل روک دینا چاہئے۔ چنانچہ 23 مارچ 1919ء میلان میں میں نے فاشٹ تحریک کے جنگی پروگرام کی بنیاد ڈال دی۔ اس شہر کے ایک مقام (Plaza Sepaero) پلازہ ایس سپولیرو میں ہمارا پہلا جلسہ ہوا میلان کے سوداگروں اور دوکانداروں کی ایسوسی ایشن (Association) نے ہمیں یہ ہال دیا تھا۔ تنظیموں نے بڑی بحث کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہال جلسے کے لئے دیا جائے۔ ہم لوگوں نے اس بات کی ذمہ داری اپنے سر پر لی کہ کوئی خرابی یا بد نظمی نہ ہوگی۔ اس شرط پر ہمیں آخر ہال مل ہی گیا۔ جلسہ بالکل سیاسی تھا۔ میں نے پہلے سے ہی اپنے اخبار (Popolod Italia) میں اشتہار دے رکھا تھا۔ ایک نئی تحریک کی بنیاد رکھی جارہی ہے۔ اور جنگ میں فتح مند اور قومیت کے بر خلاف جو لوگ زہر اگل رہے ہیں' ان کے قلع قمع کے لئے ایک نیا پروگرام اور طرز عمل قائم کیا جائے گا۔ میں نے ہی اخبار میں مضامین لکھ لکھ کر اس مشہور جلسے کے لئے ایک ماحول تیار کروایا تھا۔ غرضیکہ کچھ لوگ جلسے میں آئے۔ میرا ایک ہم خیال دوست بھی اس جلسے میں تھا' اس نے کچھ لوگوں سے جو جلسے کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے' دستخط کروا لئے - دو دن کی بحث مباحثے کے بعد کل 54 آدمیوں نے ہمارے پروگرام پر دستخط کئے۔ اور وعدہ کیا کہ ہم اس تحریک کے اساسی اصولوں کے پابند رہیں گے۔

میں فاشٹ تحریک کو ایک تحریک کہتا ہوں۔ کیونکہ میرے خیال میں ہم کسی پارٹی سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ بلکہ ہم تو خصوصیت سے پارٹی بازی کے بر خلاف تھے۔ ہمارا کسی پرانی پارٹی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

اس تحریک کا نام فاشٹ یا اٹلی کے لڑنے والے فاشٹی ایک بڑا ہی اچھا نام تھا' کیونکہ ہم نے سیاسیات میں جتنے پرانے دقیانوسی پروگرام جو اٹلی کی ذلت کا باعث ہو رہے تھے سب کے ساتھ جنگ کرنی تھی۔ سوشلسٹ تحریک کے بر خلاف تو ہماری لڑائی ایک ادنی سی لڑائی تھی۔ ہم نے بہت سارے مرحلے طے کرنا تھے۔ سب پہلے وقتوں کی پارٹیاں

بے کار ثابت ہوتی جاتی تھیں۔ اور اس قدر بھدی اور ناکافی تھیں کہ زمانے کی چال اور روش کے ساتھ قدم نہ اٹھا سکتی تھیں اور نئے بدلے ہوئے زمانے اور نئے حالات جو وقوع میں آرہے تھے ان کے ساتھ نہ چل سکتی تھیں۔

پرانی پارٹیاں ابھی تک پروگرام چلانا چاہتی تھیں۔ مگر کہیں مرمت کرنے یا دھجیاں لگانے سے بھی کچھ کام چل سکتا ہے۔ صرف یہ ہی کافی نہ تھا کہ سوشلسٹ پارٹی کے بر خلاف ایک دوسری پارٹی کھڑی کر دی جائے ضروری معلوم ہوتا تھا کہ ایک بالکل نیا سیاسی پروگرام تیار کیا جائے۔ جو بیسویں صدی کی ضروریات کے مطابق ہو اور جو خیالی آزادی کی پرستش اور کھوکھلی جمہوریت کے محدود نظریہ سے لوگوں کو رہائی دے اور تشدد پسند قیاسی بالشوزم (Bolshivism) کے پنجے سے بھی چھڑا دے۔ الغرض مجھے یہ بڑی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس نئے زمانے میں ایک نئے خیال کو دینا چاہئے جو انسانی زندگی میں ایک بار نتیجہ پیدا کرے۔ ایک نئی تہذیب کی بنیاد ڈالنی ضروری معلوم ہوتی تھی۔ اس مدعا کے حاصل کرنے کے لئے میں صبح اور شام تندرست ہوں یا بیمار اپنے روزانہ تجربے اور مشاہدے میں بھی ہمیشہ پوری طاقت خرچ کرتا رہا۔

مجھے پورا یقین تھا کہ اس مدعا کو آخر حاصل کرلوں گا۔ سوال تو یہ تھا کہ کس طریقے سے اور کس وقت اور کس شکل میں وہ مدعا حاصل ہو۔ مجھے اکثر مباحثوں میں صدر ہونا پڑتا تھا اور میرے خیالات روز بروز مضبوطی پکڑتے جاتے تھے۔ اور مجھے اب بھی ایسا معلوم ہوتا ہے' کہ میرے خیالات واقعی نئے تھے۔ آگے چل کر اپنی تجاویز کی تفصیل ناظرین کو پیش کروں گا۔ ہمارے جلسوں میں سب قسم کے لوگ شریک ہوتے تھے۔ (Syndicalists) اور جنگ کے حامی جنگ سے واپس آئے ہوئے سپاہی جنہوں نے فوجی وردیاں نہ اتاری تھیں اور بہت سے (Arditi) یعنی بمب پھینکنے والے اور برچھی چلانے والے بہادر سپاہی بھی آیا کرتے تھے۔اٹلی کے (Arditi) لوگ جنگ عظیم کی پیدائش تھے۔ جب گیری بالڈی نے اٹلی کو آزاد کرانے کے وقت لڑائی کی۔ تو یہ بہادر سپاہی میدان جنگ میں آئے تھے۔ اور پرانے زمانے کے کچھ لوگ اسی طرح کے

فوج میں بھرتی ہوا کرتے تھے۔ مگر جنگ عظیم میں تو انہوں نے کمال کر دکھایا۔ لڑائی میں سب سے آگے اور دشمن کی فوج پر حملہ کرنے میں اول نمبر' ہاتھ سے بمب پھینکنے میں اور برچھی چلانے میں تو غصب ہی کرتے تھے۔ موت سے بالکل نہ ڈرتے تھے۔ اور لڑائی کے گیت گاتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جاتے تھے۔ نہ ہی صرف بہادر تھے بلکہ ارادے کے بھی پکے تھے۔ گویا کوئی ان کے مقابلہ پر ٹھہر نہ سکتا تھا۔

(Arditi) لوگ جو اٹلی کا میوہ تھے جنگ ختم ہونے کے بعد بھی بچے کھچے باقی رہ گئے - فاشسٹ تحریک میں اول ہی اول شامل ہونے والے یہ ہی لوگ تھے۔ یہ بہادر اور ارادے کے پکے تھے۔ جب ہم نے سوشلسٹ اور کمیونسٹ (Communist) تحریکوں کے بر خلاف لڑائی شروع کی تو سب سے پہلے مقابلہ پر کھڑے ہوئے اور مجھے چند دفعہ انہوں نے اپنا سردار بھی چنا' بلکہ میں تو اب تک (Arditi Association) کا اعزازی صدر بھی ہوں - اب تو (Arditi) لوگ دوسروں کے دکھ درد دور کرنے کا کام اپنے ذمے لئے ہوئے ہیں۔ اور وہ بھی اس واسطے کے خدمت اور ایثار کا خیال ان کے اندر ابھی تک زندہ ہے۔

فاشسٹ تحریک کو نظم دینے کے لئے جو لوگ جلسوں میں آتے وہ کچھ زیادہ تقریریں نہ کرتے تھے اور نہ ہی خیالی پلاؤ پکایا کرتے ان کا منشا تو صاف اور سیدھا تھا وہ چاہتے تھے کہ اٹلی کو جو فتح نصیب ہوئی اس کا ثمر ضائع نہ ہو' جو لوگ جنگ عظیم میں کام آئے تھے ان کی یادگار قائم رہے۔ اور ان کے پس ماندگان کی مدد امداد کی جائے۔ اور جو لوگ ہاتھ پاؤں کھو بیٹھے تھے اور کام کاج کرنے سے لاچار تھے اور لڑائی سے واپس آئے تھے ان کا بھی کچھ بندو بست کیا جائے۔ اصل مدعا تو یہ تھا کہ سوشلزم کے برخلاف زبردست آواز اٹھائی جائے۔ اور سیاسی پروگرام اس طرح کا تیار کیا گیا تھا' جس سے فتح کا پورا پورا فائدہ اٹھایا جاسکے اور غداری اور بد نظمی کو پورا پورا انسداد کیا جائے تاکہ اندرونی حالت بھی درست ہو اور ملک کو بیرونی دشمنوں سے بھی محفوظ کردیا جائے۔

بعض ایسے لوگ ہیں' جن کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہماری تحریک کا مدعا کیا

ہے اور بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ تحریک بغیر مالی کے ہی اگ کھڑی ہوئی ہے۔ جب میں نے یہ تحریک شروع کی تھی تو میرا مصمم ارادہ تھا کہ یہ ایک نئے معرکہ کہ تحریک ہونی چاہیئے جس میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہ جائے۔ چنانچہ ہماری تحریک کی تین منزلیں تھی۔ پہلی منزل تو یہ تھی :-

22 مارچ کا جلسہ اٹلی کے ان نوجوانوں کے لئے جنھوں نے اپنے ملک کی خاطر اور دنیا کی آزادی کے لئے اپنی جانیں قربان کیں۔ ان کی اس جانثاری کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور ان کی قدرو منزلت کرتا ہے علی ھذالقیاس ان کی بھی جو اپنے ہاتھ پاؤں کھو بیٹھے' اور زخمی ہوکر کام کاج کرنے سے رہ گئے۔ اور ان کی بھی قدر کرتا ہے جو جنگ میں بہادری سے لڑے' اور جو قیدی تھے' اور چھوٹ کر آئے۔ جنگ میں لڑنے والی فوجوں کی ایسوسی ایشن جس قسم کی مادی یا اخلاقی مدد چاہے گی۔ یہ جلسہ اپنی پوری طاقت سے دینے کے لئے بالکل حاضر ہے:۔

دوسرا اعلان ہمارا یہ تھا کہ جو سلطنتیں اٹلی کے مفاد میں حائل ہوں فاشسٹ تحریک ایسی سلطنتوں کی مخالفت کرے۔ اور اٹلی کے متعلق جو لیگ آف نیشن بین الاقوامی سوسائٹی قرار داد دے' اسے یہ تحریک منظور کرے۔ اٹلی کی حدود (Alps) الپس اور (Adriatic) اڈریاٹک کے درمیان قرار دے دی جائیں۔ اور (Fuime) فیوم اور (Dalmatia) دالمیشیا ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔

تیسرا اعلان یہ تھا کہ آنے والے انتخاب میں فاشسٹ ان نمائندوں کے بر خلاف کھڑے ہوں۔ جو ملک فروش ہیں' چاہے وہ کسی پارٹی سے تعلق کیوں نہ رکھتے ہوں۔

آخرکار ہم نے ایک ادارہ کھڑا کیا جو اس تحریک کو چلائے میں کسی حاکمانہ گھڑے گھڑائے ادارے کے حق میں نہ تھا۔ یہ فیصلہ ہوا کہ ایک بڑے شہر میں (Popolod Italia) اخبار کا نامہ نگار ہی ایک چھوٹا سا گروہ بنا کر اس تحریک کے لئے مرکز قائم کرے جس میں ہمارے خیالات اور پروگرام کی اجراء کی جائے جو خرچ ہو وہ (Popolod Italia) کی طرف سے فی الحال دیا جائے۔ چنانچہ چند ہزار (Lire) لیرا

شروع میں خرچ بھی ہوئے۔ تحریک کے چلانے کے لئے ایک مرکزی کمیٹی قائم کر دی گئی۔

مجھے جب یہ جلسہ یاد آتا ہے تو حیرانی ہوتی ہے کہ اس جلسے کا حال کہیں بھی شائع نہ ہوا۔ سوشلسٹ پارٹی نے اور آزاد پارٹی نے تو اپنی بے سمجھی میں اس جلسے کو ذرا اہمیت نہ دی۔ آزاد پارٹی کے ایک اخبار نے جس کا نام (Carrier della Sera) تھا صرف جلسے کے متعلق ایک کالم شائع کیا۔ اس وقت ہمارے اندر کی سیاسی حالت بہت بگڑ رہی تھی اور کوئی سر پتہ نہ چلتا تھا۔ جو لوگ جنگ میں لڑ چکے تھے۔ ان کی امیدیں بر نہ آئیں۔ اور وہ گھبرائے ہوئے تھے الغرض سب خستہ حال اور تھکے ماندے تھے۔ کلیسیا (Church) جو جنگ عظیم کے وقت چپ بیٹھا تھا وہ چونک پڑا۔ اور صلح کے وقت دخل ور معقولات دینے لگ گیا۔ اٹلی کی قومی زندگی میں کلیسیا نے صرف ایک کیتھولک پارٹی بنادی جو خانگی' دینی اور قومی معاملات میں رواداری سے کام لیتی تھی' بلکہ کیتھولک پارٹی بالشیوکی خیالوں کو پھیلنے سے روکتی رہتی تھی۔ کیونکہ یہ خیالات شہر روما میں ہی نہیں بلکہ سب صوبوں میں خرابی کا باعث ہو رہے تھے۔ مگر اس پارٹی نے بھی ایک بڑی غلطی کی اور وہ یہ تھی کہ سوشلسٹ پارٹی کی ضد پر کھڑی ہوگئی۔ اس پارٹی کو اٹلی سے کوئی خاص محبت نہ تھی۔ اس واسطے فاشسٹ تحریک کی مم ثابت نہ ہوئی' بلکہ اندر ہی اندر جنگ کو ناپسند کرتی رہتی۔

اٹلی کے شہر میں بلوہ اور بد نظمی رونما ہونے لگی۔ کبھی کہیں لڑائی ہوجاتی۔ کبھی کہیں جن حالات کا ہمیں سامنا کرنا پڑا انہیں بیان کرتا ہوں۔

کونسل کے صدور اس وقت (Orlando) آرلینڈو صاحب تھے جو فطرتاً" اندرونی خرابی کو سنبھالنے کے ناقابل تھے۔ خارجی معاملات کو سلجھانے میں تو بالکل ہی ناقابل ثابت ہوئے۔ وہ کبھی کچھ کر بیٹھتے کبھی کچھ۔ اور انہیں یہ پتا نہ چلتا۔ کہ اٹلی کا اصل مفاد کس بات میں ہے۔ فرانسیسی زبان کے نہ جاننے کی وجہ سے (Versailles) ورسائی میں جو صلح نامہ تحریر ہوا' (اگرچہ وہاں (Sonnine) سونینو بھی ان کے ساتھ

تھے) اس میں بڑی خرابی ہوگئی (Wilson) ولسن صاحب جہاں تک اٹلی کا تعلق ہے ذومعنی بات کرتے حتیٰ کہ ہمارا وفد ناراض ہوکر 23 اپریل کو (Paris) پیرس سے واپس چلا آیا اور 5 مئی کو جب یہ وفد اٹلی پہنچا۔ تو معاملہ بڑا ہی بے ڈھب تھا۔ جون میں وہ کیبنٹ جو (Oriando) نے ترکیب دی تھی ٹوٹ گئی۔ اسی مہینے میں اٹلی کے سپاہی ور فرانس کی بحری فوج آپس میں ٹکرا گئے۔ اور مقام (Fuime) فیوم میں جھگڑا چھڑ گیا (Nitti) نیتی جو اب اٹلی کے وزیر اعظم مقرر ہوئے' انہوں نے ملک کو بڑا ہی نقصان پہنچایا۔ وہ ایک ایسا شخص تھا کہ اسے تو نفی کے برابر ہی سمجھنا چاہیئے۔ نہ ہی اس کی زندگی کا آورش اور نہ اس میں جوانمردی۔ ہاں اقتصادی معاملات ضرور سمجھتا تھا۔ اور ڈینگیں بڑی ہانکتا تھا۔ نہایت ہی خود پسند شخص تھا صدر کونسل ہو یا ایک معمولی وزیر ہمچوں مادیگر نیست والی بات اس میں تھی۔ وزیر اعظم ہوتے ہی اس نے جو کام کیا۔ وہ یہ تھا کہ سب قیدی چھوڑدیئے۔ اصولاً تو کام بہت اچھا تھا۔مگر ان لوگوں نے جنہوں نے جنگ میں بہادری دکھلائی تھی اور جنہوں نے ملک کے ساتھ غداری کی تھی' بلکہ جو دشمن سے جا ملے تھے۔ سب کو چھوڑ دینا پسند نہ آیا۔ بات تو یہ ہے کہ وہ سوشلسٹ پارٹی کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ اور اگر اٹلی میں جمہوری حکومت قائم ہوجاتی تو اس کا پریزیڈنٹ بننا چاہتا تھا۔ اس کی وزارت کے زمانے میں اگر چہ وہ سخت بھی تھا۔ پھر بھی بلوے اور فساد ہو ہی جایا کرتے تھے اور بہت دفعہ تو جانیں بھی تلف ہوئیں۔ وہ کھلے طور پر بالشیوکی خیال والی لوگوں کی سرکوبی نہ کرتا تھا۔ ایک دن بادشاہ اٹلی کے حکم سے روٹی کی قیمت مقرر ہوا کرتی تھی اور دوسرے دن اسی کے حکم سے قیمت میں کمی و بیشی کردی جاتی۔ ہر طرح کے قومی سوالوں پر بحث مباحثہ ہوتا رہتا۔ اس وجہ سے سوشلسٹ پارٹی بڑی مغرور ہوگئی اور وہ خوشی کے مارے بغلیں جھانکا کرتے۔ کیونکہ انہیں پوری امید ہوگئی کہ آنے والے انتخاب میں ان کی جیت رہے گی۔ انتخاب نسبتی طریقے پر ہوا کرتے تھے۔ خیال تھا کہ سوشلسٹ اکثریت میں ہوں گے۔ اور اٹلی کی سیاسیات ان کے دست اقتدار میں ہوں گی۔

اس وقت ہم کو سخت تشویش ہو رہی تھی۔ جون 1919ء میں (Versailles) ورسائی پر جرمنی کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط بھی ہوگئے۔ یورپ کے لئے تو جنگ کا خاتمہ ہوا۔ گویا بوجھ ہلکا ہوا۔ جب صلح نامہ لکھا جارہا تھا اور ردو بدل جاری تھا' قومیں فکر میں ڈوب رہی تھیں۔ صلح کا ہونا گویا سب قوموں کے لئے دکھ سے نجات پانا تھا۔ مگر اٹلی کے لئے یہ صلح بڑی مایوس کن ثابت ہوئی۔ ہم جنگ میں تو جیت گئے تھے مگر مصلحت ملکی میں ہار گئے۔ ایک تو ہم سارا (Dalmatia) ڈالمیٹیا کا علاقہ سوائے (Zara) ذارا کے کھو بیٹھے جو کہ ہر لحاظ سے ہمارا تھا۔ اس علاقے کے لوگوں کے اوضاع و اطوار زبان اور تواریخ کا ہمارے ساتھ بڑا پرانا تعلق تھا۔

(Fuime) کے متعلق کچھ فیصلہ نہ ہوا' وہ در اصل اٹلی میں شامل تھا ہمارے خارجی مقبوضات کے متعلق ہمارے بر خلاف فیصلہ ہوا۔ ہماری قوم جو دن بدن آبادی میں بڑھ رہی تھی۔ اسے کھانا وانا چاہئے تھا۔ تجارت کے لئے منڈیاں اور ہماری روز افزوں آبادی کے لئے زمین کی ضرورت تھی۔ ادھر ادھر کے سرحدی مقامات جو کچھ اہمیت نہ رکھتے تھے ' وہ تو ہم کو دے دیئے گئے اور خارجی مقبوضات جو قیمتی تھے ادھر ادھر کر دیئے گئے۔

اٹلی کے عوام کے اندر ایک بے چینی پھیل رہی تھی اور اس کا اثر فاشسٹ تحریک کے اوپر بھی پڑ رہا تھا - جس ملک نے اپنے جوان آدمی اور مال و متاع سب جنگ کی بھٹی میں جھونکے ہوں اگر صلح ہونے کے بعد اسے کچھ نہ ملے تو اس کی کیا حالت ہوگی۔ (Nitti) نیٹی حکومت مایوسی کی حالت میں تھی اور ہمارے ملک کا دونوں اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ایک طرح دیوالیہ نکل رہا تھا۔ خود نیٹی اور اس کے اخبار اور پادری وغیرہ سب اٹلی کے لوگوں کو یہ ہی کہہ رہے تھے کہ (Versailles) ورسائی میں جو عہد نامہ ہوا۔ اس سے ہمیں فائدہ ہوا ہے۔ ملک بھر میں ذلت کا احساس کیا جارہا تھا اور بہت سے لوگ اس ذلالت کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ مجھے تو خوب معلوم ہے کہ بہت سے لوگ دل ہی دل میں خود کشی کا خیال کر رہے تھے۔ حکومت بھی دیکھ رہی

تھی کہ آخر اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ مگر عملی طور پر کچھ نہ کرسکتی تھی اور یہ سوچ رہی تھی کہ طریقہ انتخاب کو جو نسبتی قاعدہ سے ہوا کرتا تھا بدل دے۔ حکومت نے ایک اور ناقابل یقین فیصلہ کیا اور وہ یہ کہ ہوائی جہازوں کے کیمپ توڑ دیئے۔ اور اس پر طرفہ یہ کہ اسی وقت (Caporetto) والے معاملے کی پر درد رپورٹ بھی تحقیقاتی کمیٹی نے شائع کردی۔ اس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

اخبار (Avante) اوانتی اب سوشلسٹ اخبار ہوگیا تھا۔ اور تین شہروں سے ایک دم شائع ہوتا تھا۔ یعنی (Turin) تیورن (Rome) روما اور (Milan) میلان سے۔ یہ اخبار فوج کے خلاف بڑے زورں سے لکھتا رہتا تھا۔ چھاپے خانوں میں کام کرنے والوں نے ہڑتال کر رکھی تھی۔ اس لئے اوانتی اخبار اکیلا روما سے شائع ہوا کرتا تھا۔ دو مہینے تک یہی حال رہا۔ بازاروں میں جو مظاہرے ہوتے اور فوجی افسر اگر وردی پہن کر نکلتے تو لوگ باگ ان کی عزت اتارتے اور ان کو مارتے بھی۔ اگر مجھے اپنی قوم کی عزت کا پاس نہ ہوتا' تو میں ایسے واقعات بیان کرتا کہ بدمعاش سے بد معاش بھی شرمندگی کے مارے سر نہ اٹھاتا۔ چند ایک فاشسٹ جنھوں نے مارچ 1919ء میں قول و قرار کئے ہوئے تھے۔ ان کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی ان سے ملتا نہ تھا ان کو مارتے اور حکومت اور انقلابی ان کے پیچھے لگے رہتے۔ ہر روز میں (Popolod Italia) فاشسٹ خیال کے لوگوں کی آتشی آزمائش کے متعلق مضامین لکھتا تھا۔ میں یہ بھی لکھتا تھا کہ والنٹیروں کی بے حرمتی ناموزوں ہے اور پکار پکار کر کہتا تھا۔ کہ اتحاد لازمی ہے۔ اور حکومت کی کمینی حرکت پر جب وہ حب الوطنی اور جانفشانی کی قدر نہ کرتی تھی میں زور سے تنقید کیا کرتا تھا۔ (Gabriel d Annunzio) جبرائیل ڈی اننزیو جو اٹلی کا مشہور شاعر تھا اور روما میں رہا کرتا تھا۔ ان مضامین کی بڑی تعریف کیا کرتا تھا۔

یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی فتح کے پھول مرجھائے جاتے تھے۔ حکومت انتخاب کے قانون کی تجدید کر رہی تھی۔ مگر خرابی اور بد نظمی برابر جاری تھی۔ اور لوگ حکومت کو برا بھلا کہتے ہی جاتے تھے۔ کمینہ پن اور گپ بازی کی گرم بازاری تھی۔ اور

لوگ بہادری نیکی اور جنگ وغیرہ کی قدر نہ جانتے تھے۔ اگر کوئی بات زیر بحث یا زبان زد خلق تھی تو انتخاب' انتخاب' انتخاب تھا یعنی پارلیمنٹ میں انتخاب رکن کا ہوا۔ مقام فیوم میں ایسے واقعات ہوچکے تھے کہ جن کا ذکر اوپر ہوچکا ہے اور وہاں کے باشندے (Allies) کو بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اس پر طرفہ یہ کہ اس جگہ ملی جلی فوجیں مقیم تھیں۔ شہر تو اٹلی کی حد میں تھا۔ مگر فوج میں فرانسیسی اور دیگر ملکوں کے سپاہی بھی تھے۔ ایسا کرنا گویا بد نظمی اور بے وقوفی کی انتہا تھی۔

شاعر اننزیو جو اکیلا پڑا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ اس کے خیال میں (Fiume) کو زبردستی اٹلی کے قبضے میں لے آنا چاہئے' اور کوئی دوسرا راستہ ہی نہ تھا۔ گویا اٹلی سب کچھ کھو بیٹھا تھا۔ اس شاعر کے خیال کے لوگ بہت ہی تھوڑے تھے۔ مگر ان میں سے بہت فوجی تھے جن پر اعتبار کیا جاسکتا تھا۔ اور کچھ پرانے والنٹیر بھی تھے۔ ان میں فاشسٹ بھی تھے جو روما کے بازاروں میں اور اٹلی کے دوسرے شہروں میں جنگ اور فتح کے مزے چکھ چکے تھے۔ وہ مسلح ہوکر (Rounchi) رونچی سے چل پڑے۔ اس وقت انگریزوں کی بحری فوج (Fuime) کو خالی کر رہی تھی۔ فوراً" ہماری فوج نے فیوم پر قبضہ کرلیا۔ جب حکومت کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ بہت سٹ پٹائی۔ اور شہر کا محاصرہ کرنا چاہا اور باغیوں کا پورا پورا انسداد کرنا چاہا۔ مگر(D Annunzio) ڈی اننزیو اور اس کے لشکر نے چپکے چپکے پوری تیاری کی ہوئی تھی۔ اور وہ حکومت کے بر خلاف دلیری سے نکل کھڑے ہوئے۔

(Gabriel d Annunzio) اننزیو نے (Ronchi) رونچی سے حرکت کرنے سے پیشتر مجھے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

میرے پیارے ساتھی

اب تو میں نے دریا میں کشتی ڈال دی ہے۔ کل میں زبردستی فیوم پر قبضہ کرلوں گا۔ اٹلی کا خدا ہماری مدد پر ہے۔ میں ابھی بخار سے اٹھا ہوں' مگر دیر کرنا نا ممکن ہے۔

حب الوطنی جوش مار رہی ہے۔ اور میں بے بس ہوں۔ میرا مضمون جو (Popolod) میں شائع ہوگا اس کا خلاصہ اپنے اخبار میں دے دینا۔ مگر آخری حصہ پورے کا پورا ہی دینا۔ اس لڑائی میں ہماری مدد کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا میں تمہیں گلے سے لگاتا ہوں۔

مورخہ 11 ستمبر1919ء

دستخط (Gabriel d' Annuzio)

اٹلی جو اس وقت تک دبا ہوا تھا اور ذلت کے مارے اندر ہی اندر سے سلگ رہا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ (D' Annunzio) ایک نئے خیال کا حامی ہے۔ تو آتش خیز پہاڑ وسوویس کی طرح بھڑک اٹھا۔ اٹلی کے لوگ جاگ اٹھے اور جوش و خروش میں آگئے۔ مئی 1915ء والی لہر دوبارہ چلنے لگی۔ لوگوں میں آزادی کی خوشگوار ہوا چلی اور (Nitti) حکومت کی فاتحہ پڑھی گئی (Fiume) میں جو لشکر بہادری سے لڑے ان میں اکثر فاشسٹ ہی تھے۔ اور اپنے ملک کے اندر بھی یہ لڑ رہے تھے۔ خارجی مقبوضات کے لوگوں نے بھی جو ورسائل کے صلح نامہ کو دیکھا بھالا تو D'Annunzio کو بہت سا روپیہ پیسہ مدد کے لئے روانہ کیا۔ گویا (Fuime) کے لوگوں کو معلوم تھا کہ ہماری آزادی کا دن نزدیک آگیا ہے۔

جوش کا تو کچھ اندازہ ہی نہ تھا۔ اس کے آگے بے انصافی تو ہوگئی اور شہر بالکل قابو میں آگیا۔اب نیتی کی گورنمنٹ یا دوسری خارجی طاقتیں کیا کرسکتی تھیں۔ ان کی فوجیں دھری رہ گئیں۔

نیٹی جو اس وقت صدر کونسل بھی تھے۔ انہوں نے بہت برا معاملہ کیا۔ شہر میں ہڑتال کروادی جو لوگ سوشلزم کی طرف جھکے ہوئے تھے یا خود سوشلسٹ اور انتہا پسند تھے ان سے کہا کہ تم بازاروں میں ڈی اننزیو کی مداخلت کے بر خلاف مظاہرے کرو(Jugo Slov) یوگو سلاو کے وزیر (Trumbie) ترمبک کے ساتھ (Nitti) نے

کچھ سمجھوتہ کیا مگر دیکھا کہ کچھ بات بنتی دکھائی نہیں دیتی۔ چند ایک نوجوانوں نے اس کے جال کو توڑ تاڑ دیا۔ اصل میں Nitti کو بڑا ڈر ہوگیا تھا۔ آگے اور پیچھے سے جب شکست کھائی تو بڑا جھنجھلایا۔ اور فیوم کے فتح کرنے کے لئے فوج آئی تھی۔ اس کے مقابلے کے لئے ہر طرح سے سازشیں کیں۔ یہاں تک کہ ان سپاہیوں پر بھگوڑے ہونے کا الزام لگایا۔ اور شہر کا محاصرہ کیا تاکہ شہری لوگ تنگ آکر ٹھنڈے پڑ جائیں۔ پارلیمنٹ کا اجلاس بند کردیا اور انتخاب اسی پرانے نسبتی قاعدے کے مطابق 16 نومبر 1919ء والے دن کے لئے مقرر کردیا۔

انتخابات کی خبر سے کچھ دنوں کے لئے لوگ ساکت ہوگئے۔ ہر ایک پارٹی اپنی طاقت کا امتحان کرنے لگ گئی۔ سوشلسٹ پارٹی جن کے خیال میں جنگ ایک طرح کی آفت تھی۔ اور جو کہہ رہے کہ ڈی اننزیو کو فیوم کے معاملے میں دخل دینے سے جنگ دوبارہ ہوجانے کا ڈر ہے آگے بڑھ رہی تھی۔ ادھر کلیسیا جو سیاسیات میں بے جا مداخلت کرتا رہتا تھا۔ گاؤں میں پادریوں کو انگیخت کر رہا تھا کہ کیتھولک گروہ جو کلیسیا کی خدمت کر رہے تھے۔ وہ زیادہ تعداد میں پارلیمنٹ میں منتخب ہوں۔ ادھر آزاد پارٹی جن میں جمہوریت پسند اور انتہا پسند بھی شامل تھے' کہہ رہے تھے کہ ہم تو صلح اور امن کے حامی ہیں۔ یہ پارٹیاں تھالی کا بینگن بن رہی تھیں ان کا تو کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا چاہتے ہیں۔ یہ گویا پارٹیوں کے اندر پارٹیاں تھیں۔ اور میں کئی سالوں سے دیکھتا چلا آتا تھا کہ یہ کسی مصرف کی نہ تھیں۔

میں چاہتا تھا کہ فاشسٹ بھی انتخابات میں قسمت آزمائی کریں۔ ہم کسی پارٹی کے ساتھ شامل نہ ہوئے۔ (Nationalist) جو ہم سے بالکل نزدیک تھے۔ ہم ان کے ساتھ بھی نہ ملے۔ ماحول تو بالکل ہمارے بر خلاف تھا۔ مگر ہمارے لئے لازمی تھا کہ ہم صرف اپنی پارٹی پر بھروسہ کریں۔ ہم تو یہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر اٹلی کے لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اور دوسری طرف ہم ایک فتح مند قوم کی حیثیت میں کس اخلاقی اونچائی تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ میں نے انتخابات کے لئے ایک کمیٹی مقرر

کردی۔ جس کی پونجی صرف اخلاقی جرات تھی۔ ہم نے اٹلی کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے شروع کردئے اور ایک جلسہ میلان میں بھی ہوا۔ یہ جلسہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ (Piazza Delgiaso) میں ہوا اور اپنی طرز کا ایک نرالا جلسہ تھا۔ شہر کے ایک اکیلے کونے سے کونے میں جہاں کسی زمانہ میں مجسٹریٹ عدالت کیا کرتے تھے مشعلوں کی روشنی میں رات کے وقت میں نے ایک مجمع میں لیکچر دیا۔ یہ لوگ صرف میلان کے رہنے والے ہی نہ تھے بلکہ دوسرے شہروں میں سے بھی آئے ہوئے تھے۔ بلونا' ٹیورن اور روما کے فاشسٹ نمائندے سب ہی آنے والے انتخاب کے متعلق جو ٹھیک قاعدہ اور قانون تھا معلوم کرنے کے لے آئے تھے۔ میں نے اس موقعہ پر کچھ اصول جو فاشسٹ اصولوں کے مطابق تھے بیان کئے۔ میں سیاسیات میں وہی اصول برتتا رہا ہوں۔ میں نے دوران تقریر میں کہا کہ انقلاب تو لازمی ہے اور ہونا چاہئے مگر اٹلی کے لوگوں کو روس کے بالشوزم کی نقل نہیں کرنی چاہئے۔ ہماری سیاسی جدوجہد کی تاریخ میں ہمارے خصوصی تمدن کے عناصر ہیں۔ جن کی وجہ سے ہم میں وہ دلیری اور ذہانت مضمر ہے جو دوسری قوموں میں نہیں ہے۔ اگر ہمیں انقلاب پیدا کرنا منظور ہے تو وہ انقلاب ایسے عظیم الشان پایہ کا ہونا چاہئے کہ جیساکہ (Mazzni) میزنی کے خیالوں نے پیدا کیا تھا۔ یا جیسا کہ (Carlo Pisacane) کارلو پیساکین نے کر دکھلایا تھا۔ میرے دل میں تو اس مکمل انقلاب کا صاف اور مضبوط نقشہ موجود تھا جو کہ پرانی دقیانوسی حکومت کو جس کو موت ر آتی تھی بالکل بدل دینے والا تھا۔

6، نومبر کے دن انتخابات ہوئے اور اس میں فاشسٹ ہار گئے۔ ہم میں سے ایک کو بھی کافی ووٹ نہ مل سکے اور کوئی بھی پارلیمنٹ کا ممبر نہ بن سکا کچھ (Nationalist) روما میں منتخب ہوگئے اور وہ اس بد نظمی کے وقت بھی قومیت کا دم بھرتے رہے۔ میلان میں مجھے بہت ہی کم ووٹ ملے غرضیکہ ہمیں سخت ناکامی ہوئی مگر ہارنے والوں کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ تھوڑے عرصے بعد ہی معاملہ "دگرگوں" ہوگیا۔ اس وقت ہمیں بہت بے چینی ہوئی۔ عوام ہمارے بر خلاف تھے۔ مگر اندر انہیں ایک فکر

کھا رہا تھا۔ اور وہ ڈر رہے تھے کہ کہیں بالشوزم اٹلی میں سر نہ نکالے۔ اگر (Soviet) حکومت قائم ہوگئی تو بس پھر ہماری خیر نہ ہوگی۔ (Avanti) آوانتی اخبار نے تو مفصل طور پر بالشوکی نظام کے متعلق لکھ ہی دیا تھا کہ شخصی طور پر تو مجھے اس شکست نے اتنا تنگ نہ کیا بلکہ مجھے اٹلی کی قابل رحم حالت کا صاف پتہ لگ گیا۔ ایک سوشلسٹ اخبار نے میرے متعلق یوں لکھا:

"Naviglio' نیو گلیلیو نہر میں سے ایک لاش برآمد ہوئی ہے۔" لکھنے والے کی مراد یہ تھی کہ شہر میلان کے بیچوں بیچ جو نہر جاری ہے اس میں سے ایک لاش بر آمد ہوئی ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ وہ لاش بینٹو مسولینی کی تھی۔ یعنی اس کی سیاسی موت ہوچکی ہے۔ نامہ نگار نے یہ بیان نہ کیا کہ اس کی آنکھیں ابھی تک کھلی ہیں۔ سوشلسٹ اگر چہ اپنی فتح کے نشے میں مخمور تھے۔ مگر یہ بات نہ بھولے اور باقاعدہ نقلی جنازہ نکالا۔ چنانچہ شہر کے بازاروں میں گزرے اور حسب معمول موم بتیاں جنازے کے ساتھ جلائیں۔ گیت بھی گائے جاتے تھے۔ مگر ان کے دلوں میں حسرت اور یاس کے آثار نمایاں تھے۔ یہ جلوس شہر میں سے گزرا اور شہر اب بالکل سوشلسٹوں کے قبضے میں تھا۔ ان کا گزر میرے مکان کے نیچے سے بھی ہوا۔ میرے خویش اور اقارب کو بے حد تشویش ہوئی اور ہوتی کیوں نہ' نہ معلوم یہ لوگ کیا کر بیٹھتے۔ مجھے یہ واقعہ ابھی تک نہیں بھولا اور میں اسے ابھی تک آنکھوں کے سامنے لے آتا ہوں اور حسرت بھی مجھے یاد آجاتی ہے۔

انتخاب میں ایک سو پچاس نشستیں پارلیمنٹ میں سوشلسٹ پارٹی کو ملیں۔ وہ بھی اپنی کامیابی کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ جنوبی اٹلی نے تو حد کردکھائی وہ لوگ شخصیتوں کا زیادہ خیال کیا کرتے تھے۔ بہ نسبت پارٹیوں کے سوشلسٹ تو مارے غرور کے پھولے نہ سماتے تھے۔ اب جب طاقت ان کے ہاتھ میں آگئی تو لگے خرابی کرنے۔ لال جھنڈیوں والے جلوس نکالے' بازاروں میں شور مچتے رہے اور ہفتہ بھر ہڑتال ہوتی رہی۔ تیس ہزار آدمی میلان میں جمع ہو کر یہ مطالبہ کرنے لگے کی میونسپلٹی کی عمارت کے اوپر لال

تک جاری رہی۔ میلان کی آبادی نولاکھ ہے۔ ہڑتال ہونے سے سب آمدروفت بند ہوگئی۔ شہر کے اندر جو ریل گاڑی چلتی تھی وہ بھی بند۔ لوگ باگ گاڑیوں موٹروں اور رکشا گاڑیوں میں سوار ہونے لگے اور دریا میں چھوٹی چھوٹی کشتیاں دوڑنے لگیں۔

میلان جو ایک جدید وضع کا شہر تھا۔ اس میں یہ سب سیاسی ہل چل اس کے کیا معنی۔ فوجی لوگ جو کچھ سنبھال سکتے تھے اور فورا" سب ٹھیک ٹھاک کردیتے وہ تو شہر والوں کے ماتحت کردیئے گئے۔ اگر ان کو آٹا لینا ہو تو شہر کے حاکم کے پاس دوڑے ہوئے جانا پڑتا۔ میلان کے علاقے میں جتنے ریل کے اسٹیشن تھے۔ وہاں مال کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے پڑے تھے۔ بہت سا مال تو خراب ہورہا تھا۔ اور سڑ رہا تھا۔ کچھ گوداموں میں پڑا تھا۔ اور کچھ چوری ہورہا تھا۔ آخر تیرہ دنوں کے بعد 24جون کو صبح کو ہڑتالیوں کا ایک جلسہ ہوا جس میں گولی چل گئی۔ کئی مرگئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ شہر کے لوگ بھی دق آگئے تھے۔ انہوں نے کہہ سن کر ہڑتال بند کروائی اور ریل کے ملازم اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ مگر حکومت کچھ نہ کرسکی۔

گیولٹی حکومت نے بڑا گڑ بڑ کیا۔ ادھر سے خزانہ خالی تھا۔ سوشلسٹ پارٹی کو خوش کرنے کے لئے گیولٹی نے ان سے کہا کہ جنگ کے دوران میں جو روپیہ لوگوں نے کمایا ہے۔ اسے حکومت ان سے چھین لے گی۔ اور ورثہ کے اوپر بھاری ٹیکس لگایا جائے گا۔ سوشلسٹ لوگ تو ایسا ہی چاہتے تھے مگر ورثہ پر ٹیکس لوگ بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کرنے والے کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنی دولت اپنے وارثوں کو دیں۔ اس قانون کا اثر اٹلی کی اخلاقی مجلسی زندگی پر ضرور پڑتا۔ ابھی تو سرمایہ بہت کم تھا۔ اور مجلسی بہبودی کے لئے اس کو بڑھانا منظور تھا۔

وزیر خارجہ اس وقت Count Sforza کونٹ فورزا تھے انہوں نے کچھ عہد ناموں پر دستخط کردیئے۔ ویلونا اور البانیا کے علاقے چھوڑ دیئے۔ حکومت ترکی کے ساتھ Sevresسیورس کا عہد نامہ کرلیا۔ اور فیوم والے معاملے کو بھی خاتمہ کرنا چاہا۔ ادھر (Ragallio) کا عہد نامہ بھی ہوگیا۔

رہے اور 1914ء سے ہماری فوجیں وہاں مقیم ہیں۔ ہم نے وہاں شہر بسایا۔ ہسپتال بنوایا۔ اور سڑکیں بنوائیں۔ اور سرویا کی فوجیں جو 1916ء میں شکست کھاچکی تھیں پھر سے وہاں بلوائیں لاکھوں روپے ہم نے وہاں خرچ کئے اور ہزاروں سپاہی وہاں بھیجے تاکہ وہاں کے لوگ آرام سے زندگی بسر کرسکیں۔

مجھے تو معلوم ہی تھا کہ گیولٹی حکومت البانیا کے لئے کچھ نہ کرے گی جب خانگی معاملات ہی گڑ بڑ تھے تو بھلا اسے خارجی معاملات کو درست کرنے کی فرصت کہاں تھی۔ اور ہمت کہاں سے لاتے۔ اس وقت وزیر خارجہ سورزا Sforza صاحب تھے۔ بس ان کا وزیر ہونا ہی سمجھو البانیا کا خاتمہ تھا۔ حکومت کی کمزوری کی وجہ سے ہماری فوجوں کو ویلونا سے واپس آنا پڑا۔ اسے بھی ایک طرح سے اٹلی کی شکست سمجھنا چاہئے۔

1920ء میں ریلوے کے ملازم باقاعدہ طور پر ان ریل گاڑیوں کو چلنے نہ دیتے تھے جن میں فوجی سپاہی اور انقلاب پسند لوگ یا پولیس کے سپاہی سفر کررہے ہوں۔ بعض دفعہ اگر پادری بھی سفر کررہے ہوتے تو گاڑی روک لیتے۔ میں اس کے بالکل حق میں نہ تھا۔ اٹلی کے لوگ اپنی بے دقوفی اور حماقت کی وجہ سے مفت میں دکھ اٹھا رہے تھے۔ اور وہ اپنی طاقت اور دیگر صفات کا بالکل اندازہ نہ لگاتے تھے۔ جو لوگ ذرا بھی حکومت کے برخلاف چون و چرا کرتے وہ پیس دیئے جاتے۔

مثال کے طور پر Cremona کریمونا کے سٹیشن ماسٹر کو لیجئے۔ مجھے خود اس واقعہ کا علم ہے۔ اس نے ہمت کرکے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا کہ Piacenoza پیاسنزا کو جو سپاہی جارہے ہیں ان کی گاڑی ٹرین کے ساتھ لگا دو۔ یہ ایک معمولی سی بات تھی اور اسٹیشن ماسٹر صاحب اپنے فرض کو ادا کررہے تھے۔ ریلوے Syndicate سنڈیکیٹ نے جس میں بہت سے سوشلسٹ بھی تھے اس وزیر کو جس کے ماتحت ریلوے کا محکمہ تھا کہلا بھیجا کہ اسٹیشن ماسٹر کو موقوف کردینا چاہئے۔ وزیر نے یہ بات نہ مانی اب دیکھئے میلان جس کا اس معاملے سے کچھ تعلق نہ تھا وہاں ریلوائی ہڑتال ہوگئی۔ جو تیرہ دن

پارلیمنٹ کے اندر اتنا رد و بدل اور خرابی اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ یہ طریقہ حکومت قوم کے لئے کوئی بہتری کی صورت پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ نیتی حکومت تین دفعہ گری اور Giolitti گیولٹی کا پھر وزیراعظم ہوجانا بھی اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جمہوری طریق حکومت کا دیوالیہ نکل چکا تھا۔ اور آپ نے وزارت کو ایک پیشہ سا بنا رکھا تھا۔ اور حساب کتاب چکانے آجایا کرتے تھے۔

ہاں البتہ Giolitti گیولٹی اپنی ذاتی حیثیت سے اچھے آدمی تھے۔ مگر ان کی سیاسی زندگی کچھ ایسی اچھی نہ تھی۔ وہ پھسل جایا کرتے تھے۔ اور اصول کے پکے نہ تھے۔ اور اٹلی کے اندرونی جذبات کو اچھی طرح نہ سمجھتے تھے۔ پارلیمنٹ اور جمہوریت کے طریق حکومت کے نشیب و فراز اور مصنوعیت کے پروردہ تھے۔ اور اٹلی کی سیاسی حالت کو اسی عینک سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی طبیعت کا میلان بھی اسی طرف تھا۔ مثلاً" انہوں نے جنگ عظیم میں کوئی حصہ نہ لیا۔ فتح ہوتے ہی آپ پھر سیاست میں آ شامل ہوئے۔ ان کی شمولیت ایسی تھی جیسے کوئی تاجر جب دیوالہ نکال دے تو حساب کتاب کرنے دوکان پر آبیٹھے۔ جنگ عظیم کے بعد جو حالت ہوا کرتی ہے۔ وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہے۔ کس قدر خونریزی ہوئی اور فتح بھی شاندار ہوئی۔ اور سچ پوچھو تو اٹلی کے لئے ایک متحدہ قوم بننے کا بہترین موقعہ ہاتھ آیا۔

خانگی معاملات کو سلجھانے کے لئے تو گیولٹی حکومت اچھی ثابت ہوئی۔ چونکہ نیتی حکومت نے بڑی خرابی کر رکھی تھی۔ لوگ باگ نئے نظام کو پسند کرتے تھے اور کچھ مخالفت بھی کرتے تھے۔ البتہ Albania البانیا کے لوگوں کو بعض خارجی ایجنٹ اور دیگر مفسد اشتعال دلا رہے تھے۔ اور اس میں خانگی بدنظمی بھی کچھ حد تک مد تھی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ البانیا باری سے کوئی بارہ گھنٹے کا راستہ ہے۔ اور اس جگہ بہت سے اٹلی کے لوگ جاکر بسے ہوئے تھے۔ اور ہمارے ہم وطنوں نے وہاں جاکر موجودہ طریقہ کا تمدن جاری کیا ہے۔ البانیا کے لوگ فی الفور ہی اٹلی کے برخلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ 1918ء سے برابر ہم (Valona) ویلونا میں حفظان صحت کے لئے اپنا مشن روانہ کرتے

میں میری آواز گونج اٹھی۔ ہمیشہ ہی نازک وقت میں کوئی نہ کوئی اپنی قوم کی عزت اور ناموس کو بچانے کے لئے سینٹ میں ضرور کھڑا ہوجایا کرتا تھا۔

کچھ سینٹ کے ممبروں نے جس کے سرکردہ جنرل Diazڈائز تھے یہ تجویز پیش کی۔

سینٹ نہایت افسوس سے کہتی ہے کہ اگرچہ ہمارے ملک کے لوگوں نے جنگ میں قابل تعریف بہادری دکھلائی اور فتح بھی حاصل کی۔ مگر جو طریقے حکومت نے اختیار کئے وہ حکومت کے لئے تباہ کن ہیں اور ملک کی شان کے بالکل شایان نہیں ہیں۔ ان کی وجہ سے تو مل کر ملک کی بہبودی اور ترقی کے کام کرنا ناممکن ہوگیا ہے۔ یہ طریقے اٹلی کی روائیتوں کے برخلاف ہیں۔ اور 24 مئی کے مظاہرے میں جو سختی کی گئی وہ بالکل نامناسب تھی۔ اور دالمیشیا اور فیوم کے لوگوں کی گرفتاریاں جب وہ روما کے مہمان تھے نہایت ہی ناموزوں تھیں۔

جن لوگوں نے اس تجویز پر دستخط کئے ان میں Diaz ڈائز اور ایلیوبارٹس جو مشہور تاریخ نویس تھے۔ اور Rewal ریول جو امیر البحر تھے اور دیگر معزز لوگ بھی شامل تھے۔ دستخط کرنے والوں کی تعداد چونسٹھ تھی جن میں چار سینٹ کے نائب صدر بھی تھے۔ اس تجویز سے صرف اٹلی کی پرانی روایتوں کو زندہ کرنا ہی منظور نہ تھا۔ بلکہ جو فتح ہمیں نصیب ہوئی تھی اس کے متعلق حکومت کے رویہ کے برخلاف آواز اٹھانی تھی۔ اس کام میں سب سے بڑھ کر حصہ لینے والے Diazڈائز صاحب تھے۔ جب آپ فوج کے جرنیل تھے تو آپ نے Vetorio Veneto ویٹوریو وینٹو کی فتح حاصل کی تھی۔ آپ کی سپہ سالاری اب کچھ کام نہ دے رہی تھی۔ نیتی حکومت جو جمہوریت اور پارٹی بازی کے بوسیدہ اصولوں پر چلی جارہی تھی۔ اب قریب المرگ تھی۔ خوشامد اور خود پسندی اس کا وطیرہ تھا۔ قوم کا مفاد اس کے زیر نظر نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی اعلیٰ معراج تھا وہ حکومت اب کے بری طرح گری اور تیسری دفعہ گر کر اٹھ نہ سکی ۔گیولٹی حکومت واپس نہ آئی۔

ہوگئے اور دور سے گالی گلوچ دینے لگے۔ میں اس واقعہ کو اس لئے بیان کرتا ہوں کہ ہر ایک فاشسٹ کی زندگی میں ایسے وقوعے ہوتے ہی رہتے تھے۔ مگر یاد رہے کہ بعض دفعہ مارپیٹ چاقو چلانے اور گولی سے مارنے تک نوبت پہنچ جاتی تھی اور کئی دفعہ ازیت بھی سخت پہنچاتے تھے۔

انہیں دنوں میں لوگ باگ ہمارے جرنیل (Diaz)ڈائز اور نیتی کا مقابلہ کرنے لگ گئے۔ اور جرنیل نے سب سے آخری لڑائی جیتی تھی اور ادھر سے انگریزوں نے اٹلی کے ساتھ کوئی عہد و پیمان کر رکھے تھے۔ وہ توڑ دیئے گئے بحر (Adriatic) اڈریاٹک کا ساحل بالکل خطرے میں تھا۔ سیاسی حلقوں میں بے بنیاد افواہیں پھیل رہیں تھی۔ خیال تھا کہ ہمارے ساحل پر یگوسلاویا قبضہ کرلے گا۔ اس خبر کو سن کر سب قسم کے لوگ روما کے شہر میں جمع ہوگئے تھے۔ طلباء اور پروفیسروں مزدور اور مشاہیر گویا ہر طبقے کے نمائندے وزراء سے اور دیگر سیاسی لیڈروں سے کہہ رہے تھے کہ (Dalmatia)ڈالمیبیا کے متعلق کچھ فیصلہ ہونا چاہیئے۔ ان نمائندوں نے اپنی وفاداری کا مظاہرہ کرنے کی خاطر اٹلی کی لڑائی میں شامل ہونے والے دن کو یادگار میں ڈالمیبیا کے نام سے ایک پریڈ کی۔ اس دن روما کے شہر میں ایک واقعہ ہوا۔ جو مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ لوگ بڑے رنجیدہ ہوئے۔ نئی سرکاری پولیس گارد نے جو کہ خاص نیتی حکومت کو تقویت دینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ پریڈ پر ہلہ بول دیا۔ گولی چلائی بہت سے مرگئے اور کچھ زخمی بھی ہوئے۔ روما میں کبھی پہلے ایسا واقعہ نہ ہوا تھا۔ اس پر اکتفا نہ کیا گیا جتنے ڈالمیٹیا کے باشندے روما میں موجود تھے سب کو گرفتار کرلیا گیا اور ان میں عورتیں بھی تھیں۔ کسی نے اف تک نہ کی۔ حکومت جس کو جی چاہتی پکڑ لیتی۔ پارلیمنٹ کے کچھ ممبروں نے جن میں قومی مصنف لیوگی سلیائی اور اگل برٹوماٹائیر بھی شامل تھے۔ تھوڑے سے سوال کئے مگر کچھ جواب نہ ملا Popolod Italiaکے کالموں میں میں نے پورے طور پر نفرت کا اظہار کردیا۔ اور ایسے طریق حکومت پر لعنت اور پھٹکار بھیجی جس نے رعایا کے ساتھ اس قدر سختی کی تھی۔ Senteسینٹ

مانگنے لگ جاتی ہے تو ان کا یہی حال ہوتا ہے۔ غرضیکہ بے ہودگی ہو رہی تھی۔ کسی کو قومی زندگی سدھارنے کا خیال نہ تھا۔ جنگ جیتنا تو سہی مگر عقدہ حل۔ نہ ہوا۔ نہ ہوا پر نہ ہوا۔ اس بزدلی کے سمندر میں فاشسٹ تحریک ایک روشنی کے مینار Light House کا کام دے رہی تھی۔ لوگ باگ اندھیرے میں خیالی لڑائیاں لڑ رہے تھے۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں اندھیرے میں گھبرا رہے تھے کہ کدھر جائیں نینی کی حکومت مجھے نشانہ بنانا چاہتی تھی۔ سب شکاری کتے میرے پیچھے لگا رکھے تھے۔ اخباریں میری سیاسی غلطیاں نکال رہی تھیں سوشلسٹ مجھے خوب جانتے تھے کہ میں کس قماش کا آدمی ہوں۔ گن گن کے بدلے لیتے تھے۔ رہتے تو ذرا دور ہی تھے مگر وہ بھی اٹلی کے اندرونی بیماری کی تشخیص نہ کرسکے۔

میلان میں جب یہ طوفان برپا تھا۔ تو ایک دن شام کے وقت جب میں ایک کیفے Cake جو شہر کے اندر واقعہ تھا بیٹھا کچھ پی رہا تھا۔ اور Michie Bianchi مائیکل بیانچی کا انتظار کررہا تھا تو کوئی سو ایک سوشلسٹ آوارہ گرد وہاں جمع ہوگئے اور مجھے گالیاں دینے لگے۔ انہوں نے مجھے پہچان لیا تھا۔ اور شاید میری مرمت کرنا چاہتے تھے۔ غصے میں بھرے ہوئے تھے اور دیر سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ہجوم بڑھتا جاتا تھا اتنے میں کیفے کے مالک نے اور ایک خزانچی عورت نے کھڑکیوں کے پردے ڈال دیئے۔ اور مجھے بلا کر کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں ہمارا بڑا نقصان ہورہا ہے۔ ایسی حالت میں اور کیا کرتے میں نے مالک کی بات نہ سنی میں نڈر تو تھا ہی اور جب خطرہ زیادہ ہوتا تو میں اور بھی دلیر ہوجایا کرتا ہوں۔ شاید لوگ خیال کرتے ہوں کہ میں ڈینگیں مارتا ہوں مگر میں تو مقابلہ پر برابر کھڑا تھا۔ میں نے لیڈروں کی طرف دیکھا۔ اور کہا کیا چاہتے ہو مجھے مارنا چاہتے ہو۔ اچھا آؤ مارو۔ مگر خبردار رہنا مجھے مارنا کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے۔ تمہیں مہنگا پڑے گا۔ مجھے وہ نظارہ خوب یاد ہے۔ پہلے تو وہ چپ سے کرگئے پھر ایک دوسرے کی طرف نظریں چرا کر دیکھنے لگے۔ سب سے جو نزدیک تھا پہلے وہ سرکا۔ پھر ڈر کے مارے اور بھی بھاگے آہستہ آہستہ ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ سب تتر بتر

دوستی جو کرنی ٹھہری۔ اگر انہوں نے ایسا ہی کرنا تھا تو ہم اٹلی میں بسنے کی بجائے جرمنی میں کیوں نہ جابسیں۔ جہاں Noske نوسکی وزیر ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے لئے رنج و الم کے دن آرہے ہیں۔ جو کہ پہلی وزارتوں یعنی Caporetto کاپوریٹو اور (Abbcarima) اباکریما کے زمانے سے بھی بدتر ہوں گے۔ ہم بعد میں پھر مضبوط ہوجائیں گے۔ مگر اب تو اپنی کمزوری کی قیمت دینی ہوگی۔

اس وقت کی حکومت کی خانگی اور خارجی پالیسی کے متعلق ہمارے قومی اخبارات میں برابر بحث ومباحثے ہو رہے تھے۔ Stampa سٹامپا اخبار کے برخلاف جس کے مالک Frassati فراساتی تھے جو بعد میں برلن میں اٹلی کے سفیر ہوکر گئے تھے۔ میں برابر لکھتا ہی رہا۔ اس کے پروگرام پر میں نے سخت تنقید کی۔ وہ اخبار ایسا سمجھتا تھا کہ وہ اٹلی کا نجات دہندہ ہوگا۔ فراساتی وہ شخص ہے جو اٹلی کو جنگ عظیم میں شرکت کرنے سے روکتا تھا۔ اور جن دنوں اٹلی سخت مصیبت میں تھا وہ علیحدہ کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھلا کیوں کر ہمارے ملک کو آزاد کرانا تھا۔ ادھر جنگ کے ختم ہونے پر دشمنوں کے ساتھ صلح ہورہی تھی۔

ایک دوسرا اخبار جس کا نام (Corrierdella Sera) کوریرڈلا سراتھا اور جو کہ عوام کی آزادانہ آواز کی نمائندگی کر رہا تھا۔ وہ بھی فیوم اور دالمیٹیا Dalmatia کے معاملے میں حمایت کر رہا تھا۔ اور ولسن اور اس کے حامی Albertini البرٹینی کی تجاویز نیتی اور Salvemnie سالومینی جیسے شخص نکال رہے تھے مدد کررہا تھا سوشلسٹوں کا اخبار آوانتی تو میرے برخلاف وہ بہتان باندھ رہا تھا کہ پناہ بخدا۔ ادھر ہر دل عزیز پارٹی کے اخبارات بھی جن کی تہہ پر پادری لوگ تھے یہ ہی گیت گا رہے تھے۔ غرضیکہ جنگ میں فتح اور فاشسٹ تحریک کے برخلاف ایک ہنگامہ برپا تھا۔

ادھر یکے بعد دیگرے ہڑتالیں ہورہی تھیں۔ اور فسادات جاری تھے۔ پولیس فوجی سپاہی اور عوام آپس میں ٹکرا رہے تھے۔ پارلیمنٹ کے اندر بھی دھکم دھکا ہورہا تھا۔ جمہوری حکومتیں جب اصولوں کو چھوڑ دیتی ہیں اور ایک پارٹی دوسری سے رعایتیں

ہوجاتا مگر سنسر کی وجہ سے کچھ نہ ہوسکا۔ ہمارے پروگرام کو باقاعدہ بدنام کیا جارہا تھا۔ اور یہ سب نیتی حکومت کے سیاسی ہتھکنڈے تھے اور ان کی ہی شرارت تھی۔

اپنے آپ کو سچا ٹھہرانے کے لئے نیتی نے فیوم کے معاملے پر پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی جس میں کہا کہ ہم کو سلاویا سے دوستی کرنی چاہئے۔ ادھر سے Wilsonولسن صاحب اس بات پر زور دے رہے تھے کہ فیوم اور Zara زارا کے علاقوں کو لیگ آف نیشن کے سپرد کردیا جائے اور اٹلی سے علیحدہ ہوجائیں اور آزاد بھی ہوں۔ دوسرے دن میرے اخبار کے 8فروری کے پرچے میں پہلے ہی صفحہ پر مفصلہ ذیل مضمون شائع ہوا۔ جس کا عنوان یہ تھا کہ H.E. Cagoiaایچ ای کوگویا کی قابل نفرت تقریر کوگویا کا میں نے گھونگا نام رکھا۔ یعنی ایک کاہل اور مجہول شخص اصل میں یہ نام ڈی اننزیو نے نیتی کو دے رکھا تھا اور یہ نام مشہور ہوگیا تھا۔ نیچے میرا مضمون شائع ہوا جس کا عنوان مصیبت زدہ تھا۔ پیرس میں جو عہد نامہ ہورہا تھا اس کی پردرد داستان بیان کرتے ہوئے میں نے آخر میں جاکر یوں لکھا۔

"سچ تو یہ ہے کہ نیتی پھر پیرس جارہے ہیں اور اب کے وہ سب کچھ دوسروں کے حوالے کرکے لوٹیں گے۔" یگوسلاویا نے جب ذرا ضد کی تو ہمارے Cagoiaیعنی نیتی گویا صاحب رو دھو کر چپ کرجائیں گے اور ان کی تقریر تو بالکل نکمی اور فضول ہے۔ تمام جرمنی اور آسٹریا میں اس جیسا برا وزیر نہ ہوگا۔ اگر ہوتا بھی تو اس کی وزارت زیادہ دن نہ چلتی۔ ایسے وزیروں کو جس طرح بن پڑے صلح کرنے کے لئے تیار ہوں بھا بزدل بھگوڑے اور عقل کے اندھے کیوں پسند نہ کریں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اٹلی Tren'ٹرنٹ اور Triesteٹریسٹ کو لینا چاہتا ہے۔ ہمارے وزیر صاحب Yagoslaviaکی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ 1866ء والی صلح تو اس صلح کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی جب آپ دوسری دفعہ پیرس تشریف لے جائیں گے۔ نہ معلوم کہ نہ صرف زارا اور ولونا ادرمان فال کون (Manfal Cone)اور گورزیا بلکہ ٹاگ لیا منٹو کی حد تک سارا علاقہ دشمنوں کی نذر کردیں گے۔ آخر انہوں نے یگوسلاویا سے

ہونے لگ گئے اور سوشلسٹ بھی ست ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہڑتالیں کروانے والے تو اور ہی لوگ تھے۔ ہم نے تو نہیں کروائیں۔ تب میں نے Popolod Italia میں 20جنوری والے پرچہ میں ایک مضمون لکھا۔ جس کا عنوان "بہت دیر" تھا۔ میں نے اس میں سوشلزم کی اصل حقیقت کھول دی اور میرا خیال درست نکلا میں نے یہ لکھا کہ:

اعتدال پسند گروہ کو جس کے لیڈر Filipo Turaty فلی پوتوراٹی تھے اور اس وجہ سے یہ پارٹی Turatians توراتین کے نام سے مشہور تھی۔ پہلے جاگنا چاہئے تھا۔ اب تو گاڑی ڈھلوان پر دوڑی جارہی ہے۔ اور بریک لگانا ایک مشکل کام ہے۔ بلکہ بریک لگانے والوں کے ہاتھ رہ جائیں گے اور گاڑی تو ایک بھاری دیوار سے ٹکر کھا کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گی۔ تب آپ کو ہوش آئے گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ عقل کے اندھے پہلے ہی سنبھل جاتے۔ اور ہماری قوم کی گاڑی اس مصیبت میں مبتلا ہوکر چکنا چور نہ ہوتی۔

ریلوائیوں کی ہڑتال 29جنوری تک جاری رہی۔ اور سیاسی مدبر اس وقت پیرس میں بیٹھے ہمارے خارجی تعلقات کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ یہ بحثیں بالکل بے سود تھیں۔ عین اس وقت ایک عجیب حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ اور یہ طے پایا کہ فیوم کے مصیبت زادہ بچے میلان لائے جائیں۔ فیوم کا تو محاصرہ جاری ہی تھا اور رسد وغیرہ سب ختم ہوچکی تھی۔ اور بچے بچارے بھوکے مررہے تھے۔

پہلے بھی Vienna ویانا کے بچے جو کہ ہمارے دشمنوں کے بچے تھے میلان میں آئے تھے اور ان سے بڑا اچھا سلوک کیا گیا تھا۔ اگر یہ بات تھی تو Quarnero کوارنیرو سے آئے ہوئے اٹلی کے بچوں کے ساتھ کیونکر اچھا سلوک نہ ہوتا۔ فاشسٹوں نے فیوم کے لوگوں سے جو ہمدردی اور محبت ظاہر کی۔ اس کی تعریف سب اٹلی میں ہورہی ہے۔ جب وہ بچے میلان آرہے تھے تو ہر جنکشن اور دیگر اسٹیشنوں پر بھی ان کا خوشی سے استقبال کیا گیا اور خاطر کی گئی۔ اخباروں میں بھی یہ سب شائع

ہے۔ عوام کو سزا بھگتنی پڑ رہی ہے۔ ان کے سر سے ہی تو یہ سب کچھ نکلتا ہے۔ انہیں خرچ کرنا پڑتا ہے اور مزید خرچ بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ جو مادی نقصان ہڑتالوں میں ہوتا ہے۔ اس کی تو کوئی حد ہی نہیں اس کے علاوہ اخلاقی نقصان بھی ہوتا ہے۔ جس کا اثر صرف محلی ہی نہیں بلکہ خارجی بھی ہے۔ ہڑتالیں ایسے موقعوں پر کی جاتی ہیں جس سے حکومت اور اور بھی مضبوطی ہو۔ ادھر پیرس میں صلح کی بات چیت ہورہی تھی اور ادھر ہڑتال۔ سوال جو درپیش ہے وہ تو یہ ہے کہ کس طرح سے جنگ بند ہو اور صلح قائم ہو۔ بھلا ڈاک خانے تار گھر اور ٹیلیفون والے دو ہفتہ اور کیوں نہ ٹھہر گئے۔ نیتی کو پیرس سے واپس تو آلینے دیتے۔ کیا کوئی اقرار نامہ لکھا ہوا تھا۔ ضروری تھا کہ 13 تاریخ کو ہی ہڑتال کروانی ہے۔ بات تو یہ ہے کہ دراصل یہ ایک سیاسی چال تھی۔

خدا کی مرضی سے 21جنوری کو ڈاک خانے اور تار گھر والوں کی ہڑتال ختم ہوگئی۔ مگر اس ہڑتال کے ختم ہونے سے پہلے ہی 19جنوری کو ریلوائیوں کی ہڑتال شروع ہوگئی۔ یہ ہڑتال تو بالکل بے معنی تھی "سرخ" "(Syndicalist)مزدروں کے دل" کے لیڈروں نے خوامخواہ یہ ہڑتال کروائی۔ اس سے مزدوروں کے دل کو کچھ فائدہ بھی نہ ہوا۔ میں نے اس ہڑتال کو ان لفظوں میں بیان کیا

"یہ ہڑتال قوم کے برخلاف ایک بڑا بھاری جرم ہے۔"

اٹلی تو برباد ہوگیا۔ ہر جگہ لڑائی جھگڑا فساد ہوگیا۔ دوسری قوموں کے لوگ سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے تھے۔ بھاگ نکلے۔ بنکوں کے دیوالئے نکل گئے۔ اور طرح طرح کی بری افواہیں اڑنے لگیں۔ سیاسی حلقوں میں سنسنی چھاگئی اور معاملات پیچیدہ سے ہوگئے۔

جب یہ حالت تھی اور کاروبار بند ہوگئے تھے تو فاشسٹ اپنی جگہ پر مضبوط کھڑے تھے۔ مجھے یہ بات کبھی نہیں بھولتی کہ وہ لوگ کس طرح سے اپنے خیال میں پکے اور اپنے فرض کو پورا کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے ہم وطن ہڑتالیوں کے طعنے اور دست درازیاں بڑی بہادری سے برداشت کیں۔ اسی اثناء میں لوگ سوشلسٹ پارٹی سے د لگیر

بحث مباحثہ کے لئے تو ہمارے پاس وقت نہ تھا ایک پر دوسرا واقعہ ہوتا چلا جاتا تھا۔ جنوری کے مہینے میں ایک ریلوائی ہڑتال ہونے والی تھی۔ اور وہ رکنے والی نہ تھی۔ تھوڑے دنوں بعد ڈاکخانے اور ٹیلیفون والوں نے ہڑتال کروی جو چھ دن تک جاری رہی۔ لوگوں کا تو بے شک بہت نقصان ہوا۔ مگر حکومت کا سارا کاروبار ہی بند ہوگیا۔ خیالات کی تگ و دو بھی یک دم ٹھہر گئی۔ بھلا بین الاقوامی جھگڑے اس خرابی کے سامنے کیا اہمیت رکھتے تھے۔ سوشلسٹ پارٹی کا اخبار آوانتی جس کا میں بھی کسی زمانے میں مدیر رہ چکا تھا۔ یوں رقم طراز ہوا۔

"ڈاک خانے تار گھر اور ٹیلی فون وغیرہ فی زمانہ عیش و عشرت کا سامان ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد تو ان چیزوں کے نہ ہوتے ہوئے بھی ہم سے کہیں بڑھے ہوئے تھے۔
"کون کہہ سکتا ہے کہ یہ الفاظ مذاقیہ تھے یا انتہاء پسندوں کی حماقت کا مظاہرہ تھے۔"

غرض بظاہر تو سوالات اقتصادی نظر آتے تھے۔ مگر دراصل کسی سیاسی مفاد کے لئے پیش کئے جاتے تھے۔ مدعا تو یہ ہوتا کہ کسی نہ کسی طرح حکومت کی طاقت کو توڑا جائے۔ اور متوسط درجے کے لوگوں کو ذلیل کیا جائے اور امن کو خدشے میں ڈال کر سوویٹ (Soviet) راج اٹلی میں قائم کیا جائے۔ باہر دکھلاوا اور تھا۔ اور اندر بات دوسری تھی۔ لوگ یہ بات نہ جانتے تھے کہ جب بدنظمی ہو تو ایک ظالم اقلیت کس طرح ایک بڑی قوم پر قابو پالیتی ہے۔ اور کس طرح شہروں ریلوں اور تجارت وغیرہ پر قابض ہو بیٹھتی ہے اور لوگ بھی دل چھوڑ بیٹھتے ہیں اور انگلیاں اٹھ رہی تھیں۔ میں تن تنہا بڑی دلیری سے لکھ رہا تھا۔ کہ سرکاری ملازم حکومت کے کیسے ہی وفادار دوست کیوں نہ ہوں اپنی قوم سے غداری کر رہے ہیں۔ اس طرح ان لوگوں سے ہڑتالیں کروانی اور سب کے حقوق پامال کرنے گویا ان کو مدنیت کے مقام سے گرا کر وحشی پنے کی طرف لے جانا ہے۔

میں نے اپنے 15جنوری 1920ء والے پرچے میں یوں لکھا۔

"یہ جھگڑے تو حکومت کے اندرونی جھگڑے ہیں۔ نقصان تو اٹلی کے لوگوں کا ہورہا

اور در اصل اس اخلاقی مضبوطی میں ہی میری کامیابی کا راز مضمر ہے۔

1920کے شروع میں ہی اٹلی بین الاقوامی جھگڑوں میں پھنس گیا (Paris)پیرس میں جو مدبر لوگ جمع تھے ان کا رویہ فیاضانہ نہ تھا(Dolmatia) دلمیٹیا کے متعلق کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا اور (D' Anunnzio)ابھی تک فیوم ہی میں تھا۔اگرچہ سوشلسٹ پارٹی انتخابات میں فتح پاچکی تھی مگر دن بدن کمزور ہوتی چلی جاتی تھی۔ اور اپنی نالائقی کی وجہ سے اپنے رسوخ کو کھورہی تھی۔ اعتدال پسند لوگ انتہا پسندوں کے زیر اثر تھے۔ ادھر سے لینن (Lenin) کے خیالات کا بھوت لوگوں کے سروں پر سوار تھا۔ آزادی پسند پارٹی تو بالکل بیٹھ ہی گئی تھی۔ کیبنٹ کا یہ حال تھا کہ آج گری یا کل۔ جو لوگ خاص رعائتیں چاہتے تھے۔ وہ جو چاہتے سو کرتے۔ غرض پارلیمنٹ کے اندر بھی اور باہر بازاروں میں بھی ایک ہنگامہ برپا تھا۔

ایسی حالت میں تو جدو جہد کرنا لازمی ہوگیا۔ بعض وقت تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمیں کبھی فتح نصیب نہ ہوگی۔ میں نے اسی زمانے میں ایک مضمون شائع کیا۔ جس کا عنوان یہ تھا۔ "جہاز رانی کرو۔" میں نے لکھا کہ آج دنیا میں دو طرح کے خیالوں کی جنگ چھڑ رہی ہے۔ ایک "سیاہ" اور دوسرے "سرخ" دو مقاموں سے حکم نامے جاری ہورہے ہیں۔ ایک Rome روما سے اور دوسرے Masco ماسکو سے۔ ہم تو ان دونوں کے برخلاف ہیں۔ ہم پر دونوں اثر نہیں کرتے۔ ان کے باہمی جنگ سے ہمیں کیا مطلب۔ ہمیں تو اپنی لڑائی سے سروکار ہے۔ چاہے ہم ہار ہی جائیں ہمارا قصہ تو Julianجولین والا ہے۔ جو اپنے مذہب سے منحرف ہوگیا تھا یا Galileeگیلی لیو والا ہے۔ جس کے بال سرخ تھے۔ یا تو ہم ہی جیتیں گے۔ یا کرملن گیلی لیو یعنی روس کے بالشوکی خیال کیا مضبوط اور پائیدار خیالات پاؤں تلے روندے جائیں گے؟ میرے ہم عصروں کے دل کو ایسے سوال بے چین کر رہے تھے۔ مجھے تو جہاز کو چلانا ہی ہے چاہے بہاؤ کے الٹی طرف ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ غرق ہوجائیں گے۔ مگر اپنے خیال کو نہ چھوڑیں گے۔

مجھے(Lombardy)لمبارڈی کے اخبار نویسوں کی کانفرنس (Convention)کے سامنے اپنی صفائی دینے کے لئے حاضر ہونا پڑا۔ میرے دلائل معقول تھے۔ بورڈ کو میرے حق میں فیصلہ دینا پڑا۔ تھوڑے عرصے بعد میرے مشہور ہونے سے پہلے مجھ پر الزام لگانے والوں نے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اور اس کی تلافی بھی کردی۔

اس معاملے کا بہانہ لگا کے سوشلسٹ پارٹی اور ہر دلعزیز پارٹی کے ممبروں نے پادریوں کے ایما سے میرے بر خلاف ایک طوفان بد تمیزی کھڑا کردیا۔ ایک تو جاسوس میرے پیچھے لگادیئے۔ سپاہیوں اور پولیس والوں کو رشوت دی۔ تاکہ وہ میرے متعلق دریافت کریں کہ میں دن بھر کیا کرتا رہتاہوں اور میرے اعتقادات اور خیالات کیا ہیں۔ جن لوگوں کو میری طرف سے کبھی کسی طرح کا نقصان یا ضرر پہنچا تھا۔ وہ سب میرے خلاف ہوگئے۔ اکثر ان سے ایسے بھی تھے جو میرے منشا کو نہ سمجھے تھے۔ اور لاپرواہ تھے۔ اور مجھے کورا اور سخت دل خیال کرتے تھے۔ وہ بھی بضد کھڑے ہوگئے۔ مگر میرا کچھ بگاڑ نہ سکے۔ انہوں نے ہرچند کوشش کی کہ میرے بر خلاف کوئی نقطہ نکالیں۔ مگر کچھ نہ کرسکے۔ جو الزام مجھ پر لگایا گیا تھا کہ میں نے اخبار کا روپیہ فیوم کے مورچے پر خرچ کیا ہے اس کے متعلق سب دستاویز اور شہادت میں نے اخبار میں شائع کردی اور وہ لاجواب ہوگئے۔

میری دیانت داری پر کوئی حرف نہ آیا۔ اس نتیجہ پر میں تب بھی پہنچا،اور اب تک قائم ہے۔ اور جب تک جیتارہوں گا قائم رہوں گا۔ میرے سیاسی کام کے متعلق جو لوگوں کا جی چاہے سو کہیں، بد گوئی کریں یا برا بھلا کہیں، مگر میری زندگی کا اخلاقی پہلو نہایت ہی مضبوط تھا۔ انسان کو ایمان دار ہونا چاہیئے اور کمال درجہ کی لاغرضی سے کام کرنا چاہیئے۔ سیاسی دنیا میں بھی یہ انسان سچے وطن کے محب ہوں گے جو اپنے ہم وطنوں کے ساتھ پیار اور ہمدردی کا رویہ اختیار کریں گے۔ عیاری اور خوشامد چرب زبانی اور کمینہ پن کچھ کام نہیں دے سکتے۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں ایسی معیوب حرکتوں کا مرتکب نہ ہوا۔ اور میرے اندرونی اخلاق کی مضبوطی کو کوئی چیز ہلا نہ سکی۔

ہم (Feanza) فی اینزا پہنچے تو موٹر خراب ہوگئی اور ایک قہوہ خانہ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ وہاں مجھے کچھ پرانے دوست مل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم پھر روانہ ہوگئے۔ اور اب کے موٹر خوب تیز جارہی تھی اور ریلوے لائن کے بند پھاٹک کے ساتھ جا ٹکرائی۔ پھاٹک ٹوٹ گیا۔ اور ٹکر اس قدر زور کی تھی کہ موٹر دوسرے پھاٹک سے بھڑ گئی۔ ہم سب کے سب دور جاگرے۔ مگر موٹر چلانے والا بچ گیا مجھے اور (Arpinati) آرپی نا ٹی کو زیادہ چوٹ نہ آئی مگر ہمارے دوسرے دو ساتھی تو بری طرح سے زخمی ہوئے اور درد کے مارے چلا رہے تھے۔ حادثہ کو دیکھ کر لوگ باگ آپہنچے۔ زخمی مسافروں کو تو موٹر میں سوار کرا کے اور بیلوں کی جوڑی لگوا کر ہسپتال روانہ کیا۔ جب زخمیوں کی مرہم پٹی ہورہی تھی تو میں بھی وہاں موجود تھا۔ میں نے ان کو ہر طرح سے تسلی دی پھر میں ریل میں سوار ہوکر (Bologna) بولونا پہنچا۔ اس وقوعہ کا نتیجہ تو بڑا خراب ہوتا۔ مگر قسمت نے یاوری کی۔ دشمنوں کی عداوت نے تعویز کا کام دیا۔

اوپر بیان ہوچکا ہے کہ کس طرح 16 نومبر کو انتخابات کے بعد جو ہمارے بر خلاف ہوا۔ میرے بہت سے دوست ڈر گئے تھے اور کہتے تھے کہ عوام کی مرضی کے بر خلاف چلنے سے کیا حاصل ہوگا۔ وہ کہتے تھے کہ اور اس قسم کے لوگ ہوا ہی کرتے ہیں کہ دشمنوں کے ساتھ صلح کرلینی چاہئے۔ کیونکہ وہ اس وقت زوروں میں ہیں اور وزارتیں ان کے پاس ہیں۔اور پارلیمنٹ میں بھی ان کی چلتی ہے۔ لوگ باگ کہتے تھے کہ سمجھوتہ کرلو۔ آپس میں معاہدے کرلو' مگر میں بالکل رضامند نہ ہوا ایسے لوگوں کے ساتھ جنھوں نے ملک سے غداری کی تھی' اور جنگ کے وقت دغا دیا تھا۔ بھلا ان سے کس طرح سمجھوتا کرتا۔ لوگ میرے منشا کو نہ سمجھے۔ دوستوں کو غلط فہمی ہوئی۔ وہ نائب مدیر جو میرے ساتھ (Popolo,d Italia) کے دفتر میں کام کیا کرتے تھے۔ مستعفی ہوگئے۔ اور بہانہ کیا۔ کہ ہم تو یہاں سے دور چلے گئے ہیں بلکہ مجھ پر یہ الزام لگایا کہ انتخابات کے موقع پر میں نے اخبار کا روپیہ فیوم کے مورچے کی مدد کے لئے خرچ کیا ہے اور یہ ایک دلسوز تجربہ تھا۔ کہ دوست ہی ایسے الزامات دینے لگے۔

کے بعد دوپہر والے اجلاس میں میں نے خود ایک تجویز پیش کی جس کا منشا یہ تھا کہ مزدور طبقہ ہر طرح سے آزادی کا مستحق ہے۔ بلکہ اس جلسے کی طرف سے ہم نے ان مزدوروں کو جو کہ سیاسی پارٹیوں کی اطاعت سے جن کے سرکردہ لوگ مزدوروں کو غربت اور تباہی کی طرف لے جاتے ہیں آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ مبارکباد دی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور قومیں بھی ایسا ہی احساس رکھتی ہونگی۔ آخیر میں اسی جلسے کی طرف سے فیوم کو بھی مبارکباد دی گئی اور اس طرح سے ان فاسد خیالات کا جو جنگ کے بر خلاف پھیلائے جارہے تھے خاتمہ کردیا۔

میں ہوائی جہاز میں فیوم گیا تھا۔ اور وہاں سے واپس آتے ہوئے فلارنس پہنچا' فیوم میں ڈی اننزیو کے ساتھ دیر تک اٹلی کے متعلق خوب دل کھول کر بات چیت ہوتی رہی۔ جب میں ہوائی جہاز میں وہاں سے واپس آرہا تھا تو (Adriatic) بحر ایڈریاٹک سے گزرتے ہوئے سخت آندھی آئی۔ اور ہمیں (Aiello) آئیلو جو (Udine) اوڈ آئین کے صوبے میں ہے ٹھہرنا پڑگیا۔ مجھے دیر ہو رہی تھی۔ پر میں ریل پر سوار ہوگیا اور وقت پر فلارنس جاپہنچا۔ وہاں مجھے جلسے کی صدارت کرنی تھی اور دشمنوں کا مقابلہ بھی منظور تھا۔ جو لوگ وہاں تھے ان سب سے زیادہ پریشان خاطر میں ہی تھا۔ لوگوں کی نظر میں تو میں صرف ایک وطن پرست اور جنگ کا حامی تھا۔ اور لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ یہ شخص (Popolod Italia) اخبار میں ہر روز مضامین لکھا کرتا تھا اور بالشوزم کا پکا دشمن ہے۔ چنانچہ یہ جلسہ فاشسٹ طریقہ پر ختم کیا گیا۔ ہم نے قسمیں کھائیں کہ پھر ضرور ملیں اور چاہے کچھ ہوجائے ضرور فتح پائیں گے۔

میں فلارنس سے بذریہ موٹر رومانہ کو روانہ ہوا۔ ہمارا موٹر چلانے والا ایک شخص مسمی (Guidoan Cani) گیڈو پان کانی تھا جو جنگ کے وقت والنٹیر بھی رہ چکا تھا اور تناور تھا اور ہوائی جہاز بھی چلا سکتا تھا۔ میرے ساتھ اسی موٹر میں پان کانی کا بہنوئی اور (Ganstone Golvani) گان سٹون گلوانی (Lendro Arpinati) لینڈرو آرپی ناتی (Bolonga) بلونا کے ریلوائی کارخانے میں کام کرتے تھے۔ سوار تھے جب

شکست کھانے کے بعد متحد ہو رہے تھے۔ اگرچہ سیاسی دنیا پر اندھیرا سا چھا رہا تھا اور یاس کا عالم تھا۔ پھر بھی ہم اپنا رستہ ٹٹول ہی رہے تھے۔ اب فاشسٹ تحریک کو نظام دینا زیادہ مشکل کام نہ تھا کیونکہ وہ تنظیم کا سبق سیکھے ہوئے تھے اور ان میں جوش و خروش بھی تھا۔ اور وہ انتخابات کی اونچ نیچ کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بلکہ (Florence) فلارنس کے اندر تو کچھ لیڈر بھی پیدا ہوگئے۔ جو بڑے ہوشیار تھے۔ چنانچہ ہمار پہلا بین الاقوامی جلسہ اکتوبر 1919ء میں وہاں پر ہی ہوا۔ اور یہ جلسہ بھی خوب تھا ہمیں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ فلارنس کا شہر مہمان نوازی اور نرم دلی کے لئے مشہور تھا۔ مگر فاشسٹ لوگوں کی آؤ بھگت بندوقوں سے کی گئی۔ فساد ہوگیا مگر جلسہ پھر بھی ہوا۔ ہمارے دوستوں نے آخر جلسے کو سنبھال ہی لیا۔ بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ اور دشمنوں کو جو ہم پر آن ہی پڑے تھے۔ خوب دبایا۔ اس جلسے کے ہونے سے حکومت پر اصل حقیقت کھل گئی۔ چنانچہ 9 اکتوبر کو میں نے کھلم کھلا ایک بے لاگ تقریر کی اور قوم میں جو لوگ خرابی ڈال رہے تھے ان سے ایک زبردست اپیل کی۔ دوسرے دن ہی اٹلی کے شاعر (Marinette) مری نٹی نے جو اس وقت سیکرٹری بھی تھی اور (Pasella) پسیلا کی طرف سے پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ ایک پر اثر تقریر کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ فاشسٹ گروہ کو حق دینا چاہیئے۔ کہ وہ اٹلی کی حکومت کو ایک مضبوط اور اساسی پایہ پر رکھ سکیں اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ فاشسٹ پروگرام نہایت ہی شستہ اور آرام دہ پروگرام ہے اور ہماری مجلسی اور اقتصادی حالت کو نئی نوعیت دے گا۔

آخر میں نے اس پروگرام کو بتایا بھی اور نبھایا بھی جو لوگ یہ معلوم کرنا چاہتے ہوں کہ میں کس راستہ کو طے کر کے یہاں تک پہنچا تو وہ راستہ ان کے سامنے ہی ہے۔ جو تکالیف اور آزمائشیں در پیش تھیں اور جس طرح ان کا مقابلہ کیا گیا۔ وہ مذکورہ بالا بیانات سے ظاہر ہی ہیں۔ اور جو غلطیاں سرزد ہوئیں وہ بھی بیان کر چکا ہوں۔ اب تو ہر کوئی فاشسٹ پروگرام کو پسند کرنے لگ گیا مگر آنے والے فاشسٹ راج میں ایک سوال بڑا ٹیڑھا تھا۔ اور وہ (Syndicalism) یا مزدوروں کا سوال تھا۔ دس اکتوبر

حاضر ہو جائیں گے۔ جب کونسل کا اجلاس شروع ہوا اور بادشاہ سلامت ہال میں داخل ہوئے تو سوشلسٹ ممبران جو سرخ پھول لگائے ہوئے تھے۔ صف بنا کر باہر نکل آئے اور "مزدوروں کا گیت" اور "بین الاقوامی گیت" گاتے گاتے چلے گئے اور ان کے ساتھ ہی ساتھ "جمہوریت پسند"، "آزادی پسند" اور "انتہا پسند" پارٹیاں بھی نکل پڑیں۔ بادشاہ نے اپنی تقریر میں ان طاقتوں کا جو ہماری قومی زندگی میں رخنہ ڈال رہی تھیں اور ہمیں تباہ کر رہی تھیں۔ ذکر تک بھی نہ کیا۔ فیوم کے معاملے کو بالکل نظر انداز کر دیا وہ معاملہ تو ہماری قومی زندگی کا روح رواں تھا۔ یہاں تک بادشاہ نے اپنے جائز حقوق بھی ترک کر دیئے اور اپنی نجی آمدنی کا بہت سا حصہ جو لوگ جنگ عظیم میں شریک ہوئے اور زخمی ہوئے تھے ان کو بخش دیا۔ بات تو اصل میں یہ تھی کہ یہ لوگ بہت بے چین تھے۔ ادھر ادھر سے خارجی معاملات گڑ بڑ تھے۔اور اقتصادی حالت بھی بگڑ رہی تھی۔ مگر ہماری پارلیمنٹ کے ممبر وزارتوں کے پیچھے مرے جاتے تھے۔ پہلے تین مہینوں کے اندر نیٹی حکومت تین دفعہ گری اور گر کر اٹھی مگر بال بال بچ گئی۔

(Piedmont) پیڈ مانٹ کا ایک پرانا اخبار جس کا نام (Stampa) تھا۔ اور بڑا آزادی پسند تھا وہ بھی جنگ کے بر خلاف لکھنے لگ گیا۔ وہ تو (Giolitti) گیولیٹی کے جو جنگ میں مداخلت کے بالکل بر خلاف تھا گن گانے لگا گیا' ادھر سے کلیسیا (Church) ہر دل عزیز پارٹی کے ساتھ مل کر اپنے فائدہ کی بات کرنے لگا اور سوشلسٹ تو سب سے بڑھے ہوئے ہونے کی وجہ سے اور بھی بگڑے ہوئے تھے اور بڑی مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے۔ بھلا کمیونسٹ (Communist) اور (Nationalist) قومیت پسند کس طرح آپس میں مل بیٹھتے ایک طرف قومیت کا خیال دوسری طرف سیاسیات میں وہ اندھیر گردی۔

اسی اثنا میں (Annunzio) ڈی اننزیو کے لشکر برابر فیوم میں حکومت کی خفیہ سازشوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ اور ہم کو معلوم تھا کہ سیاسی لوگ وہاں پر کثرت سے جمع ہیں۔ محاصے کا بھی مقابلہ ہو رہا تھا۔ فاشسٹ بھی آپس میں 16 نومبر کے انتخابات میں

چوتھا باب

خستہ حال جمہوری حکومت کی جان کنی

مجھے تو اس میں ذرا شک نہیں کہ نالائق حکومتیں جو جمہوریت کا دم بھرتی ہوں یا جن کا انحصار پارٹیوں پر ہو آخر کمزور ہوتی ہوتی ایک دن بالکل ختم ہوجاتی ہیں۔ ایک کو تو میں نے اپنی آنکھوں سے گہرے سانس بھرتے اور مرتے دیکھا ہے۔ مگر وہاں وہ دن ہماری سخت آزمائش کے دن تھے۔ ہر طرف خرابی اور تباہی اور بربادی نظر آرہی تھی۔ جو اپنے ملک سے محبت رکھتا ہو وہ تو اس کی ایسی تیز رفتار گراوٹ کو بھلا کیونکر دیکھ سکتا تھا۔ اور وہ بھی ایسی گراوٹ کہ کچھ بڑی حقیقت نہ رکھتی ہو۔ جو انتخابات 16 نومبر 1919ء میں ہوئے ان کی وجہ سے ہماری سیاسیات میں کچھ دیر کے لئے چپ چاپ سی ہوگئی۔ اہم سوالوں کو چاہے وہ خانگی تھے یا خارجی کوئی لیتا ہی نہ تھا ان کو تو کوئی حل کرنا چاہتا ہی نہ تھا۔ صرف پارٹیوں کی جھوٹی لڑائی ہوتی رہتی تھی۔ لوگ باگ بیٹھے یہ فال پھینکتے کہ آنے والی کیبنٹ (Cabinet) میں کون کون لوگ ہوں گے۔ سوشلسٹ پارٹی زوروں پر تھی۔ حکومت کو ایک طرف وہ ستاتے تھے اور دوسری طرف انتہاء پسند گروہ اور ان کے ساتھ ساتھ Communist بھی شامل تھے۔ وہ بھی تنگ کرتے تھے۔

اکیسویں آئین ساز کونسل کے اجلاس میں بادشاہ سلامت نے ایک تقریر کی (Nitti) جو صدر کونسل تھے بہت فکر مند ہوئے۔ انہوں نے ہر چند سوشلسٹ پارٹی کو روکا تھا۔ مگر وہ تو بادشاہ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ کہاں رکتے تھے۔ چنانچہ مجھے پہلے سے ہی خبر ہوگئی کہ جب بادشاہ کونسل میں تقریر کرنے لگیں گے تو یہ لوگ سب غیر

پاس پہنچے۔ بالشویکی کلرک نے فوراً" ہی کہا۔ آپ شناخت لایئے میں تو (Mussolini) بینتو مسولینی کو نہیں پہچانتا ہوں۔ اتنے میں کچھ اور بالشویکی لوگ ارد گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ مسولینی کو بھلا کون جانتا ہو گا - جب یہ قیل و قال ہو رہی تھی تو ایک بوڑھا کلرک بڑے غصے میں بول اٹھا اجی روپیہ دے بھی دو کیوں احمق بنتے ہو۔ مسولینی کا نام نہ ہی فی زمانہ سب لوگ جانتے ہیں۔ بلکہ اس کا نام تو ایک دن شہرہ آفاق ہو گا۔ بوڑھا کلرک سوشلسٹ پارٹی کی کامیابی سے خوش نہ تھا۔ مجھے اس کا نام تو معلوم نہیں مگر ہاں سیدھا اور انصاف پسند شخص معلوم ہو تا تھا۔ لوگ باگ سوشلسٹ پارٹی کے بر خلاف ہونے شروع ہو گئے۔ میرے دفتر میں بھی کچھ لوگ متفکر سے رہتے اور کئی ابھی تک شک میں تھے۔ ان کی تسلی کے لئے میں نے ان سے کہا کہ بھائی تم ڈرو مت مجھے تو پوری امید ہے کہ اٹلی اس مرض سے شفا پائے گی۔ مگر ہم کو بہت محتاط رہنا ہو گا۔ مقابلہ کرتے ہی جاؤ۔ میں تو یہی کہوں گا کہ لڑتے ہی جاؤ۔ دو برس کے اندر اندر میری باری آہی جائے گی۔

○○

تھے۔ اور شہزادیاں ناچ کرکے روپیہ کماتی ہیں۔ اور فوج کے جرنیل گلیوں میں دیا سلائی کی ڈبیاں بیچتے پھرتے ہیں۔ لوگ باگ جب ایسے قصے سنتے تو بڑا ڈرتے اور مجھے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ ہماری سیاسی حالت بہت بگڑ چکی ہے۔ پرانی پارٹیوں کا تو خاتمہ ہی ہوچکا تھا اور سوشلسٹ پارٹی کا کوئی پروگرام نہ تھا۔ ان کی فتح کی وجہ تو یہ تھی کہ باقی پارٹیاں بالکل نکمی تھیں۔ اور عوام بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔ ورنہ اندر سے تو سوشلسٹ بھی بالکل کھوکھلے ہورہے تھے ان کا کوئی اصول تھا ہی نہیں۔

میں اپنے فریضہ سے بالکل بال بھر نہ ہٹا۔ اپنے اخبار کے ادارے سے جس کی اشاعت روز بروز کم ہورہی تھی۔ میں بڑے سخت اور نصیحت آمیز الفاظ مین مضامین لکھتا رہا کہ مقابلہ کرو۔ گویا میرا دفتر ایک طرح کا مورچہ تھا۔ میرا اخبار روز (Censor) ہوتا۔ مگر باوجودیکہ اس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر بھی اخبار جاری ہی رہا۔ میرے پاس روپیہ بھی نہ رہا۔ اور میں بالکل غریب ہوگیا۔ میں اخبار کو بیچ ڈالتا' مگر میں اڑا ہی رہا۔ (Nitti) نیتی حکومت نے بڑی کوششیں کیں کہ کسی طرح اخبار بالکل بند ہوجائے۔ اور مجھے کہلا بھیجا کہ تم جنوبی روس میں جہاں جمہوریت کا بول بالا ہے۔ وہاں کا طریق حکومت مطالعہ کر آؤ۔ میں سمجھ گیا کہ اس میں حکومت کی کوئی چال ہے۔ پہلے بھی حکومت نے (Annunzio) کو صلاح دی تھی کہ روما سے ٹوکیو (جاپان) ہجرت کرلے مگر وہ بھی (Fuime) فیوم میں ہی جما رہا۔ میں بھی اپنے اخبار کے ذریعے فاشسٹ لوگوں کو جو بکھرے ہوئے تھے جمع کر رہا تھا۔ ہمیشہ جلسے کرتا رہتا اور کبھی آرام سے نہ بیٹھتا تھا۔ اور سوشلسٹ پارٹی کے ساتھ ہمیشہ لڑتا ہی رہا۔

ایک دن جن انتخاب ہوچکا تھا۔ مجھے میلان کے بڑے ڈاکخانے میں ایک منی آرڈر وصول کرنے جانا پڑا۔ ڈاکخانے کا ایسا قاعدہ ہے کہ روپیہ فیوم کے مورچے کی مدد کے لئے خارجی مقبوضات کے لوگوں نے بھیجا تھا۔ ڈاکخانے کی عمارت بہت بڑی ہے۔ وہاں بھی انتخاب کا اثر جاپہنچا تھا۔ ملازموں میں بات چیت ہو رہی تھی اور دیواروں پر اشتہار چسپاں تھے۔ جب میں اور میرا بھائی (Arnolds) ارنالڈو ڈاکخانے کی کھڑکی کے

جھنڈا لہرانا چاہئے۔ ان دنوں سوشلسٹوں نے خوشی کے مارے سب نظام الٹ پلٹ کردیا۔ کوئی شخص کام تو کرتا ہی نہ تھا۔ کچھ فاشسٹ کچھ (Arditti) فوجی لوگ اور کچھ (Fuime) فیوم والے واقعہ میں حصہ دار تھے۔ ان کے دماغ کچھ ٹھکانے تھے۔ اتنے میں ایک .بم پھینکا گیا اور کچھ آدمی مارے گئے۔ اور کچھ زخمی ہوئے۔ پارلیمنٹ کے سوشلسٹ ممبر ایک وفد بنا کر جن کا لیڈر (Turati) فلی پو ٹورائی تھا۔ میلان کے گورنر صاحب کے دفتر میں جادھمکے اور کہا کہ فاشسٹ تحریک کے لیڈر یعنی میری اور دیگر سر کردہ لوگوں کی گرفتاری ہونی چاہئے۔ یہ واقعہ سیاسی پارٹی بازی کی وجہ سے کچھ اہمیت نہیں رکھتا بلکہ فضول تھا۔ حکومت نے بڑی کمزوری دکھائی۔ وہ تو سوشلسٹ پارٹی کو خوش کرنا چاہتی تھی مگر وہ میرا سیاسی رخ کسی طرح بدل سکتے تھے۔ مجھے ایک دن قید رکھا اور پھر چھوڑ دیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور سوچا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ پیشتر اس کے اٹلی کو سخت نقصان پہنچ جائے کچھ بندوبست کرنا ضروری تھا۔

ہماری مرکزی کمیٹی تو انتخابات کے بعد بالکل ٹوٹ ہی گئی۔ ہم میں سے کچھ تو گرفتار ہوگئے اور کچھ بھاگ گئے۔

آہستہ آہستہ بات ٹھنڈی پڑ گئی۔ اور میں نے پھر سے اپنے اخبار (Popolo,D Italia) میں اپنا پروگرام دینا شروع کردیا۔ جلسوں میں اکثر اٹلی کی نازک حالت کے متعلق بولتا رہتا۔ اور فاشسٹ تحریک کے متعلق بھی آزادانہ گفتگو کرتا رہتا تھا۔ سوشلسٹ پارٹی کی فتح خطرناک تھی اور وہ اس واسطے نہیں کہ سوشلزم اب خراب ہے۔ بلکہ اس لئے کہ جو لوگ اس پارٹی کے پیچھے لگے ہوئے تھے وہ چوہوں کی طرح اپنی کمزوری اور نالائقی کی وجہ سے بلوں میں گھس رہے تھے۔ اور (Liberlal) آزادی پسند(Democrats) جمہوریت پسند لوگ تو بالکل پس ہی گئے تھے۔ جرمنی اور آسٹریا جو جنگ میں ہار گئے تھے ان کے متعلق طرح طرح کے تشویش دہ قصے اور کہانیاں شائع کی جارہی تھیں۔ اور ہلکے درجے کی کتابیں لکھنے کا منشا صرف ان کو بدنام کرنا ہی تھا۔ مثلاً" کہتے تھے کہ ان ملکوں میں پروفیسر نوکروں کا اور برتن صاف کرنے کا کام کر رہے

لنڈن کے اقرا نامہ کے مطابق ڈالمیٹیا کا علاقہ اٹلی کو ملنا تھا۔ اسے بھی موڑا توڑا اور کسی مصرف کا نہ چھوڑا۔ ایک پرانے خیال کے سینٹ کے ممبر نے لنڈن کے اقرار نامہ کے متعلق کہا کہ ہم لوگ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ مگر کون سنتا تھا۔ اب تو مجھے پورا یقین ہوگیا۔ کہ خارجی معاملات بہت بگڑ چکے ہیں۔ ان کا کچھ انسداد کرنا چاہئے۔ اور بند لگانا چاہئے۔ تب میں نے فاشٹ تحریک اور Popolod Italia سے کام لینا شروع کردیا۔ مگر کہاں تک اس گندے رو کو روکا جاتا۔ لوگ کمیون ازم کی طرف جھک پڑے۔ لینن کے خیالات زوروں پر تھے۔ اور روس میں تو لوگ کھچے چلے آتے تھے۔ اس کے الفاظ میں جادو بھرا تھا۔ اور لوگ مست ہوجاتے تھے۔ تھوڑے دنوں بعد جب روس میں قحط پڑ گیا۔ اور ہمارا مشن جو روس میں گیا تھا ان سے اطلاعات موصول ہوئیں کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ تب میرے ہم وطنوں کی آنکھیں کھلیں۔ آخر کار لینن تو اٹلی والوں کے لئے صرف ایک نعرہ زنی اور جھنڈا برادری کا نشان سا ہی ہوگیا۔

اٹلی میں جنگی ہوائی جہازوں کا بننا بنانا بند ہوگیا۔ کارخانے جہاں جہاز بنا کرتے تھے وہ بھی بند کردیئے گئے۔ خالی سواری کے لئے ہوائی جہاز آیا جایا کرتے۔ بدقسمتی سے Verona ورونا میں ایک حادثہ ہوگیا ایک بڑا ہوائی جہاز جو وینس سے واپس آرہا تھا شہر پر گرا۔ جہاز چلانے والوں کو لے کر 16 آدمی مر گئے۔ مرنے والوں میں میلان کے کچھ اخبار نویس بھی تھے۔ اس حادثے کا اٹلی پر بڑا اثر ہوا۔ ملک بھر میں ماتم ہوگیا مگر حیرانی کی بات تو یہ ہے کہ حکومت نے موقعہ پاکر اس صیغہ کے متعلق بات چیت کرنی بھی چھوڑ دی۔اور سب کارخانے بند کردیئے۔ میں اس وقت ہوائی جہاز چلانے کا کام سیکھنا چاہتا تھا۔ جو جہاز ورونا میں گرا تھا۔ اس کا چلانے والا میرے گھر کے پاس ہی کا رہنے والا تھا۔ اور اس کانام (Lt Riodolpin) لفٹیننٹ راوڈولفی تھا۔ اس کی لاش کو دفنانے کے لئے (Forli) فورلی لے گئے۔ میں بھی وہاں اپنے سیاسی دوستوں کے پاس آرام کر رہا تھا۔ میری تو میرے گاؤں کے لوگوں نے پرواہ تک بھی نہ کی۔ بلکہ مخالفت کرتے

رہے۔ میں نے ان کو خوش کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر کچھ نہ بنا۔ اس واقعہ کے بعد تو میرا ہوائی جہاز چلانا سیکھنا بھی بے سود تھا۔ کوئی مالی فائدہ تو ہونا نہ تھا۔ لوگوں کے دل بجھے ہوئے تھے۔ اس خیال سے تو حکومت نے ڈی اننزیو کی کاروائی کی فیوم میں کوئی قدر نہ کرتی تھی۔ اور لوگ بھی کہتے تھے کہ ایسی کوشش بے فائدہ ہے۔ مگر میں نے ہوائی جہاز چلانا سیکھنے کا خیال بالکل نہ چھوڑا اور میں Popolo.d Italia کے ملازمین کو ساتھ لے کر ہوائی جہاز میں Mantua منتوا گیا۔ میں یہ بتلانا چاہتا تھا کہ ہمارے ملک کو ہوائی جہاز ضرور رکھنے چاہئیں۔ تکلیفیں تو آئیں گی۔ مگر ہم ترقی تب ہی کریں گے جب ہمارے پاس ہوائی جہاز ہوں گے۔ اس لئے میں اپنی اور اپنے دوستوں کی مثالیں ہمیشہ ان کے سامنے رکھتا تھا۔

عوام تو بالکل ہی سہمے ہوئے تھے اور حکومت بالکل کمزور ہوگئی تھی۔ ستمبر کے شروع ہی میں لوہے کے کارخانوں پر مزدوروں نے قبضہ کرلیا۔ اور یہ گویا بالشوکی کے اصولوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ یعنی یہ جتلانا تھا کہ کارخانوں کے اصلی مالک مزدور ہیں۔ مزدور لوگ اور جو شخص ان کو انگیخت کر رہے تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہم سب کام سنبھالیں گے۔ یہ بچوں والا خیال تھا۔ ان کو دھوکا دیا جارہا تھا۔ یعنی کارخانوں کا سب انتظام اشیاء کا بنانا اور ان کا بیچنا وغیرہ بھلا کوئی آسان کام ہے۔ کوئی نہ کوئی راہنمائی کرنے والا تو لازمی ہے۔ چاہے کوئی مانے چاہے نہ مانے۔ سچ تو یہ ہے کہ مزدوروں نے کچھ بھی نہ کیا۔ صرف تلواریں اور خنجر ہی بنا سکے۔ اکیس دن تک خالی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہے اور دل میں اپنی بے بسی پر جلتے رہے۔

جب مزدور کارخانوں کے مالک بن بیٹھے۔ پھر کیا تھا۔ مینجر اور مالک اور دیگر ملازمین علیحدہ کردیئے گئے۔ سب قسم کے نشانات اور تجارتی مارکے وغیرہ مٹا دیئے گئے۔ اور کارخانوں کے دروازوں اور چھتوں پر سرخ جھنڈے نصب کردیئے گئے۔ جن پر سوویٹ نشان یعنی درانتی اور ہتھوڑا تھے۔ ہرایک کارخانے کے انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر کردی گئی جو سوشلسٹ اور کمیونسٹ قانون اور قاعدے کے مطابق کام کرتی

تھی۔ جو لوگ ان کے ساتھ شریک نہ ہوئے انہیں بذریعہ ٹیلی فون دھمکی دی جاتی تھی کہ خبردار چنانچہ مجھے اور میرے اخبار Popolod Italia کو بھی دھمکی دی گئی۔ مگر ہم تو اس مخول بازی کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ کارخانوں پر قبضہ کرنے کے لئے بہت سینہ زوری بھی کی گئی۔ Piedmont پیڈمانٹ کے پرانے دارالخلافے (Tarin) ٹورن میں جہاں حکومت کا بہت زور تھا اور علاقہ بھی فوجی تھا وہاں بھی سوویٹ اپنا رعب جما رہی تھی۔ (Mario Sonzoni) میروٗ سون زینی جو پہلے قومیت پسند تھے اور پھر فاشٹ ہوگئے تھے گرفتار کرلئے گئے۔ ان کو عدالت کے سامنے لائے اور بچاروں کو گولی سے مار دیا گیا۔ اور ان کی لاش کھائی میں ڈال دی گئی۔ کسی رحم دل شخص نے لاش کو وہاں سے نکالا اور بھٹی میں ڈال دی گئی۔ مگر کارخانے تو بند پڑے تھے اور بھٹی میں آگ نہ تھی۔ ایک اور شخص آیا اس نے لاش کو دے پیٹا اور بچارے کا قصور اتنا تھا کہ وہ فاشٹ ہوگیا تھا۔ دوسروں کا بھی یہ ہی حال ہوا۔ اور عورتیں اس قسم کے ظلم اور بے رحمی سے مستثنٰی نہ تھیں۔ صاف ظاہر تھا کہ اٹلی کے مرد و عورتیں حیوانوں سے بدتر ہوگئے تھے۔

(Avanti) آونتی اخبار نے (Sonzini) سون زینی کو مار دینے کے متعلق یوں لکھا "قسمت کی خوبی دیکھئے کہ ایک شخص قومیت پسند ہوتا ہے۔ پھر فاشٹ بن جاتا ہے۔ اور ایک بہترین نظام کا خواہاں ہوتا ہے۔ پھر اسے گرفتار کرلیا جائے اور اس کے بعد گولی کا نشانہ بنایا جائے بھلا یہ کیا انصاف ہے۔"

کارخانوں پر قبضہ کرنا تو ایک بہانہ تھا۔ دراصل تو فساد کرنا منظور تھا۔ اٹلی کے بہت سے شہروں میں یہ ہی ہوا۔ بہت لوگ Manfalcone مان فال کون میں مارے گئے۔ اور بہت سے میلان کے شہر میں علی ہذا القیاس ہمارے ملک کے دوسرے شہروں میں بھی یہ ہی حال تھا۔ ہمارا اعتبار تو سب جگہ مارا ہی جاچکا تھا۔ صلح ہونے کے بعد بھی تو کوئی قومی ساخت کا کام ہاتھ میں نہ لیا گیا۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ملک بالکل گر رہا ہے۔ حکومت کاغذ کے نوٹ بنانے لگ گئی۔ سونا چاندی کہاں سے لاتے۔ اقتصادی

حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔ ان ایام کا خمیازہ دس برس بعد بھی اٹھانا پڑا۔ ایسی حرکتوں نے تو تباہ ہی کردیا۔ میں اخبار میں سلسلہ وار مضامین لکھتا رہا۔ ایک شخص Meda میڈا جو پارلیمنٹ کے ممبر تھے۔ اور مالی سوالوں میں ماہر تھے۔ میرے ساتھ برابر بحث مباحثہ کرتے رہے مگر کوئی شخص بھی تو اس وقت اس معمہ کو حل نہ کرسکا۔ ہم دن بدن تباہی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ادھر Sforza فورزا جو وزیر خارجہ تھے۔ اپنی دھن میں لگے ہوئے تھے۔ اور فیوم کی قسمت کا فیصلہ کررہے تھے۔ آپ اس وقت (Rapallo) رپالو میں تھے۔

چار نومبر ہماری جنگ میں فتح پانے کی سالگرہ کا دن تھا۔ اس دن کچھ مظاہرے ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم پھر سے جی اٹھے ہیں۔ روما اور میلان میں تو خوب رونق ہوئی۔ دیگر مقامات میں بھی خوشی منائی گئی۔ میں بھی نہایت خوش تھا۔ مگر یہ سب باتیں عارضی تھیں۔ اسی دوران میں بڑے دردناک واقعات ظہور میں آئے۔ مثلاً بولونا (Bologna) کا اور (Ferrara) فراری والا واقعہ اور فیوم میں بڑے دنوں میں خون و خرابی بلونا میں کچھ تھوڑے سے بہادر فاشسٹ تھے۔ جن کا سردار آرپی نیت (Arpnate) تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ وہاں سوشلسٹ جن کے ساتھ کمیونسٹ بھی شامل تھے۔ بڑی شان و شوکت سے نہ ہی صرف بولونا کے شہر میں بلکہ سارے گرد و نواع کے علاقے میں باشوکی حکومت کی بنیاد رکھ رہے ہیں۔ 21 نومبر والے دن سرخ جھنڈے شاہی محل کے میناروں پر لہرا رہے تھے۔ اور دوسری عمارتوں پر بھی سرخ جھنڈے نصب کردیئے گئے تھے۔ بولونا کے سوشلسٹوں کی طرف سے دیگر شہروں کو کبوتروں کے جھنڈ کے جھنڈ مبارک باد پہنچانے کے لیے چھوڑے گئے۔ شہر کا شہر سوشلسٹوں کے قبضے میں تھا۔ اور سوویٹ راج وہاں قائم ہونے والا تھا۔ اس مطلب کے لئے جو جلسہ ہوا اس میں بولونا کے امن پسند شہری اور کچھ فاشسٹ اور کچھ فوجی آدمی موجود تھے۔ ان کو دیکھ کر سوشلسٹ آگ بگولہ ہوگئے۔

بولونا کے فاشسٹوں نے جو (Marsala) مارسلا کے محلے میں رہا کرتے تھے۔

شہر میں امن و امان رکھنے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اور بعد دوپہر جہاں جہاں وہ جاتے لوگ لعنت ملامت کرتے مگر وہ بھی اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ ہم تو اپنا کام ضرور کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے عورتوں اور بچوں کو کہہ دیا کہ گھر سے باہر نہ نکلنا۔ اور دروازے بند کرلینا۔ بولونا میں فساد ہونے کا بڑا ڈر تھا۔ یہ دیکھ کر سوشلسٹ اور بھی چمکے۔ انہوں نے خیال کیا کہ کام تو بگڑ جائے گا۔ اور علاوہ بریں ان کے لیڈر کچھ ڈر بھی گئے تھے۔

میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا۔ کہ اٹلی کی سوشلسٹ پارٹی ہمیشہ ہی خوفزدہ اور بزدل رہی ہے۔

اس وقت کل تیس ایک فاشسٹ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں انڈی پینڈیٹ محلے سے نکل کر ایک کھلے میدان کی طرف جہاں سوشلسٹ ہی سوشلسٹ تھے جارہے تھے۔ کچھ لوگ ڈر کر شہر کے ہال سے ہوتے ہوئے اسی میدان میں آپہنچے۔ سوشلسٹ سمجھے کہ یہ تو سب کے سب فاشسٹ ہیں اور شائد ہم پر حملہ کررہے ہیں۔ اور سوشلسٹوں کے پاس ہاتھ سے پھینکنے والے بم تھے۔ ہجوم پر وہ بم دے مارے۔ بڑی کھلبلی مچ گئی اور لوگ ادھر ادھر بھاگے۔ بہتروں نے اپنے ٹکٹ پھاڑ دیئے۔ تاکہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ سوشلسٹ ہیں۔ جب محل کے نزدیک میدان میں یہ واقعات ہورہے تھے۔ شہر کے کونسل ہال میں ایک اور حادثہ ہوگیا۔ سوشلسٹ ممبر جو ہال میں تھے وہ سمجھے کہ فاشسٹ آن پہنچے وہ سب دروازے پر جمع ہوگئے اور اتنے میں گولی چل گئی۔ کچھ تو باہر کی طرف بھاگے تاکہ سوشلسٹوں سے جاملیں اور کچھ اندر کی طرف دوڑے۔ گولی سے بچنے کے لئے بہت سے لوگ زمین پر لیٹ گئے۔ کچھ کونسل کے ممبر اپنی جگہ ڈٹے رہے۔ مگر انہیں گولی لگنے کا برا ہی اندیشہ تھا۔ چنانچہ ایک شخص Oviglio اووگلیو تو بال بال بچ گیا۔ مگر (Lt. Giordani) لفٹیننٹ گیودانی جن کو سوشلسٹ بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے گولی کا نشانہ ہوگیا۔ مفسد لوگ تو برابر بم پھینک رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پاگل ہوگئے ہیں۔ بھلا عوام پر بم پھینکنے سے کیا حاصل تھا۔ وہ تو

بھاگتے ہوئے سوشلسٹوں پر ہی پڑے تھے۔ اور خیال یہ تھا کہ فاشسٹ بھونے جارہے ہیں۔ غرضیکہ غضب کی خونریزی ہوئی۔

(Ferrara) فرارہ میں بھی اس قسم کے واقعات ہوئے۔ سوشلسٹ ایک مظاہرہ کر رہے تھے اور اسٹنسی کے پرانے قلعہ میں تھے۔ کچھ فاشسٹ بھی اسی جلسے میں جارہے تھے۔ اتنے میں بم پھٹا تین تو مرگئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ یہ Ferrara وہ جگہ ہے جو بالکل سوشلسٹوں کے ہاتھ میں تھی۔ وہی طرز حکومت وہاں پر جاری تھا۔ یہاں تک کے گورنر کوزیر حراست کرنے والے تھے۔ وہاں کی وہی حالت تھی جو (Bologna) کی تھی۔ ایسے حالات دیکھ کر مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انقلاب آنے والا ہے۔ مگر کیسا انقلاب وہ معلوم نہ تھا۔

میں نے میلان میں ذمہ دار فاشسٹوں کو بلا بھیجا۔ وہ دریائے پو کی وادی سے شمالی اٹلی اور ہر شہر اور گاؤں سے بھاگے آئے۔ تعداد تو بہت نہ تھی مگر ایسے لوگ تھے جو بالکل نڈر تھے۔ میں نے انہیں سمجھایا۔ کہ اخباروں کے ذریعے یا ذاتی بہادری دکھا کر ہمیں زیادہ کامیابی نہ ہوگی۔ مجھے بھی تب ہی یہ بات سوجھی کہ دشمن کے ساتھ لڑنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں۔ مجھے کچھ ایسا معلوم ہوا کہ اٹلی صرف ایک طریقے سے بچ سکتا ہے اور اگرچہ وہ طریقہ نامکمل ہے۔ مگر ضروری بھی ہے۔ اور وہ جنگ ہے۔ ہماری جمہوری حکومت اب مرچکی ہے۔ اس کا وقت پورا ہوچکا تھا۔ اور ہمارے لئے تباہی اور بربادی ورثہ کے طور پر چھوڑ گئی تھی۔

○○

پانچواں باب

فاشسٹ باغیچہ

بعض حالتوں میں تشدد کا بڑا اخلاقی اثر ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں لیڈر نہ تھے۔ جو تھے بھی ان میں جان نہ تھی۔ آزاد پارٹی نے سب کچھ سوشلسٹ پارٹی کے حوالے کر رکھا تھا۔ موجودہ معنوں میں قومیت یا اتحاد نہ تھا۔ مزدور اور کسان بالکل جاہل اور اجڈ تھے۔ ان کو کوئی بات سمجھانا بجھانا مشکل تھا۔ انہیں تو صرف ایک بات معلوم تھی۔ یعنی وقت پر بہادرانہ تشدد کرنا۔ ان کے لئے تو صرف ایک راستہ کھلا تھا۔ اور وہ تشدد کا جواب تشدد سے دینا۔ ہمارے ساتھ اس قسم کے لوگ بھی تھے۔ جو جنگ کی حقیقت کو جانتے تھے۔ ایسے لوگ تو لڑنے والے گروہ میں شامل ہوئے تھے۔ کچھ یونیورسٹیوں کے طلباء جو ذرا دل چلے اور بہادر تھے۔ پڑھنا چھوڑ کر ہم میں آ ملے تھے۔

ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہم اس نئی جنگ میں فتح مند ہوں گے۔ اور بزدلی اور غداری کا زمانہ گذر چکا تھا۔ ہمیں تشدد اور قربانی سے کام لینا ہوگا۔ اور خون بھی بہانا ہوگا۔ اور ہمیں عوام کی خواہش کے مطابق ایک نظام اور امنیت قائم کرنی تھی۔ یہ کام صرف اخباری مضمون نویسی سے یا تقریروں سے نہیں ہوسکتا تھا۔ اور نہ ہی پارلیمنٹ میں بحث و مباحثہ کچھ کام دے سکتے تھے۔

ہم نے آخر اپنی قوم کو بچانے اور اٹھانے کے لئے کام شروع کر ہی دیا۔ قوم مردہ تو تھی ہی۔ مگر اٹلی نئی بھی پیدا ہورہی تھی۔ 1921ء کے آخر میں فیوم والا کھیل بھی ختم ہوا۔ اسے اٹلی سے علیحدہ کردیا گیا۔ مگر مقابلہ جاری رہا۔ ڈی اننزیو نے اعلان

کردیا۔ کہ کچھ بھی ہو وہ فیوم کی خلاصی نہ کرے گا۔ کیونکہ اٹلی والوں نے وہاں قومیت کو زندہ رکھنے کے لئے اس قدر ایثار اور قربانی دکھلائی۔ میں نے بھی یہ سب کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور جب یہ لڑائی شروع ہوئی تھی۔ میں D.Anunnzio ڈی اننزیو کے ساتھ ہی تھا۔ سال بھر سے برابر اس سے برادرانہ خط و کتابت جاری تھی۔ ان خطوں میں فیوم کی جانفشانی کی خوشبو آیا کرتی تھی۔ جب سے وہ شہر دشمنوں کے ہاتھ میں گیا تھا۔ تب سے شاعر ڈی اننریو مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اسے واپس لینا چاہئے۔ اور وہ لڑنا چاہتا تھا۔ اس نے جو خط مجھے 14 دسمبر 1919ء کو لکھا وہ میرے اخبار کے لئے اس کا پیغام تھا۔ اور وہ یہ تھا۔

پیارے مسولینی!

دو سطریں جلدی میں لکھ رہا ہوں۔ میں گھنٹوں کام میں مشغول رہا ہوں۔ میرے ہاتھ اور میری آنکھیں تھک گئی ہیں۔ میں اپنے لڑکے گبرئیل لینو کے ہاتھ جو میرا بہادر ساتھی ہے۔ ایک کاغذ روانہ کررہا ہوں۔ اس میں جو غلطیاں ہوں وہ درست کرلینا۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ ابھی تو میری جدوجہد کا شروع ہی ہے۔ میں تو اسے اپنی مرضی کے مطابق آخر تک ختم کرکے لوٹوں گا۔ اگر کہیں یہ کاغذ سنسر والوں کے ہاتھ پڑگیا تو یہ خط خالی جگہ چھوڑ کر جہاں جہاں حروف رہ گئے ہوں۔ چھاپ دینا۔ پھر دیکھیں گے کیا ہوتا ہے۔ میں آپ کو پھر خط لکھوں گا۔ میں خود آؤں گا میں آپ کی وفاداری کی تعریف کرتا ہوں۔ آپ خوب ہمت سے کام لے رہے ہیں۔ مجھے اپنا ہاتھ دیجئے۔

آپ کا

گبرئیل ڈی اننریو

جولائی سے لے کر دسمبر تک فیوم والا معاملہ زیادہ پیچیدہ ہوتا گیا۔ گیولٹی جو اس وقت وزیراعظم تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ڈی اننریو اڑا ہوا ہے۔ تو وزیر خارجہ

(Sforza)کونٹ شورزا نے مقام (Rapallo) رپالو پر جو عہد و پیمان کئے گئے ان کو بحال رکھنے کے لئے شہر کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔ محاصرہ کامیاب ہوتا یا نہ ہوتا۔ اس واسطے حکومت نے چڑھائی کردی۔ کرسمس کے دن تھے۔ اور دو دن تک متواتر اخبار شائع نہ ہونے تھے۔ اٹلی کا علاقہ تھا اور اٹلی کے سپاہی ایک طرف تھے۔ اور دوسری طرف بھی ڈی اننریو کے بہادر سپاہی اٹلی ہی کے تھے۔ دونوں طرف بھائی بھائی آپس میں لڑ رہے تھے۔ سارا ملک غصے کے مارے جلا جاتا تھا۔ اب پچھتاوا لگا اور صلح کی بابت سوچنے لگے۔ شرطیں کیا ہوں۔ آخر دی اننریو سب اختیارات ایک کمیٹی کو دے کر چل دیئے۔ سولہ مہینوں تک وہ بڑی جانفشانی سے جمے رہے تھے۔ اب شہر کو شہریوں کے سپرد کرکے چلے گئے۔ اب جو ہو سو ہو۔ میں نے اس وقت ایک پیغام لکھا جو لوگوں کے دل کو لگا اور نہایت ہی پسندیدہ تھا۔

لفاظی کی تہہ پر کھیل تو اچھا ہی نکلا۔ معاملہ تو خوفناک تھا۔ مگر بات پوری ہوئی۔ ایک طرف حکومت کی سردمہری اور ضد اور دوسری طرف ایک خیال کے لئے ایثار اور قربانی۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے۔ مگر ہم اس طرف ہوئے جس طرف ایثار اور قربانی تھی۔

کچھ دنوں بعد 4جنوری 1921ء (Ronchi) رونچی کی فوج کے بہادر جو جنگ میں مارے گئے تھے۔ ان کی یادگار منائی جارہی تھی۔ میں نے ایک پرزور مضمون اپنے اخبار میں شائع کیا۔ جس کے آخر کے الفاظ یہ تھے۔

جنگ عظیم میں انہوں نے سب سے آخر جان دی۔ ان کی قربانی بے فائدہ نہ تھی۔ وہ بہادر اٹلی کے تین رنگ کے جھنڈے اور اٹلی کی سرزمین میں مدفون ہیں۔ ان کی قبریں متبرک ہیں۔ قبروں میں آپس کے جھگڑے مٹ جایا کرتا ہیں۔ (Carnaro) کارنارو کے میدان میں جو بہادر سپاہی کام آئے۔ وہ اس بات کے شاہد ہیں کہ اٹلی اور فیوم ایک ہی ہیں۔ دونوں کے جسم اور جان ایک ہیں۔ مدبرین کی سیاہی بھلا کبھی خون سے لکھے ہوئے رشتہ کو مٹا سکتی ہے۔ رونچی کی فوج کا بول بالا اور ان کے لیڈروں کو

مبارک باد ہو۔ اور ان کو بھی جو جنگ میں کام آئے۔ اور ان کو بھی جو بچ کر زندہ واپس آئے۔ اور وہ اب ہمارے برفانی پہاڑوں (Nevoso) نووسو کے محافظ ہوں گے۔

تشدد کی ضرورت پہلے سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔ سب اس ضرورت کو محسوس کر رہے تھے۔ اب اس پر کاربند ہونے کا وقت آگیا تھا۔ یہ بات اب صاف ظاہر ہوگئی۔ چنانچہ جو فوجی نظام میرے دماغ کے اندر تھا وہ واقعہ میں ظہور پذیر ہوا۔ میں نے جو حدود اور قاعدے سوچ رکھے تھے۔ ان کے مطابق سب کاروائی شروع ہونے لگی۔ ہمارا تشدد بڑا زور دار تھا۔ جس طرح گیری بالڈی کی فوجیں وفادار اور بہادر تھیں۔ ویسی ہی ہماری فوجیں بھی تھیں۔ اٹلی کے (Bundle of fight) (فوج کا نام ہے) کی مرکزی کمیٹی ہمارے ساتھ شامل تھی۔ اور صوبوں اور شہروں میں سب جگہ فوجیں میرے ہاتھ کے نیچے کام کرتی تھیں۔ یونیورسٹیوں سے بہادر طلباء بھی ہم میں آن ملے۔ ہر مدرسے کے طلباء اپنی کتابیں چھوڑ چھاڑ کر ہماری سیاسی تحریک میں شامل ہوگئے۔ طلباء بڑے جوش میں تھے۔ اور خوشی سے آرام کی زندگی چھوڑ کر اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رہے تھے۔ کیوں نہ ہوتا۔ انہوں نے ملک کے غداروں کو سبق سکھانا تھا۔ چونکہ یہ طلباء بہادری سے لڑے تھے۔ جب میں حکمران ہوا تو انہیں میری طرف سے اعزازی ڈگریاں عطا کی گئیں۔ انہوں نے قوم کے بچانے کی خاطر جانیں دی تھیں ان نوجوانوں میں ایسے نوجوان بھی تھے جنہوں نے باقاعدہ اور بہادرانہ طریقے سے کمیونسٹوں کے مکڑی کے جال کو توڑا۔ جو ان لوگوں نے ہمارے ملک کے جاہل لوگوں کو پھنسانے کے لئے تن رکھا تھا۔ اور جن کی وجہ سے ہماری قومی زندگی تباہ ہو رہی تھی۔ جہاں کہیں کوئی دنگہ فساد یا لڑائی جھگڑا یا کوئی خرابی ہوجاتی۔ ہمارے سپاہی سیاہ قمیض پہنے ہوئے تھے۔ یہ ان کے سخت جان ہونے کی نشانی تھی اور ان کی وردی بھی تھی۔

آزادی پسند جمہوری حکومت نے ہماری تحریک کے راستے میں روڑے اٹکانے شروع کردیئے۔ حکومت شاہی فوج پر بڑی نازاں تھی۔ اور فوج تو قومیت کی ضد پر ہوا

کرتی ہے۔ ہم میں دلیری اور ہمت اور لیاقت کی کچھ کمی نہ تھی۔ اور ہم تو لڑنے مرنے کے لئے تیار ہی تھے۔ حکومت ہمیں قید میں ڈالتی اور ہمیں یہ انتظار رہتا کہ عدالت کچھ حکم دے گی۔ سپاہی مجھ پر فدا تھے اور میرے کہنے پر چلتے تھے۔ نوجوان لڑکے یہ سمجھتے تھے کہ اٹلی پر جو ظلم ہوئے ان کا بدلہ لوں گا۔ میرے سپاہی مرتے وقت کہتے تھے کہ ہمیں سیاہ قمیض کا کفن پہنانا۔ جب وہ مرتے تو ان کی زبان پر ملک اور میرا نام ہوتا تھا۔ اور میں اس سے بڑا ہی متاثر ہوتا تھا۔ ایسے خوبصورت اور نوجوان بہادروں نے میرے دل سے ہر قسم کا خوف نکال دیا۔

اب میرے سامنے سوشلسٹوں اور آزادی پسند اور دیگر غیرذمہ دار پارٹیوں کی کیا حقیقت تھی۔ قوم کی قوم بیدار ہوچکی تھی۔ اور جنگ کا راگ الاپا جارہا تھا۔ گویا لڑائی کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ کمیونسٹ اور فری میسن (Freemason) جو سیاسی سازشوں میں حصہ لے رہے تھے۔ اب خوف کے مارے مرے جاتے تھے۔ اور انہوں نے ہر طرح ہماری تحریک کی مخالفت کی۔ کئی طرح کے جال پھیلائے اور گڑھے کھودے۔ بازاروں اور کھیتوں میں روزانہ خون خرابہ ہوجاتا۔ اتوار ہو یا کوئی تعطیل ہو یا کوئی جلسہ ہو۔ ضرور فاشسٹ لوگ قابو آجاتے۔ اور مارے جاتے۔ ہم تو اپنی طرف سے پہل نہ کیا کرتے تھے۔ اور نہ ہی ہم پہلے حملہ کرتے۔ میں نے افسروں سے اور سپاہیوں سے بھی کہہ رکھا تھا کہ خبردار زیادتی مت کرنا۔ وہ میرا کہا تو مانتے مگر دل ہی دل میں جھنجھلاتے۔ بدلہ نہ لیتے تھے۔ مگر میرا حکم پوری طرح مانتے تھے۔ اگر میں حکم دیتا کہ جان توڑ کر لڑو، تو وہ ضرور لڑتے۔ لڑکے تو دشمن سے خواہ مخواہ الجھ جاتے۔ وہ تو مجھے ایسا سمجھتے، جیسا میں کوئی اولیا ہوں۔ جس کا حکم اٹل ہے۔

میرے سپاہی اس قدر وفادار اور جان نثار تھے۔ کہ ان کی یہ صفات مجھے بھی اونچا کرتی تھیں۔ مجھے اپنی ذمہ داری کا خیال آجاتا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک نوجوان جس کی عمر بیس سال کی ہوگی۔ اسے کسی Communist نے خنجر مارا۔ اور وہ زخمی ہوگیا۔ دو دن تک بیمار رہا۔ اور سخت تکلیف میں تھا۔ اور جب مرنے کے قریب ہوا۔ تو میری

تصویر (فوٹو) اس کے سامنے تھی۔ اس نے خوشی سے جان دی۔ اور کہنے لگا کہ میں فخر سے کہتا ہوں۔ کہ میں نے آپ سے مرنا سیکھا ہے۔

مجھے سیاسی لڑائی اچھی نہ لگتی تھیں۔ میری طبیعت کا میلان ہمیشہ سے بہادری کی لڑائیوں کی طرف رہا ہے۔ خانگی جنگ اچھی تو نہیں ہوتی۔ مگر جب سیاسیات کی یہ حالت ہو کہ یا تو تیر ہی چلے یا کمان ہی ٹوٹے۔ اس وقت کیا کیا جائے۔ جہاں پچاس سال پارلیمنٹ کے اندر سیاسی لڑائیاں ہوتی رہیں اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ سازشیں جاری رہیں۔ اور خود غرضی اور خود پسندی کا بازار گرم ہی رہا۔ وہاں چند مہینوں کی لڑائی سے اگرچہ فیصلہ ہوجائے تو بہت بہتر ہے۔ حکومتیں تو ایک مربہ کا مرتبان ہیں۔ مکھیاں وہاں پر جمع ہی رہتی ہیں۔

1921ء میں میں نے کوشش کی کہ حکومت کے سایہ تلے دشمنوں کے ساتھ کچھ سمجھوتا ہو جائے۔ تو بڑا اچھا ہو۔ بھلا سوشلسٹ، اور لبرل کہاں مانتے تھے۔ میں تو اپنی طرف سے فراخ دلی سے کام لیتا تھا۔ اور وہ بھی اپنی ذاتی ذمہ داری پر۔ مگر وہ سمجھے کہ میرا کوئی اور مطلب ہے۔ اور ان کو غلط فہمی سی ہوگئی۔ سوشلسٹ تو مان گئے۔ مگر کمیونسٹوں نے سمجھوتے پر دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ وہ برابر لڑتے رہے۔ اور سوشلسٹ ان کی اندر ہی اندر مدد کرتے رہے۔ صلح کی کوشش بالکل بے سود ثابت ہوئی۔ سوشلسٹوں نے اٹلی کا کام بگاڑ رکھا تھا۔ ان میں بہت سے دشمنی پر اڑے ہوئے تھے۔ اس لئے تھوڑی دیر لڑائی بند رہ کر پھر شروع ہوگئی۔ جب تک پورا فیصلہ نہ ہوگیا۔ لڑائی ہوتی رہی۔ یہ ہماری 1921ء والی بڑی سیاسی لڑائی کا آغاز تھا۔

اس سال کی خوفناک لڑائیوں کا کیا ذکر کروں۔ وہ اب گزر چکی ہیں۔ مگر کوئی گھر خالی نہ ہوگا جہاں پس ماندگان مرحوموں کی یاد میں دیئے نہ جلائے جاتے ہوں۔ اور جو لڑائی میں کام آئے ہوں۔ ان کو بیٹھ کر یاد نہ کرتے ہوں۔ ہماری فاشسٹ فوجیں ہر طرح کی تھیں۔ ان میں ہر طبقے اور ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔ بہت سے تو تب ہی مرگئے تھے۔ جب فتح کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر خدا جو منصف ہے۔ جو لڑتے ہوئے مارے

گئے۔ ان کو بہشت نصیب کرے۔ اور جو بچ کر آگئے ان کو بھی اجر دے۔ کیونکہ انہوں نے وفاداری اور جانثاری دکھلائی۔

1921ء کے شروع کے مہینوں میں (PO) دریائے پو کی وادی میں تو بڑی خونریزی ہوئی۔ سوشلسٹ تو اتنے بے حیا ہوگئے تھے کہ فاشسٹ جنازے پر بھی گولی چلا دیتے تھے۔ ایسا واقعہ Rome روما میں ہوا۔ اس زمانے میں ایک مقام (Laghorn) لگ ہارن پر سوشلسٹ پارٹی کی کانگریس ہورہی تھی۔ ان میں آپس میں جھگڑا ہوگیا۔

کمیونسٹ پارٹی علیحدہ ہوگئی۔ انہوں نے تو اٹلی کی سیاسی زندگی کو بہت گندہ کردیا تھا۔ مجھے تو معلوم ہی تھا۔ مگر اور سب بھی جانتے تھے۔ کہ انہیں (Moscow) سے ہر طرح کی مدد و امداد اور سہارا مل رہا تھا۔ اور وہ سب ملکوں میں چھائے رہے تھے۔

Trieste ٹریسٹ وہ شہر ہے۔ جسے اٹلی کے لوگ بہت عزیز جانتے ہیں۔ وہاں کے لوگ بڑے ہی وفادار اور جوشیلے ہیں۔ وہاں پر فاشسٹوں کا ایک بڑا جلسہ ہورہا تھا۔ ان کا سرگروہ ایک شخص مسمی Giunta گیونتا تھا۔ جو اٹلی کی پارلیمنٹ کا ممبر تھا۔ اور شروع سے ہی بڑا بہادر اور سرگرم فاشسٹ تھا۔ اسے خوب معلوم تھا کہ جو لوگ شہر میں خرابی ڈال رہے ہیں۔ ان کا کیا علاج ہے۔ یہ جلسہ Rosetti Theatre روز یٹی تھیٹر میں ہورہا تھا۔ میں نے بھی وہاں تقریر کی۔ میں نے فاشسٹ تحریک کے اساسی اصول بیان کئے۔ اور یہ نہ ہی صرف فاشسٹوں کے واسطے تھے بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی مفید تھے۔ جو اپنے ملک کی بہتری اور ترقی کے خواہاں تھے۔ میں نے اس ضمن میں اٹلی کی خارجہ سیاسی پالیسی کے متعلق بھی کچھ کہا۔ کیونکہ وہ مسئلہ بھی حل طلب تھا۔ اور میں نے یہ مطالبہ کیا کہ (Ropallo) رپالو کا عہد نامہ جس سے وزیر خارجہ اور (Giolitti) گیولٹی نے فیوم دشمنوں کو دے دیا تھا۔ فسخ ہونا چاہئے اور اس عہدے نامے کے خراب نتیجوں میں سے بھی میں نے لوگوں کو مطلع کردیا۔ اگرچہ میں نے یہ بھی کہا۔ کہ معاملہ لا علاج ہوچکا ہے۔ کیونکہ قصور تو صرف عہد نامے پر دستخط کرنے والوں کا نہ تھا۔ بلکہ قصور تو ہماری پارلیمنٹ کا تھا۔ اور ہمارے ملک کے اخباروں کا تھا۔

چنانچہ یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے کچھ کتابیں بھی شائع کیں۔ جن کا ترجمہ (Zagabiria)گابریا میں ہوا اور مصنف نے اپنے خیال کے مطابق یہ بات ثابت کی کہ (Dalmatia) دالمیٹیا اٹلی کا حصہ نہ تھا۔ یہ وجہ تھی کہ فیوم اٹلی سے جدا کردیا گیا۔اور یہ ہماری جہالت اور بے سمجھی اور غداری کا نتیجہ تھا۔ ہم اب دکھلائیں گے کہ یہ سراسر غلطی تھی اور ہم ڈلمیٹیا کو جو اٹلی کا حصہ ہے۔ پھر اپنے اندر ملائیں گے ہمیں وہ بہت عزیز ہے۔

عہد نامے پر تو دستخط ہو ہی چکے تھے۔ اب تو اس کو توڑنے کا ایک ہی طریقہ تھا۔ یا تو خارجی جنگ ہو یا ملک کے اندر فساد ہو۔ یہ دونوں باتیں فضول تھیں۔ پانچ برس کی خونریز لڑائی کے بعد تو ایک عہد نامہ ہوا ہو۔ اب اس کو توڑے کون۔ کہیں کبھی ایسے معجزے بھی ہوا کرتے ہیں۔ بھلا یہ کب ممکن ہوسکتا ہے۔ کہ ایک عہد نامہ چاہے وہ برا تھا یا اچھا۔ جس کو نوے فی صدی اٹلی کے لوگ قبول کر چکے ہوں۔ اس کے برخلاف انقلاب پیدا کردیا جائے۔ اگر جنگ میں شمولیت کا سوال ہوتا تو بات دیگر تھی۔ شاید انقلاب ہو بھی جاتا۔

ایسا صریح اور صاف بیان دے کراوراٹلی اور فیوم کے پر درد قصہ کو بیان کرنے کے بعد اور یہ بھی بتلادینے کے بعد کہ انقلاب پیدا کرنا ناممکن ہے۔ اوراگرکیا بھی جائے تو بھی قبل ازوقت ہوگا۔ اور ناکامیاب ہوگا میں نے لوگوں کی توجہ اپنے پروگرام کی طرف دلائی۔ یعنی 1921ء میں ہمیں کیاکرنا ہوگا۔ میں نے دوران تقریر میں کہا کہ :۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیں مندرجہ ذیل مطالبے کرنے ضروری ہیں۔

اول یہ کہ صلح کے لئے جو عہد نامے ہوئے ہیں۔ ان پر نظر ثانی کی جائے اور جو شرائط ناقابل عمل ہیں۔ یا جن پر عمل کرنے سے جھگڑا بڑھتا ہے۔ ان میں مناسب رد و بدل کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ اقتصادی طور پر فیوم کا اٹلی کے ساتھ کیا تعلق ہوگا۔ اور جو اٹلی

کے باشندے ڈالمیشیا کے علاقے میں آباد ہیں۔ ان کا نگران حال کون ہو گا۔

تیسرے یہ کہ اٹلی یورپ کے دیگر ممالک سے جہاں سرمایہ دار حکمران ہیں۔ علیحدگی اختیار کرکے اپنے خانگی ذرائع پیدوار کو فروغ دے۔

چوتھے یہ کہ اٹلی آسٹریا' جرمنی' بلگیریا' ترکی اور ہنگری کے ساتھ پھر سے تعلقات پیدا کرے۔ مگر وہ خودمختارانہ اور باعزت تعلقات ہوں۔ اور ہماری شمالی اور جنوبی حدود واضح اور مقرر کی جائیں۔

پانچویں یہ کہ مشرقی ممالک سے جو ایشیاء میں واقع ہیں۔ اور جن میں روس بھی شامل ہے۔ ہمارے تعلقات دوستانہ ہونا لازمی ہیں۔

چھٹے یہ کہ غیر ممالک میں جو ہمارے سفیر اور ایلچی مقرر ہوں۔ ان میں ہمارے کالجوں سے تعلیم پا کر نکلے ہوئے طلباء بھی بھرتی ہونے چاہئیں۔

ساتویں یہ کہ خارجہ پالیسی میں ہماری قوم کے حقوق اور ضروریات کا خیال رکھا جائے۔

آٹھویں یہ کہ بحر روم Mediterranean میں اور Atlantic اطلانٹک کے پار بھی ہمارے مقبوضات ہونے چاہئیں۔ جہاں ریلیں بنا کر اٹلی کے تمدن کو وہاں جاری کیا جائے۔ تاکہ ہم اپنی اقتصادیات کو فروغ دے سکیں۔

آخر میں میں نے کہا۔ کہ مجھے تو یقین واثق ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ روما پھر سارے مغربی یورپ کو تہذیب سکھلانے لگا ہے۔ اور ہمیں آنے والی نسلوں کے دلوں میں حب الوطنی کی آگ روشن کرنی چاہئے۔ اور دنیا کی قوموں میں ہماری قوم ایک شاندار قوم بنی چاہئے۔

1921ء میں Danteڈانٹے کی شتابدی منائی جاتی تھی۔ مجھے اس وقت Aligluerie انی غیری کے لفظ یاد آرہے تھے۔ وہ کہتا تھا۔ ''کل کو اٹلی آزاد اور دولت مند ہو جائے گا۔ سمندر میں اس کے جہاز چلتے ہوں گے۔ اور آسمان پر ہوائی جہاز اڑتے ہوں گے۔ اور زمین پر اس کے ہل چلتے ہوں گے۔''

Lombardy لبمباڈی میں جو فاشسٹوں کا جلسہ ہوا میں نے انہیں وہ منزلیں بتلادیں جن کو انہوں نے طے کرنا ہوگا۔ ایک تقریر جو میں نے میلان میں کی۔ میں نے اپنے دوستوں کو صاف کہہ دیا۔ کہ اگرچہ دقتیں پیش آنے والی ہیں۔ مگر ایسے لوگ تیار ضرور ہورہے ہیں۔ جو کل کو اٹلی میں حکمران ہوں گے۔ اس طرح سے بلاشبہ بیج بویا جارہا تھا۔ اور قانونی طریقے سے یا تشدد سے عنان حکومت ہمارے ہاتھوں میں چلی آرہی تھی۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ اگرچہ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔ مگر فاشسٹوں کے برخلاف دونوں مل جایا کرتے تھے۔ بلکہ کمیونسٹوں کا تو کوئی دھرم ایمان ہی نہ تھا۔ ہر روز قانون کو توڑا اور اپنی حماقت کی وجہ سے دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ لگا سکتے تھے۔

Floranc فلارنس میں جب ایک قومی پریڈ ہورہی تھی۔ کمیونسٹوں نے فساد شروع کردیا۔ بم پھینکے اور اکیلے دکیلے فاشسٹوں پر وار بھی کیا۔ اور ایسا اتفاق بھی ہوا کہ ایک نوجوان فاشسٹ کو جسکا نام Berta برتا تھا۔ بڑی بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ بچارا قسمت کا مارا دریائے Arno آرنو کے پل پر ان لوگوں کے قابو چڑھ گیا۔ پہلے تو اس کو خوب مارا۔ پھر اٹھا کر پل پر سے دریا میں پھینک دیا۔ جب جان بچانے کے لئے اس غریب نے پل کے جنگلے کو زخمی ہاتھوں سے تھامے رکھا۔ تو کمیونسٹ اس پر لپکے اور اس کی انگلیوں پر چوٹیں لگائیں۔ اور وہ دھم سے دریا میں گرا۔ اور اس کی لاش بھنور میں بہہ گئی۔ انہوں نے اس پر ہی اکتفا نہ کیا۔ کچھ دیر بعد Empoli امپولی کی واردات ہوئی۔ جہاں کمیونسٹوں نے بارود کی سرنگ لگادی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور ان کی لاشوں کی وہ بے حرمتی کی کہ جنگل کی وحشی قومیں بھی نہ کرتی ہوں گی۔

یہ واقعات کسی خاص صوبے میں نہ ہورہے تھے۔ بلکہ سب جگہ یہ ہی حال تھا۔ چنانچہ Casall Monferrato کا سال مان فریٹو میں بھی ایسا ہی ہوا۔ وہاں Sardinia سارڈینیا کے رہنے والے دو ڈھولچی مارے گئے۔ اور ایک بہادر سپاہی مسمی

میریا ڈی وشی بھی زخمی ہوا میلان میں میں اکیلے دکیلے فاشسٹ کو مار دیا کرتے۔ ہمارا ایک بڑا عزیز دوست Aldo Sette الڈوسٹ جو بالکل جوان تھا۔ بڑی بے رحمی سے مارا گیا۔

میلان میں 23 مارچ کو ایک بڑا ہی درناک واقع ہوا۔ جس کے نتائج بھی خطرناک ثابت ہوئے۔ شہر کے Diaan Theatre ڈائینا تھیٹر میں ایک .بمب پھٹا۔ کمیونسٹوں کی شرارت تھی۔ تھیٹر لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ بیس آدمی تو فورا" مرگئے اوز پچاس زخمی ہوئے۔ میلان میں تو ماتم پڑ گیا۔ لوگ غصے میں بھرے ہوئے تھے اور بدلہ لینے کے لئے تیار تھے۔ لوگوں میں جوش بھر رہا تھا۔ فاشسٹوں نے آوانتی اخبار کے دفتر پر دوسری دفعہ ہلہ بوّل دیا۔ اور آگ لگادی۔ اور لوگوں نے مزدوروں کے دفتر پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر بہت سی فوج آگئی۔ اور فاشسٹوں کو روک دیا گیا۔ پھر کیاتھا جہاں جہاں کمیونسٹ اور سوشلسٹ تھے وہاں وہاں فاشسٹ پہنچے وہ نابکار آگے سے بھاگ نکلے۔ حکومت بالکل بے بس تھی۔ ایسے فسادات کو کس طرح روکتی۔ 26 مارچ کو میں نے سب فاشسٹ فوجیں لمبارڈی روانہ کردیں۔ وہ فوج کے دستے قدم سے قدم ملاتے ہوئے میلان کے بازاروں سے گزرے۔ ایسا نظارہ تھا کہ انسان نہیں بھول سکتا۔ آخر میں کام کو لے ہی نکلا۔ جو ملک میں امن و امان چاہتے تھے وہ میرے ساتھ ہولئے۔ جو فاشسٹ مارے گئے تھے اور جو لوگ تھیٹر میں بم کا شکار ہوئے تھے۔ آخر ان کی شہادت ضائع تو نہ جاسکتی تھی۔ اب تو اٹلی کے نام پر سب لوگ متحد ہونے لگے اور خاص کر اٹلی کے نوجوان جنھوں نے لڑائی جیتی تھی۔ اب اپنی جانفشانی اور محنت کا پھل چکھنے لگے۔ آخر ان کی محنت اور ایثار بارور تو ہونی ہی تھی۔

جو لوگ بم پھٹنے سے مارے گئے۔ ان کے حق میں بڑاشاندار مظاہرہ ہوا۔ اس دن سے سمجھو انکی بربادی کرنے والوں کا زوال شروع ہوگیا۔ کمیونسٹ اور سوشلسٹ چوہوں کی طرح اپنی بلوں میں گھس گئے۔ اور جہاں سر چھپانے کی جگہ ملی وہاں چلے گئے۔ ان دنوں مجھے بہت محنت کرنی پڑی۔ میں Popolod Italia کو بھی چلاتا تھا۔ اور اس میں

ہر روز صبح ہی اپنا پروگرام دے دیا کرتا تھا۔ یہ پروگرام نہ صرف میلان میں بلکہ اٹلی کے ہر شہر میں پہنچ جاتا تھا۔ اب تو میں فاشسٹ پارٹی کا کام مضبوطی سے چلانے لگا۔ کبھی کبھی تو میں بڑے سخت حکم جاری کرتا تھا۔ مگر جو لوگ باہر سے آتے اور فاشسٹ تحریک کی خبریں لاتے تھے۔ میں بڑی توجہ سے سنتا۔ مجھے دشمن کی حرکات کا بھی پتہ تھا۔ میں اپنی تحریک کو ادھر ادھر جانے نہ دیتا تھا۔ اور نہ ہی اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ ڈالتا تھا۔ ہاں میں تحریک کے اندر کوئی ملاوٹ نہ ہونے دیتا تھا۔ میری تحریک ہر قسم کی ملک فروشی' پارٹی بازی اور غداری سے پاک اور مبرا تھی۔

میری زندگی میں بہت سے نشیب و فراز ہوئے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھی مجھے ہوائی جہاز میں سوار ہونے کی بڑی خواہش رہی۔ ان دنوں میں بھی جب مجھے بہت دوڑ دھوپ کرنی پڑتی تھی اور روز کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا تھا۔ میں بائیسکل لے کر ہوائی جہاز چلانے کے لئے 18 میل آیا جایا کرتا تھا۔ گیوسپ روائلی میرے استاد تھے۔ سیدھے سادھے مگر بہادر ہوائی جہاز چلانے والے تھے۔ انہیں خود بھی شوق تھا اور مجھے انہوں نے یہ مشکل کام بڑی اچھی طرح سکھلایا۔

ایک دن میں ان کے ساتھ ہوائی جہاز میں گیا۔ پہلی دفعہ تو کچھ نہ ہوا۔ جب ہم دوسری دفعہ گئے۔ تو ہم اتر رہے تھے۔ کہ موٹر کچھ خراب سی ہو گئی۔ ہمارا جہاز بازو کے بل گرا۔ گرنے کے وقت اونچائی کوئی چالیس میٹر Metre ہوگی۔ چلانے والے کے تو پیشانی پر کچھ کچھ زخم آئے۔ میرے سر پر چوٹیں آئیں۔ اور ان کے ٹھیک ہونے میں دو ہفتے لگے۔ کچھ مرہم پٹی تو اس وقت کی گئی۔ اور باقی کے لئے مجھے ہسپتال میں ڈاکٹر Leonardo pallierie لیونا رڈی پیلی اوری کے زیر علاج رہنا پڑا۔ میرے دوست ڈاکٹر Ambrogia Binda امبرا گیوبندا نے بھی میرا علاج اچھی طرح سے کیا۔ میں ان کا نہایت شکر گزار ہوں۔ اگر وہ علاج نہ کرتے تو نہ معلوم کیا کا کیا ہوجاتا۔ اس سے مجھے یہ بھی اندازہ ہوگیا کہ اٹلی کے لوگ میرے متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔ سب جگہ سے ہمدردی کے خطوط آئے۔ کچھ دن بیمار رہنے کے بعد اور آرام لینے کے بعد میں

نے پھر اخبار کا کام شروع کردیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے ہم وطن میرے کام کی قدر کررہے ہیں۔

جن دنوں تھیٹر میں یہ واقعہ ہوا۔ اور لوگوں میں سخت جوش پھیل رہا تھا۔ ایک شخص مسمی Masiمسی جس کو Piombraoپیام بیو کے Anarchists انارکسسٹوں نے میری جان پر قصد کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ میلان میں آیا۔ وہ شخص میرے گھر پر آگیا اور اس نے گھنٹی بجائی۔ اور سیڑھیوں پر چڑھ آیا۔ وہ ایک عجیب سا آدمی تھا۔ میری لڑکی Eddaایڈا دروازہ کھولنے گئی تو اس نے پوچھا کہ میں کہاں ہوں۔ لڑکی نے اسے Polpolod Italia اخبار کے دفتر میں بھیج دیا۔ وہ نیچے اتر گیا Foro Bonaptrteفورو بونا پارٹ کے چوک میں کھڑا میرا انتظار کرتا رہا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پہلے جلدی سے میری طرف بڑھا۔ اور پھر ذرا جھجکا۔ مجھ سے دبی زبان میں پوچھنے لگا۔ کہ کیا پروفیسر مسولینی آپ ہی ہیں۔ میں نے جواب دیا جی ہاں کہنے لگا کہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مگر وقت درکار ہے اس کے اس رویہ سے میں سمجھ گیا۔ کہ یہ شخص کچھ بیوقوف سا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ بازار میں کیسے ملاقات ہوسکتی ہے۔ آپ اخبار کے دفتر میں آیئے چنانچہ وہ نصف گھنٹہ بعد دفتر میں آن پہنچا۔ اور کہا کہ میں ملنا چاہتا ہوں میں بھی فورا" راضی ہوگیا۔ وہ نوجوان جس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ جیسے ہی میرے سامنے آیا۔ کچھ گھبرا سا گیا۔ کہنے لگا کہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے جب یہ دیکھا تو کہا اچھی بات کہو جو کہنا چاہتے ہو۔ مگر جلدی کرو۔ ذرا تامل کے بعد وہ نوجوان بولا کہ Piombinoپیام بینو کے انارکسسٹوں نے قرعہ ڈالا۔ اور وہ میرے نام پر نکلا۔ کہ تم پستول سے داؤ بچا کر مسولینی کو ماردو۔ کہنے لگا کہ مجھے کچھ تامل ہوا۔ اور میں اس بات کا قرار کرنے آپ کا پاس حاضر ہوا ہوں۔ یہ لیجئے پستول اور مجھ پر رحم کیجئے۔ میں اس کی باتیں سنتا رہا۔ مگر میں چپ رہا۔ چنانچہ میں نے پستول تو اس سے لے لیا۔ اور اپنے چیف کلرک کو جو ٹیلیفون کلرک بھی تھا۔ بلا بھیجا اس کا نام Saiutست الیا تھا۔ اور اس نوجوان کو اس

کے حوالے کردیا یہ نوجوان دراصل انارکسسٹوں کے قابو چڑھ گیا تھا۔ مگر بڑا بزدل تھا۔ میں چاہتا تھا میرا کلرک اسے Trieste ٹریسٹ لے جائے اور وہاں Giunta گنتا سے ملاقات کرادے جو فاشسٹ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی پولیس کو نہ معلوم کس طرح خبر ہوگئی۔ انہوں نے اسے گرفتار کرلیا۔ میلان کی خفیہ پولیس نے بڑی ہوشیاری دکھائی۔ اگرچہ تھیٹر میں بم پھینکنے والوں کا پتہ نہ لگاسکی۔ بہت سے لوگوں نے میرے مارنے کی ٹھان رکھی تھی۔ مگر محبت نفرت پر ہمیشہ فتح پاتی ہے۔ میں کسی نہ کسی طرح بچ ہی جاتا تھا۔

Giolittee گیولٹی بیچارا اس وقت پارلیمنٹ میں بری طرح پھنسا ہوا تھا۔ سیاسی آسمان پر فاشزم Fascism کا ستارہ چمک رہا تھا۔ صدر کونسل ہونے کی حیثیت میں وہ جاننا چاہتا تھا کہ پارٹیوں کی کیا حالت ہے اور اس نے انتخابات ہونے کا اعلان کردیا۔ کہ ماہ مئی میں ہوں گے کچھ بحث مباحثہ کے بعد جو لوگ امن و امان چاہتے تھے۔ انہوں نے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے برخلاف ایک متحدہ پارٹی بنالی اور Nationalist یا قومیت پسند پارٹی کہلانے لگے۔ اس پارٹی کے روح رواں فاشسٹ ہی تھے۔ اور پارٹیاں تو سیاسی اور اقتصادی معاملات میں گڑبڑ ڈالنا چاہتی تھیں۔ سوشلسٹ پارٹی کیمونسٹ پارٹی سے علیحدہ ہوچکی تھی۔ اور ہردلعزیز پارٹی ہمیشہ پادریوں کے ساتھ ہوا کرتی اور ان کا آسرا لیا کرتی تھی۔

یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ ہماری پارٹی کہاں تک مضبوط ہے۔ میں نے سب جگہ نظر دوڑائی اور دورہ کرنا شروع کردیا۔ اپریل کے شروع میں میں Bologna بولونا پہنچا۔ یہاں سوشلسٹوں کا بڑا زور تھا۔ اور ساری دریائے پو po کی وادی میں ان کے نفوذ کا اسی مقام سے پتہ چلا جاتا تھا۔ وہاں میرا بڑا شاندار استقبال ہوا۔ خوشیاں منائی گئیں۔ اور پریڈ بھی ہوئی۔ اور جھنڈیاں اٹھائی گئیں۔ اور تقریریں بھی ہوئیں۔ جس میں لوگوں نے کہا کہ اٹلی کو زندہ ہونا چاہئے۔ اس شہر میں جو فسادات ہوئے تھے۔ لوگ انہیں بھولے نہ تھے۔ ہماری تحریک زوروں میں تھی۔ میرے جانے سے نوجوان والوں

میں ہمت اور امید بندھ گئی۔ وہاں سے میں Ferrara فرارہ گیا۔ وہاں بھی سوشلسٹوں کا زور تھا۔ مگر وہاں بھی اچھا استقبال ہوا۔ بولونا اور فرارہ دونوں بڑے شاندار شہر ہیں۔ اور ارد گرد کا علاقہ زراعت کے لحاظ سے بڑا ہی زرخیز ہے۔ اس زمانے میں میں بھی خوب جوان اور ہوشیار تھا۔ اور مجھے معلوم ہوجاتا تھا کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اصل میں تو وہ راستے سے بھٹک گئے تھے۔ مگر بالشویکی خیالات کا ان پر اثر نہ تھا۔ اندر سے تو وہ سمجھ دار تھے۔ اور ہمیشہ وقت پر اٹلی کے ہی خواہاں اور مددگار رہتے تھے۔

انتخابات پورے ایک مہینہ ہوتے رہے۔ میں نے اس دوران میں تین تقریریں کیں۔ ایک بولونا میں دوسری فرارہ میں اور تیسری میلان میں۔ 1919ء میں جو انتخابات ہوئے تھے اس کے بالکل الٹ ہوا۔ نہ ہی میلان میں بلکہ بولونا اور فرارہ میں بھی مجھے بڑی کامیابی ہوئی۔ خبر نکلتے ہی سب جگہ خوشیاں منانی شروع ہوگئیں۔ ہر جگہ فاشسٹوں کی جیت ہو رہی تھی۔

نومبر 1919ء کے انتخابات میں تو مجھے کل چار ہزار ووٹ مشکل سے ملے تھے۔ مگر 1921ء میں مجھے ایک لاکھ اٹھتر ہزار ووٹ ملے۔ اور میں فہرست میں اول نمبر تھا۔ جب میں پارلیمنٹ کا ممبر ہوگیا۔ تو میرے دوست بڑے خوش ہوئے اور میرے ساتھ کام کرنے والے اور میرے ماتحت بھی بڑے خوش ہوئے۔ اور میں نے انہیں 1919ء والا واقعہ یاد دلایا۔ جب میں نے ان سے کہا تھا کہ دو سال بعد میری باری بھی آجائے گی۔ میری پیشن گوئی درست نکلی۔ سب طبقوں کے لوگ گویا نئے اخلاقی ماحول میں سانس لے رہے تھے۔ اگرچہ زیادہ فاشسٹ پارلیمنٹ کے ممبر نہ ہوئے۔ مگر تھوڑے سے جو ہوئے وہ اس قدر زبردست تھے کہ سارے ملک کا نقشہ بدل سکتے تھے۔ قاعدے کے مطابق ہم نے اپنی پارٹی بنالی۔ ہم کل پینتیس تھے۔ اور اگرچہ ہم تعداد میں کم تھے۔ مگر ہم میں سب لائق اور دلیر تھے۔

سوشلسٹ پارٹی میں ایک شخص مسمی Misiano میسانو بڑا ہی نالائق تھا۔ وہ جنگ عظیم سے بھاگا ہوا تھا۔ وہ اسی لئے Turin ٹیورن اور Naples نیپاوٗ کے شہروں سے

منتخب ہوا تھا۔ اپنی پارٹی میں بھی کوئی سرکردہ ممبر نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی خاص ایثار یا قربانی کر سکتا تھا۔ بلکہ بڑا ہی بزدل تھا۔ اور خندقوں کو چھوڑ کر دشمنوں سے جاملا تھا۔ فوج سے بھاگ آیا تھا۔ اور سوشلسٹوں نے جو جنگ کے برخلاف تھے۔ لالچ دے کر اپنے ساتھ ملالیا تھا۔ جو لوگ جنگ میں لڑے تھے اور مارے گئے تھے یا زخمی ہوئے تھے۔ اور جن کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔ اور جو یتیم بچے چھوڑ گئے تھے۔ ان کے مقابلے پر بھلا یہ منحوس آدمی کیا منہ دکھا سکتا ہے۔ ایسے شخص کا پارلیمنٹ کا ممبر ہونا ایک شرمناک بات ہے۔ فاشسٹ بڑے ہی فرمانروا اور دل کے سچے واقع ہوئے تھے۔ ایک دن انہوں نے اس شخص کو پکڑا اور پارلیمنٹ سے باہر نکال دیا۔ اور کہنے لگے تمہیں کس نے ممبر بنایا ہے جاؤ نکلو۔ تھی تو زبردستی۔ مگر اس سے صاف ظاہر ہے کی فاشسٹ اپنا پروگرام جاری کرنا چاہتے تھے پارلیمنٹ میں آرام ہوگیا۔ اور مزے سے کام ہونے لگا۔

پارلیمنٹ کے اجلاس میں میں بھی چند دفعہ بولا۔ شائد میں نے پانچ تقریریں کی ہوں گی۔ میں بڑے جوش سے بولتا تھا۔ اور اصلی حالت کا نقشہ کھینچ دیتا تھا۔ میں کہتا تھا کہ ہمیں ملک کا مفاد زیر نظر رکھنا چاہیے۔ میں کوئی سیاسی لڑائیاں نہ لڑتا تھا اور بال کی کھال نہ اتارتا تھا۔ ایک تقریر میں میں نے 21جون 1921ء کے دن کی۔ اور میں نے گیولٹی وزارت کی خارجہ پالیسی پر بے دھڑک تنقید کی۔ میں نے شمالی اٹلی یعنی Upper Adige اپر ایڈج کے سوال کی حقیقت بیان کی۔ اور حکومت کی کمزوری کا ذکر کیا۔ اور ان حاکموں کے نام لئے۔ جو نئے صوبوں میں حکومت کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک شخص مسمی Credaro کری دارو تو بالکل beral لبرل پارٹی کا دلدادہ تھا۔ اور کھلم کھلا دوسری قوموں کا حامی تھا۔ میں نے صاف لفظوں میں کہا۔ کہ چونکہ گیولٹی وزارت نے اپرایڈج میں ایسے شخصوں کو اختیارات دے رکھے ہیں۔ میں اس کے برخلاف ووٹ دیتا ہوں۔ اور میں جرمنی کے نمائندے جو اس وقت ہماری پارلیمنٹ میں موجود ہیں۔ ان سے صاف کہے دیتا ہوں کہ ہم Brenner درہ برنیر (جرمنی کی حد میں ہے) پر حملہ

آور ہوں گے۔ اور وہاں پر اڑے رہیں گے۔ میں نے پھر دلمیٹیا اور فیوم کے سوال کو اٹھایا۔ اور میں نے وزیر خارجہ Sforza فوزرا کی شرمناک پالیسی پر حملہ کیا۔ جس کی وجہ سے ہمارا ملک تباہی اور بربادی کے راستے پر گامزن ہوا۔ خانگی پالیسی پر تقریر کرتے ہوئے میں نے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو بے نقاب کیا۔ اور کہا کہ ہماری طرف دیکھو میں نے طنزاً" یہ بھی کہا کہ Garziodie گرازیدی جو کسی وقت میرے برخلاف تھا اور سوشلسٹ تھا اب کمیونسٹ ہوگیا ہے۔ میں نے ان لوگوں کو جو کبھی کسی پارٹی میں شامل ہوجاتے اور کبھی کسی میں۔ کیونکہ وہ خود غرض ہیں خوب خبرلی۔ میرا مدعا تو بات کو صاف کرنا تھا مگر میں نے اپنے دشمنوں کے منصوبے توڑنے کے لئے جو سامان تیار کیا تھا۔ اس کی طرف بھی اشارہ کر ہی دیا۔ میری تقریر کا بڑا اثر ہوا۔ پارلیمنٹ کے باہر بھی میری آواز گونج اٹھی۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ Giolitree گیولٹی وزارت اوندھی جاپڑی۔

میں اس جدوجہد میں اکیلا نہ تھا۔ میرے ساتھی بڑی بہادری اور لیاقت سے میرا ساتھ دے رہے تھے۔ پارلیمنٹ کے ایک اور ممبر جن کا نام Federzoni فڈرزونی تھا۔ اور وہ اب فاشسٹ حکومت کے بڑے رکن ہیں۔ انہوں نے وزیر خارجہ Count Sforza کونٹ فورزا کی پالیسی پر خصوصاً" Adriatic ایڈریاٹک کے متعلق بڑی تنقید کی۔ غرضیکہ فاشسٹ طریقے سے وزیر خارجہ کی سب کاروائی یعنی عہد ناموں وغیرہ کا پورا معائنہ کیا گیا۔ اور کھول کر سب معاملہ پارلیمنٹ کے سامنے رکھ دیا گیا۔ آخر نشیب و فراز سے گذر کر گیولٹی وزارت ٹوٹ گئی۔ اور Bonomi بونومی جو سوشلسٹ تھے۔ اور اب Democrat جمہوریت پسند بن بیٹھے تھے۔ وزیراعظم مقرر ہوئے وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سے سوشلسٹوں اور فاشسٹوں میں صلح ہوجائے مگر یہ کیسے ہوسکتا تھا۔

ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ Sarzana سرزانا میں قتل ہوئے اور غارت گری شروع ہوگئی۔ اٹھارہ فاشسٹ مارے گئے پھر Modeno میں فساد ہوگیا۔ شاہی فوج نے

فاشسٹوں کی پریڈ پر گولی چلائی۔ دس مرگئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ خانگی معاملات درست تو ہوتے نہ تھے۔ اور پھر بھی ہر طریقے سے میں اپنے پروگرام پر زور دیتا جاتا تھا۔

میرا کچھ جھگڑا Siecoti Scozzese سکوٹی کازس سے بھی ہوگیا۔ وہ ہماری سیاسیات میں بڑی مداخلت کرتا رہتا تھا۔ مگر ان کو دل کی بیماری تھی۔ اس واسطے ڈاکٹروں نے حکم دے دیا کہ مت جھگڑو میرا Mcjor Baseggis میجر باسیگو سے بھی کچھ جھگڑا ہوگیا تھا۔ میں کچھ لڑاکا واقعہ ہوا ہوں۔ اور دلائل اور ہمت سے لڑا کرتا ہوں۔ اسی لئے مجھے اکثر فتح ہوتی رہی۔

جو لوگ شجاع یا بہادر ہوتے ہیں۔ ان کو مجھے بہادری دکھلانا بھلا معلوم ہوتا تھا۔

آخر کار نومبر 1921ء کانگرس بلائی۔ تو فاشسٹ تحریک سیاسی پارٹیوں سے باہر رہ کر اپنا کام کیا کرتی تھی۔ مگر اب ہماری ایک مستقل اور مضبوط پارٹی بن گئی۔ اور سب جگہ ہمارے علاقائی مرکز قائم ہوگئے۔ اور ایک مرکزی ادارہ بھی بن گیا۔ غرض یہ کہ ہم میں کافی جوش تھا۔ ایسا سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہم صرف ایک سیاسی پارٹی ہی نہ تھے بلکہ ایک فوج کی فوج تھے۔ جو جنگ کے لئے تیار ہوئے۔ پرانی پارٹیاں سب ٹوٹ چکی تھیں۔ اور سب سیاسی معاملات اب ہمارے ہاتھ تلے تھے۔ کانگرس شہر کے ایک بڑے ہال میں منعقد ہوئی۔ جو کسی وقت امپرا طور August آگسٹس کا مدفن تھا۔ اور اب وہاں گانا بجانا ہوا کرتا تھا۔ وہاں ہماری نئی پارٹی کے قواعد و ضوابط بنے۔ اور پروگرام وغیرہ بنایا گیا۔ یہ ایک قابل یاد کانگرس تھی فاشسٹ کثرت سے موجود تھے۔ اور جو معاملات زیر بحث تھے۔ ان سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری تحریک ایک زندہ تحریک ہے۔ جلسے میں میرے نقطہ نگاہ کو بڑی کامیابی ہوئی۔ در اصل فاشسٹ نیشنل پارٹی کا نام اختیار کرنے والے تھے۔ اور مرکز میں اور صوبوں میں بھی عنان اقتدار ہمارے ہاتھ میں آنے والی تھی۔ اور ہر جگہ فاشسٹ سوسائٹیاں بننے والی تھیں۔ اس لئے میں دل سے چاہتا تھا۔ کہ اپنا ذاتی تعلق پارٹی سے توڑدوں۔ کیونکہ ابھی تک یہ تحریک میری ذات سے مربوط

تھی۔ اور اگرچہ میں چاہتا تھا کہ پارٹی خود مختار ہو اور اپنے پاؤں پر کھڑی رہے مگر پھر بھی مجھے واقعات سے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں نے پارٹی کی رہنمائی نہ کی یا اس کو سہارا اور مدد نہ دی تو وہ زندہ نہ رہ سکے گی اور ہمیں کامیابی نصیب نہ ہوگی۔

اس جلسے سے مجھے فاشٹ تحریک کی طاقت کا پورا پورا اندازہ ہوگیا۔ اور مجھے یہ بھی پتہ چل گیا کہ میں خود کتنی طاقت کا مالک ہوں۔ اگر چہ چند ایک دل شکن واقعات پیش آگئے۔ مثلاً" روما میں کچھ آدمی مارے گئے شہر کے مزدور ہمارے برخلاف تھے۔ پھر بھی کانگریس کو بڑی کامیابی ہوئی۔ اور بازاروں میں فاشٹ پریڈ لگاتے ہوئے چلے گئے۔ ہر شخص کو معلوم ہوگیا ہے کہ اگر جنگ کرنی پڑ جائے تو بھی سنبھال لے گی۔

Bonomi بونومی وزارت نے سب قسم کی مشکلات کی موجودگی میں صلح اور امن کی پالیسی اختیار کی گئی۔ مگر وقت موزوں نہ تھا۔ 1921ء میں تو اس قدر سیاسی پیچیدگی تھی کہ بڑے سے بڑا سیاستدان بھی گھبرا جاتا۔ سیاسی آسمان تو گویا بادلوں سے گھرا ہوا تھا۔ اگر چہ افق پر ذرا سی روشن لکیر نظر آرہی تھی۔اس بد بختانہ سال کے آخر میں تب کہ ہم یہ امیدیں باندھ رہے تھے کہ شائد اب کچھ حالت سدھرے۔ ایک مالی لزلہ آیا جس نے سب کو غمگین بنادیاBanco Italiad' Scouts اٹلی کے مشہور بَر ۔ سکانٹو کا دیوالیہ نکل گیا۔ جنوبی اٹلی میں جہاں کے غریبوں نے اپنا روپیہ جمع کرا رکھا تھا نو برا حال ہوا۔ یہ بنک جنگ عظیم کے وقت قائم ہوا تھا مگر جنگ کے بعد اپنے آپ کو سنبھ ال نہ سکا۔ اتنا بڑا بنک جہاں شمال اور جنوب کے مزدوروں نے اپنی پونجی جمع کرار کھی ہو۔ جب ٹوٹ جائے تو بھلا ہماری اقتصادی حالت پر کیا اثر ہوا ہوگا۔ اب ہماری جہالہ ن یا بیوقوفی یا قصور یا لاپرواہی سمجھو۔ ہوا بہت ہی برا۔ دوسرے ملکوں کے مقابلے پر ہمار،ی حالت بہت کمزور ہوگئی۔ اب ہم تعمیری کام کیسے کرتے۔ ادھر سے خانگی جھگڑے اور ادھ ِرسے اغیار کی نظر میں مالی کمزوری اور ناداری۔ عجب حالت تھی۔ مگر سیاسی اور مالی جھگڑوں سے ہماری تحریک دور رہی۔ گزری ہوئی باتوں کا تو ہم نے کچھ خیال نہ کیا مگر ہم آئندہ کے لئے سوچ سمجھ کر ایک مضبوط اور صحیح اقتصادی پالیسی

اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ہمیں ایسے مشکل اور پیچیدہ مالی سوال کو حال کرنا پڑا۔ میرے لئے تو بالکل نیا مضمون تھا۔ اور کوئی لائق استاد بھی سکھانے ولا نظر نہ آتا تھا۔

○○

چھٹا باب

حصول اقتدار

جب ایک ملک کی تجدید کرنی ہو یا ایک قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سدھارنا منظور ہو۔ اور یہ بڑی بھاری ذمہ داری کسی کے سر پر ہو۔ تو اس قوم کی مالی حالت بالکل درست ہونی چاہئے۔ اور اس کے پاس سرمایہ بھی کافی ہونا چاہئے اور بنک بھی مضبوط پایہ پر قائم ہونے چاہئیں۔ ہمارے ملک کے (Sconto) سکانٹو بنک کا دیوالیہ نکل جانا گویا ہماری مالی تعمیر کا گر جاناتھا۔ جنگ عظیم کے بعد تو بہت سے کارخانوں اور بنکوں کی حالت خراب ہوگئی تھی اور انہوں نے تو بیٹھ ہی جانا تھا۔ اور پہلے سے مضبوط کارخانے اور بنک بننے تھے۔ سرمایہ داروں میں آپس میں جھگڑے پڑ گئے تھے۔ اور اوسط طبقے کے لوگ تو اس طرف دھیان بھی نہ دیتے تھے۔ اور جو سرمایہ دار کارخانے وغیرہ چلاتے تھے۔ ان کو انتظام کرنا نہ آتا تھا۔ اس کام کے لئے تو تجربہ اور لیاقت ضروری ہوتی ہے۔ ایسی گڑ بڑ کی حالت میں اچھے برے کی تمیز بھی نہ ہوسکتی تھی۔ کون بچ نکلے گا اور مصیبت سے بچ جائے گا۔ کہنا نہایت ہی مشکل تھا۔ دوسری قومیں جو ہماری حالت کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کے سیاستدان ہمارے متعلق کہتے تھے کہ اٹلی تباہ ہوجائے گا۔ ہماری حکومت کو تو کچھ نہ سوجھتا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے نوٹ چھاپنے شروع کردیئے اس سے تو اور بھی خرابی ہوگئی۔ گویا حالت پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گئی۔

جنوری 1923ء جنوبی فرانس میں Allies کی کانفرنس مقام کانز میں ہوئی اور کانفرنس اچھی تھی۔ میں وہاں اپنے اخبار Popolod Italia کا نمائندہ ہوکر گیا۔ خانگی

جھگڑوں سے توجہ ہٹا کر لوگوں کو دوسری طرف لگانے کا اچھا موقعہ تھا۔ اگرچہ عارضی ہی تھا۔ ہم بین الاقوامی مسائل حل کرنے میں لگ گئے۔ میرا ارادہ تھا کہ ذمہ دار سیاستدانوں سے ملوں اور ان سے اٹلی کے متعلق کچھ کہوں سنوں۔ Cannes کانز کی کانفرنس کے بعد Genoa جینوا میں ایک کانفرنس ہونے والی تھی۔ اٹلی کو چاہئے تھا کہ اپنے مطالبات کا فیصلہ کرلیتی۔ اور ایسی پالیسی اختیار کرتی جس سے ملک کی سیاسیات پر خراب اثر نہ پڑتا۔ میں تو ان باتوں کو ملحوظ رکھ کر کانفرنس میں شریک ہوا تھا۔ بلکہ میں نے اپنے خرچ کے لئے دس ہزار Liras لیرے جمع کر لئے تھے۔ میرا بھائی Arnaldo آرنلڈو جب انہیں فرانس کے سکہ میں تبدیل کرانے کے لئے کہا گیا تو اسے صرف پانچ ہزار دوسو فرینک ان کے بدلے میں ملے۔ اگر چہ میں یہ بات خوب جانتا تھا۔ پھر بھی ذاتی تجربہ نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھے یہ احساس ہوا کہ اٹلی کے سکون کی فرانس کے سکون کے مقابلے پر آدھی قیمت رہ گئی ہے۔ یہ تو بڑی بری بات تھی۔ اس میں تو ہماری بڑی بے عزتی تھی۔ لڑائی تو ہم جیت گئے تھے پھر یہ کیا۔ ہمارا تو دیوالیہ نکل رہا تھا۔ مجھے اسی وقت خیال آیا کہ اس کا اعلان فاشسٹ تحریک ہی ہے۔ یہ اچھا موقعہ مل گیا۔ حکومت یا سیاسی پارٹیاں یا پارلیمنٹ تو کچھ کرنے کی نہیں۔ لوگ باگ سمجھتے تھے کہ ہم تو اچھے خاصے امیر ہیں' ہمیں کیا یہ نہ جانتے تھے کہ ان کی امارت مصنوعی اور چند روزہ تھی۔

(Cannes) کانز والی کانفرنس میں کچھ نہ ہوا۔ یہ تو جینوا والی کانفرنس کا پیش خیمہ تھی۔ وہاں تو بے پرواہی کا عالم تھا۔ ایسے بین الاقوامی جلسے یورپ کے اندر ان مقامات پر اکثر ہوتے رہتے تھے' جہاں لوگ تفریح کے لئے چلے جاتے۔ اس وقت جو کانفرنسیں ہوئیں' ان میں کوئی دلچسپی نہ لیتا تھا۔ بلکہ اخبارات تو ان پر ہنسی اڑا رہے تھے' اور کہتے تھے' یہ کیا مخول بازی ہے' ہاں مجھے کانز جانے سے بڑا فائدہ ہوا' مجھے ذاتی طور پر لوگوں سے ملنے کا موقعہ مل گیااور میں ان حالات سے بڑے بڑے نتیجے نکال سکا۔

اس کانفرنس سے فرانس کی وزارت پر بڑا اثر پڑا (Briand) برا ینڈ جو وزیر اعظم تھے انہوں نے پیشتر اس کے کہ پارلیمنٹ ان سے کچھ کہے سنے استعفیٰ داخل کردیا۔ میں نے 14 جنوری والے پرچہ میں ایک مضمون شائع کیا' جس کا عنوان یہ تھا یعنی"کانز کے بعد" اور میں نے بین الاقوامی معاملات کے متعلق بہت سے سوال کئے اور آخر میں یہ لکھا:۔

ہم بے شمار سوالات کرسکتے ہیں۔ کئی مسائل حل طلب ہیں مگر سب سے ضروری بات تو یہ ہے کہ ہمیں فرانس کی وزارت کے حشر سے سبق سیکھنا چاہئے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ لوگ جن کو اخلاق اور اقتصادی طور پر نقصان اٹھانا پڑتا ہے وہ تو دل ہی دل میں یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا کوئی ضمیر نہیں اور یہ لوگ بہت ڈھیلے ڈھالے اور بے حس و حرکت ہیں۔ یا تو ان سے صلح ہوتی ہی نہیں یا یہ بالکل صلح کرنے کے ناقابل ہیں۔ اگر یورپ کی یہی حالت رہی تو خدا ہی حافظ ہے۔ وہاں کے لوگ غریب ہوگئے ہیں' اور آپس میں بٹے ہوئے ہیں۔ شائد ایک قوم ان پر قابض ہو بیٹھے اور ان کا وہی حال ہوا' جو دوسرے دو براعظموں یعنی امریکہ اور آسٹریلیا کا ہوا۔ یعنی انگریزوں کی بستیاں بنی بیٹھی ہیں۔

ادھر یورپ کا یہ نقشہ تھا اور ادھر ہمارے خانگی جھگڑے چل رہے تھے اور روز بروز زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ اخبار نویس اور سیاست دان اورپارلیمنٹ کے ممبر ہونے کی حیثیت میں میں دیکھتا ہوں۔ دو اٹلیاں ہیں۔ ایک اٹلی تو وہ ہے جو آزاد ہے' یہ اٹلی بڑی شریف مغرور' وفادار اور جنگ میں ایثار اور قربانی دکھلانے والی اور ہمیشہ انصاف کی طرف دار اور اپنے ہم وطنوں کے حقوق کی پاسبان اور ان کے ننگ و ناموس کی پاسدار اور ایک دوسری اٹلی ہے کہ جس میں کوئی قومی احساس نہیں' جو اپنی پرانی روائیتوں سے بے نیاز ہے۔ اور جو ازمون Isms کے چکر میں سرگرداں ہے اور جو بے حس و حرکت اور سرد مہر اور خود غرض ہے اور جس میں بہادری اور قربانی کی بو بھی نہیں ہے۔ قسمت نے ان دو اٹلیوں کو ہزاروں مصیبتوں اور لڑائیوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔

ایک طرف دشمن خون خرابہ کر رہے تھے۔ اور دوسری طرف بچارے فاشسٹوں کو جان کے لالے پڑ رہے تھے۔ اس حالت کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لئے میں چند ایک واقعات بیان کرتا ہوں۔ Pistoia پستویا میں ایک بہادر افسر مسمی Federico فیڈریکو فلورئیو جو جنگ عظیم میں بڑی بہادری سے لڑا تھا۔ اور فیوم میں D Adunnzio ڈی اننزیو کے ساتھ تھا۔ اسے ایک انارکسٹ مسمی Lucchesi لوشی نے جو فوج سے بھاگا ہوا تھا۔ دھوکہ دے کر مار دیا۔ یہ نہایت ہی بزدلی کا کام کیا۔ سب فاشسٹ غصہ میں بھر گئے اس بہادر کے مرتے وقت کے الفاظ یہ تھے کہ "مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے ملک کی پوری طرح خدمت نہ کرسکا" اس قسم کی قربانیوں نے ہمیں اور بھی متحد کردیا۔ اور میں نے اس واقعہ کا اپنے اخبار میں ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ یہ شہادتیں سیمنٹ کا کام کرتی ہیں۔ ان سے تو Fascists بالکل متحد ہوجاتے ہیں۔ گویا ایک دکھائی نہ دینے والی متبرک زنجیر Littorio لتوریو کے شہداء کو جکڑ رہی ہے ایسے شہداء کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ کیا بانکے جوان مارے گئے۔ کسی پارٹی یا موجودہ تحریک نے ہماری تحریک کے مقابلے میں اتنی بلی دان نہ دیئے ہوں گے۔ اگر فاشسٹوں کا ایمان مضبوط نہ ہوتا تو اس قدر بہادری اور جان نثاری کس طرح دکھاتے۔

فیڈریکو فلورئیو کے منہ سے جو الفاظ نکلے وہ کہیں بغیر ایسے مضبوط ایمان سے کے بھلا کیسے نکل سکتے تھے۔ وہ تو بیچارا مر رہا تھا۔ یہ الفاظ ایک وصیت نامہ ہیں اور مجھے تو ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے انجیل کے سادہ اور سنجیدہ الفاظ۔

اٹلی کے فاشسٹوں کو ان الفاظ پر خوب غور کرنا چاہئے اور بڑے حوصلے سے منزل مقصود کی طرف قدم بڑھاتے جانا چاہئے۔ انشاء اللہ کوئی رکاوٹ ان کے راستے میں حائل نہ ہوگی۔

جنگ میں کام آئے ہوئے بہادر سپاہی ہمیں پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ بڑھے چلو۔ شہیدوں کی مثال ہماری آنکھوں کے سامنے تھی۔ کیوں نہ ہو ان کی شاندار قربانیاں ہمیں ہمت دلا رہی تھیں۔ ہمارے جلسے اور ہماری پریڈیں اور ملک کی خاطر

خدمات دراصل ان شہیدوں کے زیر اثر جنہوں نے فاشسٹ تحریک کی خاطر اپنی جانیں قربان کی تھیں ہورہی تھیں۔ ہم ان کے نام لے لے کر اور انہیں یاد کرکے آگے بڑھتے تھے۔ جب کسی شہید کا نام لیا جاتا تو اس پر سب آفرین کہتے گویا ان کے نام ہمارے ورد زبان ہوگئے تھے۔

ایک اور اٹلی بھی تھی جہاں حکومت کے دو بڑے رکن یعنی Credars گردارو اور Salata سلاٹا جو سرحدی مقاموں High Commissioner ہائی کمشنر تھے اور پارلیمنٹ کے ممبر بھی تھے۔ دوسری پالیسی اختیار کئے ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو اٹلی کے باشندے ظاہر کرتے تھے۔ مگر دوسری قوموں سے ہاتھ جڑوا رہے تھے۔ اور خصوصاً" جرمنی کے باشندوں کو بڑا تنگ کر رہے تھے۔ اس قسم کی بزدلی اور غلامی کی پالیسی نے تو ہمارے سارے حقوق پاؤں تلے روند دیئے۔ اور ہمارے بہادروں کا خون ناحق میں بہا۔ جون 1921ء کو جیسا کہ پچھلے باب میں ذکر کیا گیا۔ میں نے کھلے طور پر پارلیمنٹ کے اجلاس میں ان دو شخصیتوں کے کارنامے بیان کردیئے تھے۔ مگر یہ باز نہ آئے اور خرابی کرتے ہی رہے۔ فاشسٹ ان باتوں کو برداشت نہ کرسکے۔ اور جوش میں آگئے۔ انہوں نے ان دونوں گورنروں کے برخلاف بہت کچھ کہا سنا۔ چنانچہ 17 جنوری 1922ء کو جو فاشسٹ جلسہ Trieste ٹریسٹ میں ہوا۔ وہاں ہم نے ان دونوں کو واپس بلانے کا مطالبہ کیا۔ اور بلکہ یہ کہا کہ ان صوبوں کو توڑ دینا چاہئے آخر کچھ عرصہ بعد حکومت نے دونوں کو واپس تو بلالیا۔ مگر صوبوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حکومت کو اپنی غلطی کا خمیازہ اٹھانا پڑا۔ البتہ اگر ہم ہوتے تو ہمارا رویہ بالکل مختلف ہوتا۔ یعنی ان صوبوں کو اٹلی کی حد میں ملا لیتے۔

جب اس قسم کے جھگڑے ہورہے تھے۔ اور بحث و مباحثہ جاری تھا۔ اور تمام یورپ میں کھلبلی مچ رہی تھی۔ تو پوپ BenediciXV بنی ڈلٹ پندھوریں صدی میں صعود فرما گئے۔ آپ جینوا کے ایک اعلیٰ خاندان میں سے تھے۔ آپ کا انتقال 22 جنوری 1922ء والے دن ہوا۔ آپ جنگ عظیم کے زمانے میں پوپ رہ چکے تھے۔ اور

Pius پائس دسویں کے جانشین تھے۔ جو کہ Venice وینس کے رحم دل بزرگوں میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں سیاسی اور دینی توہمات کے برخلاف بڑا جہاد کیا تھا۔ مگر پوپ بنی ڈکٹ پندھویں صدی میں بالکل ہردلعزیز نہ تھے۔ 1917ء میں جب روس میں انقلاب ہورہا تھا۔ اور Czar زار کو تخت سے اتار دیا گیا تھا۔ اور مشرقی میدان جنگ میں فوجوں نے بغاوت کر رکھی تھی۔ پوپ بنی ڈکٹ جنگ کو بے سود قتل عام کے نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ ایسے نازک وقت میں ان لوگوں کے دلوں کو جو کسی خاص خیال سے اس قدر جانفشانی کر رہے تھے۔ باوجود یہ سمجھتے تھے کہ جنگ ہی کئی مظالم کا علاج ہے۔ بڑی ٹھیس لگی۔ علاوہ بریں جنگ تو ہم لوگوں کی ایجاد تھی۔ کلیسا تو ایسے جنگوں کے برخلاف پہلے سے ہی تھا۔ باوجودیکہ خود جنگ کرتا رہتا تھا۔ اب بھی پوپ کی اس بیہودہ حرکت کو کچھ لوگ جو غور و خوض کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اور جو واقعات کی تہہ تک نہیں پہنچتے۔ منصفانہ اور درست خیال کرتے ہیں۔ مگر پوپ کی اس حرکت کا اٹلی پر تو بڑا ہی خراب اثر پڑا۔ ادھر سے تو ہمارا ملک جنگ میں شرکت کررہا تھا۔ اور ادھر پوپ صلح کا گیت الاپ رہا تھا۔ پوپ Benedict کی وفات کے بعد یہ سوال اٹھا کہ ان کا جانشین کون ہو۔ یہ ایک نہایت ہی مشکل اور پیچیدہ سوال تھا۔

ہمارے ملک میں ایک کہاوت ہے کہ جب پوپ مرتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا پوپ آجاتا ہے۔ جب کوئی غیر معمولی واقعہ ہوتا ہے تو لوگ کہا کرتے کہ مشکل سے مشکل باتیں آسان ہوجایا کرتی ہیں۔ مگر یہ معاملہ واقعہ میں بڑا دقیق تھا۔ اور اس کا حل آسان نہ تھا۔ ST. Peter سینٹ پیٹر کے تخت پر بیٹھنا اور اتنے بڑے رسول کا جانشین ہونا یا زمین پر خداوند مسیح کی نمائندگی کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ یہ کوئی آئین ساز مجلس کا انتخاب نہ تھا۔ حکومت اور کلیسیا کے تعلقات جو ہمارے ملک میں رہے ہیں۔ وہ ظاہر ہی ہیں کس قدر نازک معاملہ ہے اور انتخاب کا اثر اور نتیجہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ساری کھتولک دنیا کی آنکھیں روما کی طرف لگ جاتی ہیں۔

یورپ کے ہر ملک میں ہل چل سی مچ گئی۔ سازشیں ہونے لگیں اور چالیں چلنے لگیں۔ ادھر چناؤ کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اور ادھر لوگ باگ اور مدبرین سب حیران کھڑے دیکھ رہے تھے۔ اور شہر روما میں سینٹ پیٹر کے محل کے ارد گرد تو ایک ہنگامہ تھا۔ لوگ انتخاب کے نتیجے کے منتظر تھے۔

ان دنوں میں بنی ڈکٹ پندرھویں کے سیاسی اثرات کے متعلق سارے اٹلی میں بحث چھڑ گئی۔ اس کے جانشین کے متعلق پیشین گوئیاں ہونے لگیں۔ اخبارات نے بھی مضامین لکھے۔ کوئی کچھ کہتا تھا۔ کوئی کچھ' لوگ کہہ رہے تھے کہ Bonomi بونومی حکومت کے گرنے کی وجہ ہماری خانگی سیاسی جھگڑے نہ تھے۔ اور نہ ہی Scouto سکانٹو بنک کا ٹوٹ جانا تھا۔ بلکہ اس کی وجہ ہماری پارلیمنٹ کی پوپ بنی ڈکٹ پندرھویں سے مخالفت تھی۔ میں نے بہت دفعہ فاشسٹوں سے جو اٹلی میں ممتاز ہیں کھلم کھلا کہا ہے۔ کہ عیسائی مذہب میں اخلاق پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ پادریوں کی مخالفت کرنا بالکل بے جا' بے فائدہ اور فضول ہے۔ اور اس مخالفت کو بند کرنا نہایت ہی لازمی ہے۔ ایسا کرنے سے ایک تو یہ سمجھا جائے گا کہ دوسری قوموں کے مقابلے پر ہمارا اخلاق گرا ہوا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اٹلی کے لوگوں میں مذہب کے متعلق اختلافات ہیں۔ گویا ہمارے اندر وہ خرابی اور عیاری پیدا ہوگئی ہے کہ جو کہ بین الاقوامی (Freemasons) فری میسنوں کی تحریک میں تو جائی پائی جاتی ہے۔ مگر انگریزی فری میسنوں میں نہیں پائی جاتی۔

میں یہ بھی دکھلانا چاہتا ہوں کہ حکومت اور کلیسیا کے تعلقات کا سوال ہمارے ملک میں آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ اور یہ جدو جہد ختم بھی کی جاسکتی ہے - بشرطیکہ دونوں طرف سے انصاف اور آرام سے بیٹھ کر سمجھوتہ کیا جائے۔ تاکہ ہمارے ملک کے لوگوں کو مذہب کی طرف سے تو اطمینان قلب میسر ہو۔ اور ان کی مجلسی زندگی بھی آرام سے گزرے۔ میرے فاشسٹ دوست جو سمجھدار تھے اور زمانے کی روش کو خوب سمجھتے تھے۔ میرے اس لئے خیال سے متفق تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ہم Freemason

فری میسن تحریک کے بھی بالکل بر خلاف تھے۔ اور اس کا خاتمہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ لڑائی تو نہایت ضروری تھی اور ہم سب اس کے متعلق ایک ہی رائے رکھتے تھے۔

ہمیں یہ بات بھول نہ جانی چاہئے کہ اٹلی کے فری میسن ہمیشہ سیاسی اور دینی حلقوں میں ٹیڑھی چالیں چلتے رہے ہیں۔ پوپ کی پالیسی کے تو وہ ہمیشہ بر خلاف ہی تھے۔ مگر یہ لڑائی کوئی اصولی لڑائی نہ تھی۔ ان لوگوں نے ایک خفیہ سی سوسائٹی بنا رکھی تھی۔ اور ان کا کام ایک دوسرے کی خوشامد کرنااور مدد کرنا اور طرف داری کرنا تھا۔ یہ تو صرف اقتدار چاہتے تھے۔ اور اپنا مطلب نکالنے کے لے پوشیدہ طور پر حکومت کی۔ Libral آزادی پسند پارٹی کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ اور 1870ء کے بعد جب عنان حکومت لبرل پارٹی کے ہاتھ میں آگئی۔ تو یہ حکام کے ساتھ ملے ہی رہے۔ کیا فوجوں اور کیا محکمہ تعلیم میں اور کیا سرکاری محکموں میں ان کی خوب چلتی تھی۔ ایک طرح ساری قوم ان سے مرعوب ہورہی تھی۔ غرضیکہ فری میسنوں کا بیسوی صدی میں اس طرح چھپ کر کام کرنا ہماری مجلسی زندگی کے لئے بڑا ہی نقصان دہ تھا۔ ہمارے عوام تو سچ کو پیار کرتے تھے۔ اور یہ لوگ دغا اور فریب سے کام چلاتے تھے۔ نہ ان کا کوئی پروگرام تھا اور نہ ہی کوئی اخلاق غرضیکہ ان کی تحریک بے روح تھی۔

میں جب جوان تھا تب سے مجھے ایسی خفیہ سوسائٹیوں سے نفرت تھی۔ Ancona انکونا میں 1914ء میں جو سوشلسٹوں کی کانگرس ہوئی تھی اس سے کہیں پہلے میں نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا۔ کہ ہمارے لئے سوشلسٹ اور فری میسن ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں ہے۔ فری میسن جو سوشلسٹ بھی تھے - اس پر بہت بگڑے۔ کانگرس میرے ساتھ ہم خیال تھی۔ پھر میں نے فاشسٹوں کو بھی یہ بات کہی وہ فورا" مان گئے۔ میں تو اپنے ضمیر کی آواز کو سنتا تھا اور جو وہ کہتی وہ کہہ دیتا تھا۔ میں زمانہ سازی کرنا نہیں جانتا تھا Jesuists جیزوٹ بھی فری میسنوں کے بر خلاف تھے۔ مگر وہ اور وجہ سے ناراض تھے۔ وہ اپنا بچاؤ کرتے تھے۔ اور در اصل ان کا مذہب کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا۔ میری نفرت کی وجہ اور تھی۔ چونکہ میں فری

میسنوں کی باقاعدہ اور صاف طور پر مخالفت کرتا رہا ہوں۔ وہ ابھی تک میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اگر چہ اٹلی میں اب تو ان کا بالکل دور نہیں ہے۔ مگر پھر بھی فاشسٹ تحریک کے برخلاف بین الاقوامی بھیس میں کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہتے ہیں۔ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے۔ ہتک آمیز کلمات میرے بر خلاف کہتے رہتے ہیں۔ مگر میں پرواہ نہیں کرتا۔ اکثر سازشیں کرتے ہیں۔ اور میری جان لینے کے درپے بھی ہیں۔ مگر میرا نصیب میرے ساتھ ہے وہ تو میری کمزوریوں اور جسمانی نقائص کا جو فرضی ہیں ذکر کرتے رہتے ہیں۔ مگر میں تو ویسے کا ویسا ہی رہتا ہوں۔

فری میسنوں کے ساتھ تو میری لڑائی ہمیشہ رہے گی۔ میں بھی میدان نہیں چھوڑوں گا۔ جب کبھی میں نے۔ ان کی سیاسی زندگی کی درستی کرنی چاہی ہے یا سیاست میں سچائی وفاداری اور سادگی لانے کی کوشش کی ہے ان لوگوں نے سب سے پہلے میری مخالفت کی ہے۔ میں نے بھی ان کے نظام کو درہم برہم کردیا ہے۔ کبھی وہ زوروں پر تھے' اب تو بالکل رہ گئے ہیں۔ مجھ سے وہ کس طرح جیت سکتے تھے۔ اٹلی کے لوگ میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس جذام کا علاج کیا۔ آج اٹلی میں سب کام کھلم کھلا ہوتا ہے کوئی خفیہ سوسائٹیاں نہیں ہیں۔

جب Bonomi بونومی وزارت بدلی تو بادشاہ نے بہت لوگوں سے مشورہ کیا چنانچہ میری بھی محلات میں دو مرتبہ طلبی ہوئی۔ وہاں ہی مشورے ہوا کرتے تھے۔ جب بادشاہ کے ساتھ بات چیت ہوئی وہ تو میں بتلانا نہیں چاہتا۔ سیاسیات کی حالت اس وقت غیر معمولی سی تھی۔ ہم تو اندھیرے میں رستہ ٹٹول رہے تھے۔ جو لوگ وزارت میں آسکتے تھے ان کی تعداد بہت کم تھی۔ پہلے Orlando کا نام تجویز ہوا۔ پھر De Nichola ڈی نکولا۔مگر ان میں سے کوئی بھی وزیر بن کر ذمہ داری اپنے سر پر لینا نہ چاہتا تھا۔ پھر Bonomi کا نام تجویز ہوا مگر وہ بھی نامنظور ہوا۔ پھر دوبارہ مشاورت ہوئی۔ بار بار وہی نام تجویز ہوتے تھے۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا جمہوری سلطنتوں کا اکثر یہ ہی حال ہوتا ہے' آئے دن وزارتیں بدلتی رہتی ہیں۔ انہیں کوئی قیام نہیں۔ چنانچہ یہ ہی حال سیاسی

لیڈروں کا بھی ہے نہ کسی اصول پر ٹھہرتے ہیں اور نہ دیانت دار ہوتے ہیں۔ آپس میں سمجھوتے اور سودے کرتے رہتے ہیں اور عیاری اور دغا بازی ان کا شیوہ ہے۔ ایسی وزارتیں بناتے ہیں جو جلدی ہل جائیں، مگر طریق حکومت کو نہیں بدلتے۔ قانونی لوگ جمہوریت کو پسند کرتے ہوں۔ عملی طور پر تو یہ کسی مصرف کا نہیں۔

ہر دلعزیز پاٹی جسے Catholic کیتھولک پارٹی کہنا چاہیے۔ اسی پرانی بے ڈھنگی چال پر چل رہی تھی۔ آگے تو قدم رکھنا نہ چاہتی تھی مگر پارلیمنٹ اور عوام میں دکھلاوے کی خاطر ڈینگیں مارتی کہ ہم تو انقلاب پسند ہیں۔ یہ پارٹی بھی گیولٹی وزارت کو واپس لانا نہ چاہتی تھی۔ مگر تھی یہ پارٹی بڑے رسوخ والی خود بھی وزارت کا بوجھ اٹھانا پسند نہ کرتی تھی مگر نہ گیولٹی کو اور نہ ہی بونومی کو چاہتی تھی۔

غرضیکہ یہ لوگ کوئی وزارت بننے ہی نہ دیتے تھے۔ اور کام چلنے ہی نہ دیتے تھے۔ ہر بار وہی پرانے نام تجویز ہوتے رہتے۔ جب جمہوری حکومتیں کمزور ہوجاتی ہیں تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ عقل اور منطق تو بالائے طاق رکھ دیا ہوا تھا۔ تب بھی اگر اٹلی بچ جاتا تو حیرانی کی بات ہوتی۔

آخر Facta فیکٹا وزارت بن ہی گئی۔ فیکٹا ممبر پارلیمنٹ تھے اور گیولٹی کے بڑے دوست تھے۔ لائق تو نہ تھے ہاں مگر اس وقت بچاؤ کی صورت ہوگئی۔ ہم تو دن بدن نیچے گرتے جارہے تھے۔ خیر فیکٹا نے وزارت کا بوجھ ایسے وقت میں سر پر لے لیا جب اور کوئی تیار نہ ہوتا تھا۔ میں نے اپنے اخبار میں نئی کیبنٹ Cabinat کیبنٹ کے متعلق لکھا۔ کہ ہے تو سیدھی سادھی شاید کچھ کر ہی نکلے۔ کچھ کام تو کرے گی۔ حکومت کا معمولی کاروبار تو بند نہ ہوگا۔ حکومت جو کچھ کرکے نہیں دکھلاتی وہ کس مصرف کی۔ مگر جو حکومت کام ہی نہ چلاسکے اسے کوئی کیا کرے۔

فیکٹا پارلیمنٹ کے پرانے ممبر تھے، اور تھے بھی پرانے طریقے پر چلنے والے۔ اس زمانے کے سیاسی اخلاق بھی گھٹیا ہی تھے اور انہوں نے اسی کے زیر اثر نشو نما پایا تھا۔ اور ان کے اپنے استاد گیولٹی کے لئے بڑی ہی عزت تھی۔ آپ پہلے بھی وزیر مالیہ رہ

چکے تھے۔ ہاں جس طرح ان کے دوست بھی کہا کرتے تھے' نازک وقت میں ان کے لئے وزارت کا کام سنبھالنا مشکل تھا۔ کئی تو پارٹیوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ ایک طرف تو ہر دلعزیز پارٹی تھی اور دوسری فاشسٹ پارٹی زور پکڑ رہی تھی۔ اور علاوہ بریں بین الاقوامی معاملات بھی بگڑ رہے تھے۔

الغرض پرانی آزادی پسند اٹلی کا یہ حال تھا۔ ہمارے ملک کا ستیا ناس ہوگیا تھا۔ سیاسی معاملات کے حل کرنے میں تنگ خیالی سے کام لیا جاتا تھا۔ پارلیمنٹ کے اندر چھوٹے چھوٹے معاملوں پر جھگڑا ہوجاتا تھا۔ ہر جگہ لوگ سازشوں میں مشغول تھے۔ اپنے مفاد اور خود غرضی کے لئے مرے جاتے تھے' تجارت کا برا حال تھا اور اخبارات میں بھی لڑائی دنگا فساد ہورہا تھا۔ کوآپریٹو Co - Oprative تحریک ابھی شروع ہوئی تھی زمینداروں کے لئے بنک نہ تھے۔ اقتصادیات بھی بگڑ رہی تھی۔ اور خیرایت منظم نہ تھی اور اٹلی بین الاقوامی کانفرنسوں میں کچھ حیثیت نہ رکھتی تھی۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارا ملک زرخیز اور طاقتور تھا۔ غیر ممالک ہمارے خوشہ چین تھے۔ اٹلی کے باشندے وہاں جاتے اور زمینوں کو آباد کیا کرتے تھے۔ بلکہ شہروں کو بساتے اور آباد کرتے تھے آج اسی اٹلی کی خستہ و خوار حالت تھی۔

فیکٹا ہماری پرانی اٹلی کے کامل نمائندے تھے۔ انہیں حیرانی سی ہوئی کہ ان کے ہم عصران سے اس قدر خوش کیوں تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتی کہ مجھے کیوں وزیر اعظم بنا دیا گیا ہے۔ وہ تو پارلیمنٹ کے معمولی ممبر تھے مگر وہ اس بات کو بھول گئے تھے کہ جو لوگ ان کے ارد گرد تھے وہ تو پرانی لبرل پارٹی کے دل دادہ تھے۔ ایسے لوگ تو ان کی حمایت پر تھے۔ اگر چہ جمہوریت کے ختم ہونے کیساتھ ان کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ اب تو جان بچانے کی خاطر لبرل پارٹی کی ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لے رہے تھے۔ انہیں پوچھتا ہی کون تھا۔ ادھر ہماری تحریک زوروں پر تھی۔ کوئی طاقت اس کو روک نہ سکتی تھی۔ اور ہم تو اٹلی کو ایک نئی حکومت دینے والے تھے۔ ہمارے اندر بھی نفاق ڈالنے کی کوششیں ہورہی تھی مگر میں نے یک قلم انہیں بند کردیا۔ اور فوراً

بندوبست کردیا۔ میں فسادات کی تو پرواہ نہ کرتا تھا مگر فیوم والا معاملہ بڑا تکلیف دہ تھا۔ وہاں ایک شخص جو اٹلی سے بھاگا ہوا تھا۔ اور اس کا نام Zanella زانلا تھا۔ وہ اپنے ہم وطنوں کے بر خلاف شرمناک سازشیں کر رہا تھا۔ فاشسٹوں نے اسے وہاں سے نکال دیا تھا۔ Yugoslavia یگوسلیویا کے حق میں تھا۔ اور فیوم کو آزاد دیکھنا چاہتا تھا۔ اس کے چلے جانے سے اٹلی کو بڑا نقصان ہوا۔

ان ہی دنوں میں Charles چارلس جو Haps burg ہیپس برگ کے بادشاہ تھے مر گئے۔ وہ تخت پر سے اتارے گئے تھے۔ اور پھر واپس نہ آسکے۔ آخر ادلے کا بدلہ تو ملتا ہی ہے۔ انہوں نے اٹلی پر اپنے عہد حکومت میں بڑے ظلم روا رکھے تھے۔ اور کبھی ہمارے ملک کو متحد نہ ہونے دیتے تھے۔ اتنے میں Genoa جینوا کی کانفرنس ہونے لگ گئی - لوگوں کی توجہ اس طرف بالکل نہ تھی۔ یہ کانفرنس کبھی کچھ کرتی کبھی کچھ - کبھی تو امید بندھ جاتی اور کبھی مایوسی چھا جاتی اسی طرح سے نیچے اوپر ہوتا ہی رہا۔ یکم مئی کو مزدوروں کا میلا تھا۔ اس میں بدقسمتی سے سوشلسٹ اور کمیونسٹ بہت آگئے تھے۔ 24 مئی کو جنگ کے اعلان کی سالگرہ تھی۔ اسی دن بھی خون خرابہ ہوگیا۔ اور مقامات پر تو امن ہی رہا Rome روما میں کمیونسٹوں نے ایک پریڈ کے اوپر جو Enrio Toti انر کو ٹوٹی کی شہادت کا دن منا رہی تھی 'گولی چلادی' یہ شہید بڑا بہادر تھا اور س نے دشمن پر اپنی چلنے والی لکڑیاں دے ماری تھیں۔ ایک شخص مارا گیا اور چوبیس زخمی ہوئے۔ اس پر طرفہ یہ کہ مزدوروں کے دل نے جو ہمارے بڑا بر خلاف تھا۔ اس دن ہڑتال کردی۔ یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ حکومت تو پہلے سے ہی کمزور ہوچکی تھی۔ اس نے کچھ نہ کیا۔ میں نے بلا تامل فاشسٹوں کو حکم دے دیا کہ ہلہ بول دو' ہم اس "سرخ" گلے کا بندوبست کرلیں گے ہم تو ان کو ملیا میٹ کرکے دم لیں گے۔

حکومت اور لوگ تو کچھ کرتے ہی نہ تھے۔ میرا ایسا کرنے سے اس کی پوری ذمہ داری اپنے اوپر لینے سے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کے سر پر ٹھنڈا پانی پڑ گیا۔ ہم بجلی کی طرح جا گرجے۔ ہڑتال تو فورا" بند ہوگئی۔ ہماری مداخلت سے سب ٹھیک ٹھاک

ہوگیا۔ مگر پارلیمنٹ میں ہمارے بر خلاف سازشیں ہوتی رہیں۔ وہاں ردو بدل جاری رہا۔ کوئی کہتا کہ Dictator حاکم مقرر ہونا چاہئے' کوئی کہتا کہ نہیں سوویٹ Soviet نظام ہونا چاہئے۔ اسی جھگڑے میں 12 جولائی والے دن وزیر مال جس کا نام Peano پینو تھا ایک بیان شائع کیا اس کو پڑھ کر میں تو فکر میں ڈوب گیا۔ ہمارے بجٹ میں ساڑھے چھ ارب کا گھاٹا تھا۔ اٹلی کے لئے یہ گھاٹا تو بہت ہی زیادہ تھا۔ ہماری مالی حالت تو ناگفتہ بہ تھی۔ ایک تو خانگی جھگڑے تھے۔ دوسرے خارجی اور اس پر ہمارے خزانہ کی یہ حالت تھی۔ فیکٹا وزارت کی ناقابلیت ظاہر تھی۔ 19 جولائی 1922ء کو میں نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی جس میں میں نے کہا کہ فاشسٹ پارٹی بالکل ووٹ نہ دے گی۔ میں پہلے سوشلسٹوں کے بر خلاف بولا۔ یہ لوگ حکومت کے بڑے حامی تھے اور اسے بدنام کررہے تھے۔ پھر میں نے ہر دلعزیز پارٹی کو لتاڑا جو سمجھتے تھے کہ حکومت ان کے ہاتھ میں ہے اور میں نے وزیر اعظم سے مخاطب ہوکر صاف لفظوں میں یوں کہا:۔

" جناب عالی آپ کی وزارت زیادہ دیر تک نہیں چل سکتی کیونکہ یہ ہر طرح سے نالائق ثابت ہوئی ہے۔ جو لوگ آپ کو مدد دیا کرتے تھے۔ یہ انہی کا قصور ہے۔ آخر جنہوں نے آپ کو رسہ دیا وہی آپ کو پھانسی دیں گے۔ جیسے آپ کے حامی تھے ویسی آپ کی وزارت بنی۔ آپ خود ہی تو فرماتے تھے کہ مجھے کیوں کونسل کا صدر بنا دیا گیا ہے۔

پھر میں نے وزارت کی پالیسی پر تنقید کی اور آخر میں میں نے کہا کہ فاشسٹوں نے اکثریت کا ساتھ نہ دے کر ہماری قومی سیاست اور اخلاق کو اونچا کر دکھلایا ہے۔ میرے ان الفاظ نے ایک طرح کی ہل چل مچادی۔ میں نے اور بھی زور سے کہا کہ ہم خود اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ ہم باقاعدہ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ یا کہ موجودہ حکومت کی ضد پر اپنی پارٹی کھڑی کریں۔ اگر ہم ضد پر کھڑ ہوگئے تو ہمارا اکثریت کے ساتھ کچھ واسطہ نہ ہوگا۔ اور ہم پارلیمنٹ میں حاضر بھی نہ ہوا کریں گے۔ میں

نے ان الفاظ میں نہ ہی صرف فیکٹا کی وزارت کو ہی جواب ختم ہونے والی تھی بلکہ اس کو بھی جو آنے والی تھی آگاہ کردیا کہ ہوشیار ہوجاؤ۔ میں نے اپنے ارادہ کو صاف صاف الفاظ میں ان سے کہہ دیا۔"

اسی دن فیکٹا وزارت ختم ہوگئی۔ پھر اندھیرے میں ٹٹولنے لگے۔ کہ کون وزیر اعظم بنے، پھر وہ نام یعنی اورلینڈو، بونومی، فیکٹا اور گیولٹی تجویز ہوئے۔ آخر ادھر ادھر کرکے Meda میڈا کا نام تجویز ہوا۔ وہ میلان سے ہر دلعزیز پارٹی کے نمائندہ تھے۔ اور اسی پارٹی کے لیڈر بھی تھی۔ یہ پارٹی ہر ایک وزارت کو اپنے تلوؤں تلے رکھتی تھی۔ میڈا جو وزیر رہ چکے تھے۔ پہلے تو انکاری تھے اور وزیر اعظم بننا نہیں چاہتے تھے۔ اور ڈرتے بھی تھے۔ یہ بات عجیب تھی کہ اگرچہ ہر دلعزیز پارٹی میں پادری بھی تھے اور انتشار پسند طبقے کے لوگ بھی تھے۔ پھر بھی کوئی وزارت کو ہاتھ ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ پہلے تو آزادی پسند اور جمہوریت پسند اقتدار کے پیچھے دوڑا کرتے تھے۔ مگر اب تو کوئی نزدیک بھی نہ آتا تھا۔ سوشلسٹ تو حکومت کو بدنام کرتے ہی رہے۔ مگر فاشسٹ چپکے چپکے اپنا کام کرتے ہی گئے۔

ادھر کانفرنسیں ہو رہی تھی۔ اور ادھر وزارت کا فیصلہ نہ ہوتا تھا۔ انہیں دنوں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ سب سیاسی پارٹیوں نے جن میں انقلاب پسند مزدوروں کا دل سوشلسٹ، جمہوریت پسند اور انتہا پسند شامل تھے۔ سارے ملک میں یک دم ہڑتال کردی۔ یہ ہڑتال فاشسٹوں کے خلاف تھی بہانہ یہ بنایا گیا کہ فاشسٹ ہماری قوم کے لئے خطرناک ہیں۔ ان سیاسی پارٹیوں میں سب قسم کے لوگ شامل تھے۔ ان میں اکثر تو وہ تھے ۔ جنہوں نے اپنے وقتوں میں آزادی کو پیروں تلے روندا تھا۔ اور اخلاق کو گندا کیا تھا۔ اور امن و امان کو تباہ کیا تھا۔ اہل اٹلی اور فاشسٹوں کی طرف ایسا رویہ انصاف سے بالکل بعید تھا۔ اور مجھے اس پر بڑا ہی غصہ آیا۔

ان دنوں میں بھی اپنا آخری فیصلہ دیا کرتا تھے۔ ہم سیاسی اور فوجی لحاظ سے خوب تیاری کرلی اور ہم نے یہ ارادہ کرلیا کہ ہم روما پر چڑھائی کردیں گے۔ اور پوری طاقت

حاصل کریں گے۔ ان لوگوں کے جواب میں میں نے پھر ہلہ بول دیا۔ فاشسٹوں کی ایک مستقل کونسل قائم کردی۔ باقاعدہ ملاقاتیں شروع کریں اور کام بانٹ دیا۔ کچھ انقلابی گروہوں کا انسداد کرنے لگے۔ میلان فاشسٹوں نے اوانتی اخبار پر حملہ کردیا۔ جو ہمارے دشمنوں کا اڈہ تھا۔ دفتر کو آگ لگادی ' ٹریمون پر قبضہ کرلیا۔ اگر چہ ہڑتال تھی۔ وہ کام کاج کرنے لگ گئے۔ حکومت ہڑتال کے متعلق کچھ نہ کرسکی۔ مگر ہم نے حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی' بجلی گھروں پر پہرہ لگا دیا تاکہ لوگ باگ توڑ تاڑ نہ کریں۔ غرض سب قسم کی بد نظمی کا خاتمہ کردیا۔ یہ سب فاشسٹوں نے کیا۔

میلان میں تین نوجوان فاشسٹ (کالی قمیض والے) مارے گئے۔ ان میں سے دو یونیورسٹی کے طالب علم تھے۔ بہت سے طالب علم زخمی ہوئے مگر آخر کامیاب ہوئے۔ اٹلی کے دشمن پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ فلاں شخص ذمہ دار ہے کوئی کچھ' کوئی کچھ خوب تقریریں ہوتی تھیں بحث مباحثے جاری تھے۔ میرے ہم وطنوں کو ہوش آتی جاتی تھی۔ وہ سمجھ گئے کہ کل کو فاشسٹ ہمارے حاکم بن جائیں گے۔ زور کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ ان میں حب الوطنی اور ہمت اور دانائی ہے۔ ہمارے شمنوں کو شکست ہوئی وہ گھبراگئے۔ اور بے عزت ہوئے 'بعض جو سمجھدار تھے' وہ جانتے تھے کہ Fascism فاشزم اب زوروں میں ہے ' اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

میلان کا نہایت ہی سنجیدہ اور عمدہ اخبار Corrier Della Sera "کوریئر" جو متوسط درجے کے لوگوں کے احساس کا ترجمان تھا اور سوشلسٹ لیڈر فلپو توراتی کا ہمیشہ ثنا خوان تھا ۔ اب وہ بھی فاشسٹوں کے حقوق کے متعلق جوان کو حکومت میں ملنے چاہئیں۔ لکھنے لگ گیا۔ غرض کچھ عرصے تک یہ ہی حالت رہی مجھے پھر بادشاہ نے بلا بھیجا میں اورلینڈو سے بھی ملا - وزارتیں بنتی اور توڑ دی جاتیں۔ پھر پھرا کر Fecta فیکٹا کا نام تجویز ہوا اس نے اپنا ایلچی میرے پاس بھیجا اور پوچھا کہ نئی وزارت میں فاشسٹ کن شرائط پر شرکت کریں گے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ ہم تو بڑی بڑی وزارتیں اپنے ہاتھ

میں لیں گے۔

مجھے کہنے لگے کہ تم کیبنٹ کے ممبر بن جاؤ۔ مگر میں نہ مانا' میں تو ایسی حکومت سے باہر ہی رہنا چاہتا تھا۔ تاکہ میں آزادی سے نکتہ چینی کرسکوں۔ اور اگر ضرورت ہو تو اپنے خیال کو عملی جامہ پہنا سکوں' مگر وہ لوگ خیال کرتے تھے کہ فاشسٹوں کا مطالبہ حد سے زیادہ ہے فیکٹا وزات میں کوئی فاشسٹ نہ تھا۔ مگر جب کام شروع ہوا تو قوم کی قوم بگڑ گئی۔ اور حکومت کی طرف سے لا پرواہ ہوگئی۔ اب دوست اور دشمن بھی ہمارے طرف دیکھنے لگے۔ اٹلی کے لوگ سب یہی چاہتے تھے کہ ہم عنان حکومت ہاتھ میں لیں۔ میں نے فاشسٹوں کا لیڈر بننے کی ٹھان رکھی تھی۔ اور میرا پکا ارادہ تھا کہ ہم چڑھائی کردیں گے اور کوئی حل تھا ہی نہیں۔

16 اکتوبر کو میں نے میلان سے ایک جرنیل کو بلا بھیجا۔ وہ اپنے کام میں بڑا ہوشیار تھا۔ اور پکا Fascist فاشسٹ تھا۔ میں نے پرانے رومن طریقے کے مطابق ایک فوجی اور سیاسی نظام کا نقشہ تیار کیا۔ میں نے فاشسٹوں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا۔ بڑے بڑے فاشسٹوں کو دو طبقوں میں تقسیم کیا۔ بڑے بڑے فاشسٹوں سے مشورہ کرکے میں نے ایک وردی اور ایک نعرہ معین کیا۔ مجھے اٹلی کے ہر حصے میں اپنی طاقت کا اندازہ تھا۔ میں اب روما پر سمندر کے کنارے کنارے ہوتا ہوا Umbria امبریا کے راستے جاکر چڑھائی کرنا چاہتا تھا۔ جنوب کی طرف سے Puglic پگلی Napples نیپلز کے شہروں کے فاشسٹ میرے ساتھ شامل ہوسکتے تھے۔ اگر کہیں سے مخالفت کا ڈر تھا تو وہ انکونا سے تھا۔ میں نے ارپنی ناتی اور دیگر فاشسٹوں کو بلا بھیجا۔ اور ان سے کہا کہ انکونا سے سوشلسٹوں اور کمیونسٹوں کو بالکل نکال دو۔ اس شہر پر انارکسٹوں کا قبضہ تھا۔ مگر ہم نے اپنی سپاہ گری دکھلا کر ان کو شکست دی' کچھ تو مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ ہوا تو بہت برا مگر ہمارے دشمن کی کمر ٹوٹ گئی۔ اب ہمارے دشمن صرف روما میں رہ گئے۔ جہاں ہمارے ملک کی پارلیمنٹ کا گھر تھا۔

صوبوں کے لوگ جاگ اٹھے اور آزادی کا دم بھرنے لگے۔ فاشسزم کا دریا

ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ ہر قسم کے لوگ اور دنیا کے ہر حصے کے مصنف اور تاریخ دان اور نقطہ سنج اشخاص ہماری تحریک میں دلچسپی لینے لگے۔ کیونکہ میری پیدا کردہ تحریک کامیابی کے راستے پر گامزن تھی۔ جو لوگ ابھی تک شک میں تھے ان کی خاطر میں نے چند ایک مضامین اپنے اخبار میں لکھے۔ جن میں میں نے کہا کہ ابھی تو یہ تحریک پہلے درجے میں ہی ہے وقت آرہا ہے کہ مسیح کے بعد سینٹ پال کی آمد ہوگی۔

میں ان دنوں Rome روما پر چڑھائی کرنے کا سوچ رہا تھا۔ مجھے خود حکومت کا شوق نہ تھا۔ مجھے کوئی اور غرض تھی نہ ہی میں سیاسی دنیا میں بڑائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں بالکل بے غرضانہ اپنے خیال کے پیچھے جا رہا تھا۔ میں خیال کی اندھیری دنیا میں چکر لگاتا تھا۔ مگر اس لئے نہیں کہ میرا خیال پورا ہو۔ بلکہ اس لئے کہ عوام کو فائدہ پہنچے۔ میں لڑا بھی ہوں۔ مگر اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے فائدے کے لئے' اپنی قوم کا مفاد ہمیشہ میرے زیر نظر رہا ہے۔ اور میں یہ خواہش کرتا تھا کہ آخر Fascism فاشسزم کی فتح ہو تاکہ میرے ملک کی قسمت جاگ اٹھے۔

ان دنوں جو کچھ میں نے کیا اور میرا طریقہ عمل بالکل سادہ تھا۔ اس کی تفصیل پیش کرنا ناممکن ہے۔ بعض باتوں کو پوشیدہ رکھنا لازمی ہوتا ہے کیونکہ وہ سیاسیات سے تعلق رکھتی ہیں۔ میرا اخبار Popolod Italia جس کی طرف ہمارے دشمن اور دیگر ممالک کے لوگ زیادہ توجہ نہ دیتے تھے۔ میرے مقاصد کی اور ہمارے روما پر چڑھائی کرنے کے ارادے کو وقتاً فوقتاً شائع کرتا ہی رہتا تھا۔ وہ اخبار ہمارے خیالوں اور تجویزوں کی ترجمانی کرتا تھا۔

ہمارے فوجی اور سیاسی حلقے میرے حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ میں نے سارا نقشہ سوچ رکھا تھا۔ سوچنے کے بعد میں نے ہلہ بول دیا۔ شروع ہی میں ہم نے Trents ٹربینٹو Ancona انکونا اور Bolzana بول زانو جیسے مقامات جہاں سے ہمیں خدشہ تھا قبضہ کرلیا۔

میں Fascists فاشسٹوں کے احساسات اور ان کی استقامت اور نظام وغیرہ کا

اندازہ لگانا چاہتا تھا۔ اس لئے میں اٹلی کے مختلف حصوں میں تقاریر کرنے گیا۔ چار مقامات پر میں نے تقریریں کیں۔ اور ان میں میں نے آنے والی پالیسی کاذکر کیا۔ میں نے صاف لفظوں میں اپنے منشاء کو ظاہر کیا۔ اور کہا کہ ہم اقتدار چاہتے ہیں۔ میں عوام کی خوشامد کبھی نہ کرتا تھا۔ بلکہ ان کو صاف صاف سب بات کہہ دیا کرتا تھا۔ بر عکس اس کے ہر ملک میں سیاسی پارٹیاں ہمیشہ عوام کے میلان کو دیکھ کر بات کرتی ہیں۔ مجھے اس سے نفرت تھی۔ چنانچہ (Rome) روما پر چڑھائی کرنے سے ایک مہینہ پہلے یعنی 17 ستمبر1922ء کو میں نے لکھا "جمہوریت کی منبر سے حضرت عوام کو اٹھا پھینکو"

فاشسٹوں کے جلسے جن میں میں حاضر تھا۔ مفصلہ ذیل مقامات پر ہوئے۔ Udine ادائن جو شمالی اٹلی میں ہے۔ Cremonia کریمونا جو دریائے (PO) کی وادی میں ہے۔ میلان جو بڑا تجارتی شہر ہے۔ اور نیپلز جو جنوبی اٹلی میں واقع ہے۔

ان اضلاع میں میں خود جاکر دیکھنا چاہتا تھا۔ کہ کیا حال ہے۔ جب میں گیا تو لوگوں نے میرا استقبال کیا اور مجھے فاتح اور نجات دہندہ کہہ کر یاد کیا۔ میں خوش ضرور ہوا مگر میں نے غرور نہ کیا۔ مجھے اپنی طاقت کا احساس ضرور ہوا۔ مگر میں اپنی ذمہ داری کو بھی سمجھ گیا۔ ان چاروں مقاموں میں جو ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے۔ یکساں جوش موجزن تھا۔ میرے ساتھ میرے امین نیک اور صاف دل ہم وطن تھے۔ جو کہ میرے ملک کی روح رواں تھے۔ میں نے فورا ہی اپنی مرکزی کمیٹی کو بلایا اور ہم تحریک کے نقشے کے متعلق ہم رازہوئے۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ ہماری سیاہ قمیضوں والی سپاہ Rome روما کی طرف روانہ ہوجائے -ان دنوں Milan میلان میں ایک تقریر کرتے ہوئے میں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ افسوس آخر لبرل حکومت کا سورج غروب ہورہا ہے۔ اور Fascism فاشسزم کی صبح نکلنے لگی ہے۔ اور اٹلی ایک نئی اٹلی بننے والی ہے۔

OO

ساتواں باب

روما کی فتح

اب ہم (Rome) روما کے شہر پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ صوبوں کی حالت کا اندازہ لگا کر اور کالی قمیض والے (Black Shirts) یعنی فاشسٹوں کے افسروں کی کاروائیاں دیکھ کر اور سب نقشہ تیار کرکے اور مناسب وقت خیال کرکے میں نے (Florence) فلارنس مین بڑے بڑے فاشسٹوں کو بلایا ان میں (Michel Bianchi) مائیکل بیانچی اور (De Bone) ڈی بونو اور (Italo Balbon) اتالو بالبو اور گیوائی بھی تھے۔ بعض نے تجویز کی کہ 4 نومبر والے دن جو جنگ میں فتح کی سالگرہ کا دن تھا۔ چڑھائی کی جائے۔ میں نے یہ تجویز نہ مانی کیونکہ ایسے خوشی منانے والے دن ایک انقلاب کی بنیاد ڈالنی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔

ہم اپنی تحریک کو پورا موقعہ دینا چاہتے تھے اور اسے چمکانا چاہتے تھے۔ اور پورے زور سے اپنا کام کرنا چاہتے تھے۔ ہم نے یہ بھی دیکھنا تھا کہ سیاسیات پر ہماری تحریک کا کیا اثر پڑے گا۔ اور جنگی لحاظ سے ہم کہاں تک کامیاب ہونگے۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا تھا کہ شائد دشمن غالب آئے۔ اور ہماری تحریک کو دبا دے۔ یا ہم ہی کوئی غلطی کر بیٹھیں۔ اور ناکامیاب ہوں۔ ہمیں تو پہلے سے ہی دیکھا تھا کہ کس طرح پر سے اور کب اور کتنی فوج کے ساتھ اور کن ذرائع سے ہم کو چڑھائی کرنی ہے۔ اور ہمیں فتح کیسے ہوگی۔ (Naples) نیپلز میں جو فاشسٹوں کا جلسہ ہوا۔ اسے ہماری دوسری کانگریس سمجھنا چاہئے۔ یہ جلسہ بڑا منظم تھا اور تقریریں بھی عمدہ ہوئیں۔ اور یہ بات

بھی ظاہر نہ ہوئی کہ ہمارا ارادہ (Rome) روما پر چڑھائی کرنے کا تھا۔ ہماری فوجوں نے ساری اٹلی میں ایک ہی دن مسلح ہوکر تیار ہوجانا تھا۔ اور انہوں نے شہروں میں مشہور ناکوں پر مثلاً" ڈاکخانہ' ریلوے سٹیشن' تھانہ اور فوج کی بارکوں وغیرہ پر پہرہ لگا دینا تھا۔ فاشسٹ فوج کے دستوں نے سمندر کے کنارے کنارے جاکر اپنے بہادر افسروں کے تحت میں (Rome) روما پر ہلہ بول دینا تھا۔ بحر (Adratic) ایڈریاٹک کی طرف سے بھی (Romogna) رومانا (Marches) مارچ اور (Abruzzi) ابروزی کے علاقوں کے فاشسٹوں نے (Rome) روما پہنچ جانا تھا۔ ہماری یہ بھی تجویز تھی کہ (Ancona) انکونا کو سوشلسٹوں کے پنجے سے چھڑا لیا جائے۔ یہ تو ہم پہلے ہی کرچکے تھے جن فوجوں نے (Naples) نیپلز میں آنا تھا۔ ان سے بھی کہہ دیا گیا کہ (Rome) روما چلے جاؤ۔ ان کی مدد پر ایک فاشسٹ رسالہ بھی تھا جس کا کمان افسر (Cara Dona) کیرا ڈونا تھا۔

جس وقت یہ فیصلہ ہوگیا کہ فاشسٹ فوج اب چڑھائی کرے۔ اور فوج روانہ ہوگئی تو افسروں اور سپاہیوں کے لئے فوجی قانون جاری کر دیا گیا۔ سب اختیارات چار فوجی افسروں کو دے دئے گئے جن کے نام مفصلہ ذیل تھے۔

جرنیل (De Bono) ڈی بونو جرنیل (De. Vecchi) ڈی وشی جرنیل (Balbo Italo) اتالو بالبو اور جرنیل (Michal Biandi) مائیکل بینشی میں صدر مقرر ہوا۔ اور مجھے (Duce) یا لیڈر بھی کہتے تھے۔ اور ان چار افسروں کے کام کا میں ہی ذمہ دار تھا۔ اور میری ذمہ داری صرف فاشسٹوں کی طرف ہی نہ تھی۔ بلکہ کل اٹلی کی طرف تھی۔ ہم نے (Perugia) پروگیا کے شہر کو جو کہ (Umbria) امبریا کا دارالحکومت تھا' اپنا ہیڈ کوارٹر (Head Quarter) بنا لیا۔ یہاں بہت سی سڑکیں ملتی تھی اور یہاں سے (Rome) روما جانا آسان تھا۔ اگر بالفرض ہمیں شکست کا منہ دیکھنا پڑتا تو ہم کوہ (Appenine) ایپی نائن کو عبور کرکے دریائے (Po) کی وادی میں پہنچ سکتے تھے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہیڈ کوارٹر بڑی ہوشیاری سے معین ہونا چاہئے۔ کیونکہ

اس پر سب لڑائی کا انحصار ہوتا ہے۔ یہ جگہ نہایت ہی موزوں تھی۔ اور ہمارا وہاں پورا قبضہ تھا۔ ہم نے نعرہ بھی مقرر کرلیا اور دیگر تفصیلات فیصلہ کرلیں۔ میرے اخبار کے دفتر میں سب خبریں پہنچادی جاتی تھیں۔ ایماندار ہرکارے مکڑی کی طرح دوڑ رہے تھے۔ اور تانابانا تن رہے تھے۔ میں سارادن حکم جاری کرتا رہتا تھا۔ میں نے وہ اعلان بھی لکھا جو کہ چڑھائی شروع کرنے سے پہلے ہم وطنوں کو خطاب کیا جانا تھا۔ ہمیں بہت سے دوستوں نے جو بڑے وفادار تھے۔ پہلے سے بتلا دیا تھا کہ شاید لڑائی کی نوبت نہ پہنچے۔

نیپلز (Naples) میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی' وہاں تقریر کرتے ہوئے میں نے فاشسٹوں کے حکومت کے ساتھ تعلقات کا ذکر کیا۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ شہر (Naples) نیپلز (Mediterranean) بحر میڈی ٹرینین کی ملکہ ہے۔ اور وقت گزارنے کے لئے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ اس فرضی بحث مباحثہ میں ہمارے جرنیل (Michel Bianchi) مائیکل بیینتی بھی حصہ لے رہے تھے' اور انہوں نے (Rome) روما پر چڑھائی بھی کرلی تھی۔ یہ جرنیل سیاسیات میں بڑا ہی ماہر تھا۔ (De Bono)ڈی بونو اور (De Balbo)ڈی بالبو ر (Perugia) پروگیا میں پہنچ چکے تھے۔ میں کانگرس میں شمولیت کے بعد واپس (Milan) میلان چلا گیا۔ راستے میں بہت سے دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ اور میں نے پوری پوری تیاری بھی کرلی۔ (Milan) میلان میں جو کام کرنا تھا اس کے متعلق بھی بات چیت ہوگئی۔ اور (Lombardy) لمبارڈی کے علاقے کے دیگر مقامات پر بھی جو کچھ کرنا تھا۔ وہ ٹھیک ٹھاک کرلیا۔ چونکہ پولیس میرا پیچھا کررہی تھی میں اکثر بھولا بھالا بن بیٹھتا۔ جیسے مجھے کچھ خبر تک نہیں ہے۔ اور میں بالکل فکر مند نہیں ہوں - تھا تو ایسا کرنا مشکل کیوں کہ میں نے آخر اتنی بڑی تحریک کو چلانا تھا اور اس کے لئے آنا جانا ہوتا ہی رہتا تھا۔ میں شام کے وقت تھیٹر چلا جاتا اور دن بھر اخبار کا کام کرتا رہتا۔

جب مجھے یقین ہوگیا کہ اب تیاری مکمل ہوگئی ہے۔ میں نے اپنے اخبار (Italia

(Popolo'd) میں اعلان شائع کردیا۔ اور علیحدہ چھاپ کر تقسیم بھی کردیا۔ اور دوسرے اخباروں میں بھی چھپوا دیا۔ اس پر ان چار جرنیلوں کے دستخط تھے۔ اس تواریخی اعلان کا مضمون یہ تھا۔

فاشسٹو اور میرے ہم وطنو

"مضبوط مقابلے کے وقت آن پہنچا ہے۔ چار سال پیشتر ان ہی دنوں میں ہماری فوجیں جنگ عظیم کے آخری حملے کے لئے تیار تھیں اور انہیں فتح نصیب ہوئی۔ اب کالی قمیض والی فوج (فاشسٹوں سے مراد ہے) اسی فتح کو دوبارہ تازہ کرتی ہے اور سیدھی (Roma) روما پر چڑھائی کرتی ہے۔ کیونکہ فتح کا اثر زائل ہوچکا تھا۔ ہماری فوج کے دو طبقے روانہ ہونے والے ہیں۔"

(Fascisim) فاشسزم کا فوجی قانون جاری کردیا گیا ہے۔ میرے حکم سے سب فوجی سپاہی اور سرکاری محکمہ جات کے جواب تک حکومت کے ہاتھ میں تھے۔ ایک خفیہ چار جرنیلوں کے کونسل کے حوالے کردیئے گئے ہیں۔ جس کے ہاتھ میں اب کل اختیارات ہوں گے وہ جو چاہے سو کرے۔ ہماری موجودہ حکومت کی فوجیں اور ریزرو (Reserve) وغیرہ اس جنگ میں بالکل شریک نہ ہوں۔ ہم Venctto Virtoria وٹوریا وینٹبو کے ماتحت جو سرکاری فوجیں ہیں۔ ان سے ہرگز نہ لڑے گے۔ ہمارا پولیس کے ساتھ بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ ہمارا تو اس سیاسی جماعت کے ساتھ جھگڑا ہے۔ جو کہ بالکل نالائق اور بزدل ثابت ہوئی ہے۔ اور اب تک چار سال کے عرصے میں بھی ایک عمدہ گورنمنٹ قائم نہیں ہوسکی اور جو لوگ دولت پیدا کر رہے ہیں وہ جان لیں کہ ہم صرف ترتیب اور انتظام قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے ملک کی ثروت بڑھے اور قوم ترقی کرے۔ جو لوگ کھیتوں میں یا کارخانوں میں کام کرتے ہیں یا جو ریلوں اور دفتروں میں کام کر رہے ہیں۔ ان کو حکومت سے بالکل خوف نہیں کرنا چاہیئے۔ اور ان کے حقوق بالکل محفوظ رہیں گے۔ اور جو لوگ بغیر ہتھیار کے ہیں اور ہمارا مقابلہ نہ کریں گے ان سے ہم بڑی فیاضی سے پیش آئیں

گے۔

ہم تو ان لوگوں کا خاتمہ کریں گے۔ جو ملک سے غداری کرتا ہے۔ پانچ لاکھ آدمی جو جنگ عظیم میں کام آئے۔ ان کی روحیں اس بات کی شاہد ہیں۔ اور خدا بھی شاہد ہے کہ ہم تو صرف اپنے ملک کی عزت بچانے کی خاطر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ سوائے اس کے اور کوئی خیال ہمارا محرک نہیں ہے۔ اے اٹلی کے فاشسٹو بہادر بنو اور طاقت اور جانفشانی دکھاؤ ہم جیتیں گے اور ضرور جیتیں گے۔ اٹلی زندہ باد اور فاشسزم زندہ باد

دستخط چار جرنیلوں کے

رات کو خبر آئی کہ Cremona کریمونا Allessandri اسندری اور Bologna بولونا میں خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اور اسلحات جنگ بنانے والے کارخانوں اور فوج کی بارکوں پر ہلہ بول دیا گیا۔ میرا اعلان بہت مختصر مگر پرزور الفاظ میں تھا۔ سارے ملک پر اس کا اثر ہوا۔ جھٹ پٹ ایک انقلاب ہوگیا۔ مختلف شہروں سے جو خبریں آتیں اگرچہ بعض دفعہ مبالغہ آمیز تھیں مگر پھر بھی عجیب تماشہ تھا۔ ذمہ دار لوگ کہہ رہے تھے کہ آخر کار ایک ایسی حکومت ضرور قائم ہوگی۔ جو واقعہ میں حکومت کرلے گی اور لوگ اس کی قدر و منزلت کریں گے۔ عوام حیران تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیا ہورہا ہے۔

انتہا پسند اور لبرل لیڈر تو بھاگ نکلے۔ ان پر خوف طاری ہوگیا۔ وہ خوب سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ ہر ایک کو یقین ہوگیا تھا کہ فاشسٹ جیت جائیں گے۔ مجھے تو اس کا احساس دور بیٹھے ہی ہورہا تھا۔ ہر طرف یہی چرچا تھا۔ میں نے بھی کالی قمیض پہن لی اور (Popolod Italia) کے دفتر کی حفاظت کا بندوبست کرلیا۔ اس دن (Milan) میلان کے شہر کی عجب حالت تھی۔ سب جگہ سنسان سی نظر آتی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی بڑا واقعہ ہونے والا ہے۔ شاذ و نادر ہی کبھی ایسا موقعہ آیا کرتا ہے۔ بادشاہی فوج شہر میں چکر لگانے لگی۔ بازار خالی پڑے تھے۔ اور فوج کا گھومنا ایک

غیر معمولی نظارہ تھا۔ سب کام بند ہوگئے۔ جب فاشسٹوں نے بارکوں اور ڈاک خانوں پر حملہ کیا۔ تو ادھر سے فوج نے گولی چلائی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بلوہ ہوگیا ہے۔ میں نے دفتر کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی تیاری کی ہوئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ حکومت اپنی زور آزمائی سب سے پہلے ہمارے دفتر سے شروع کرے گی۔ صبح ہی اخبار کے دفتر کے گرد فوج کے سپاہیوں نے حلقہ ڈال لیا۔ اور دونوں طرف سے گولی چلی۔ میری بندوق بھری ہوئی تھی اور میں دروازہ روکے کھڑا تھا۔ ہمسایوں نے بھی دروازے اور کھڑکیاں روک رکھی تھیں۔ اور اپنے بچاؤ کی کوشش کر رہے تھے۔ گولیاں چل رہی تھیں اور میرے کانوں کے پاس سے نکل جاتی تھیں۔ شاہی فوج کے ایک میجر نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ صلح کرلو۔ تھوڑی دیر بات چیت کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ فوج دفتر سے دو سو میٹر Meter دور چلی جائے۔ اور سپاہی بازار سے نکل کر چوک میں جو سو میٹر کے فاصلے پر تھا کھڑے کردیئے جائیں اور یہ سب 28 اکتوبر والے دن کا واقعہ ہے۔ اسی رات پارلیمنٹ کے ممبر اور Milan میلان کے بڑے بڑے سیاست دان جو مشاہیر تھے۔ اور جن میں Conti crespi کانتی کرسپی اور De capitani ڈی کپتانی جیسے مدبر بھی شامل تھے۔ میرے دفتر میں آئے اور کہنے لگے کہ ایسا کام مت کرو۔ اس سے تو بڑی سخت خانگی جنگ ہوجائے گی اور انہوں نے کہا کہ مرکزی حکومت کے ساتھ صلح کرلو تو اچھا ہے۔ وزارت میں اگر رد و بدل ہوجائے تو ملک تباہی سے بچ جائے گا۔

میں ذرا مسکرایا اور میں نے کہا کہ یہ پارلیمنٹ کے ممبر کیسے بے خبر ہیں۔ اور میں نے انہیں یہ جواب دیا کہ جناب والا یہ سوال ہی نہیں کہ کیا ہوگا یا نہ ہوگا۔ اور وزارت کا بھی سوال نہیں ہے۔ کہ ایسی ہو یا ویسی میرا تو مطلب کچھ اور ہی ہے۔ میں تو نتیجہ خیز بات کرنا چاہتا ہوں۔ تین سال سے ہم گویا ایک کڑاہے میں تلے جا رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اور جھگڑا ختم نہیں ہوتا۔ اب تو میں جب تک پوری فتح نہیں ہوجاتی لڑائی نہیں چھوڑوں گا۔ مجھے تو حکومت کا رویہ ہی نہیں بدلنا ہے۔ مجھے تو سارے ملک کا نقشہ بدلنا ہے۔ پارٹیوں کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ ان کی

آپس کی لڑائی اور بات ہے۔ ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے گھر میں آزاد ہوسکتے ہیں۔ یا نہیں کیا ہم اپنی کمزوریوں کا شکار ہی بنے رہیں گے۔ اور کیا غیر ممالک کے لوگ ہم پر سواری ہی کرتے رہیں گے۔ یا ہم اپنے گھر میں خود مالک ہوں گے۔ میں تو لڑوں گا اور آخری فیصلہ کرکے چھوڑوں گا۔ یہ لو ساری خبریں۔ آگ تو سارے ملک میں لگ چکی ہے۔ نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ میں تو آگے بڑھوں گا پیچھے تو ہٹنے کا نہیں۔ نہ ہی میں کوئی سمجھوتہ کروں گا۔ اٹلی کے نوجوانوں کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ ہمارا آخری ہلہ ہے۔ اب تو ہم اٹلی کے نام کو دھبہ نہیں لگائیں گے۔ ہرگز کوئی صلح نہیں کریں گے۔

پھر میں نے انہیں وہ خط دکھلایا۔ جو اسی دن صبح کو مجھے (De Anannzio) ڈی اننزیو کے طرف سے موصول ہوا تھا۔ میں نے (Fuime) فیوم کے بچانے والے کو جو شروع سے ہمارے ساتھ تھا۔ ایک مختصر پیغام لکھ بھیجا تھا۔ یہ خط تین جرنیل میرے پاس لے کر آئے تھے۔ کچھ سیاسی لوگوں نے اسے سمجھایا بجھایا تھا۔ مگر اس نے فوراً سخت جواب دیا۔ یہ دیکھئے اس کا خط -

پیارے مسولینی

سارا دن کام کرنے کے بعد تین شخص آج رات میرے پاس آئے۔ اس خط میں جو میں نے مشکل سے لکھا تھا۔ کیونکہ لوگ آتے جاتے تھے۔ وہ سچی باتیں محفوظ ہیں جو کہ ایک انصاف پسند شخص بڑی سوچ بچار کے بعد خود سمجھ جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب اٹلی کے نوجوانوں کو خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہئے اور صاف دل ہو کر ان سچائیوں کی پیروی کرنی چاہئے اور وہ سچی باتیں یہ ہیں۔

یہ لازمی ہے کہ سب طاقتیں ایک جگہ جمع کی جائیں اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہمہ تن ہوکر کوشش کی جائے اور جو ہمارے ملک کے لئے مقدر ہوچکا ہے۔ وہ حاصل کی جائے۔ اس میں زبردست صبر درکار ہے بے صبری اور بے قراری سے ہمیں نجات حاصل نہ ہوسکے گی۔

یہ دوست جن کے ہاتھ خط روانہ کر رہا ہوں۔ آپ کو میرے خیالات اور میرے ارادہ کے متعلق مفصل ذکر کریں گے۔ اور ہرگز کوئی مبالغہ نہ کریں گے۔ بادشاہ سلامت جانتے ہیں کہ میں ایک بڑا نمک حلال اور جوشیلا فوجی افسر ہوں۔ مگر وہ اب بھی، تقدیر کے سامنے جھک جائیں گے اور کچھ نہ کرسکیں گے۔ فتح تو اب ضرور ہوگی۔ کوئی طاقت اب اسے روک نہ سکے گی۔

دستخط (De anunnzio) ڈی اننزیو

جب میں نے (Lombardy) لمبارڈی کے سیاست دانوں کو یہ خط پڑھ کر سنایا۔ تو میں نے ان سے کہا اگر صرف ایک شخص میری مدد پر ہو یا میں اکیلا ہی رہ جاؤں۔ میں تو بھی لڑائی کرے بغیر نہ رہوں گا۔ جب تک کہ مجھے پوری فتح حاصل نہ ہوجائے۔ جیسا کہ میں اپنے ساتھیوں کو پیشتر سے بتلا چکا ہوں۔ جب میں نے صاف اور سخت مگر مدلل طریقے سے جواب دیا۔ تو ان کی بالکل تسلی ہوگئی۔ وہ اپنی طرف سے صلح صفائی کرنے اور سمجھوتہ کرنے آئے تھے۔ شاید ان میں سے کوئی نہ کوئی (Facta) فیکٹا کو جو وزیراعظم تھے دوڑ کر یہ خبر بھی دے آیا کہ صاحب کچھ فیصلہ نہیں ہوا۔ بچارے وزیراعظم صاحب بڑے سرگرداں تھے۔ اپنی کمزوریوں پر تو نظر نہ ڈالتے تھے۔ کس کو اپنے دل کا حال کہہ کر سناتے۔

پارلیمنٹ کا اجلاس ان دنوں بند تھا۔ یہ قاعدہ ہے کہ ایسے موقعوں پر ایک طرف تو غم و الم گھیرے ہوئے ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف لوگ ہلکا پن ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ حکومت کا یہ ہی حال تھا۔ اس نے مفصلہ ذیل اعلان شائع کردیا۔

"کچھ صوبوں میں لوگ حکومت کے خلاف مظاہرے کر رہے ہیں۔ ان سے حکومت کے روزمرہ کے کام بند ہونے کا خطرہ ہے۔ اور ملک میں بدامنی پھیلنے کا ڈر ہے۔ حکومت نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے صلح صفائی ہوجائے اور بدامنی نہ پھیلنے پائے۔ مگر مظاہرے بند نہ ہوئے۔ حکومت لوگوں کا باغیانہ رویہ پسند نہیں کرتی' خواہش کرتی کہ وہ مجبور ہوگی کہ کسی نہ کسی طرح اسے بدنظمی کو روک دے۔ کیونکہ

حکومت ایسا کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتی ہے۔ اگرچہ وزارت مستعفی ہوچکی ہے۔ پھر بھی حکومت رعایا میں امن قائم کرنے کے لئے اپنے فرض کو ادا کرے گی۔ اور نظام سلطنت کو قائم رکھے گی۔ شہری لوگوں کو امن سے رہنا چاہیئے۔ اور جو قانون حکومت اس غرض سے جاری کرے اس کی پابندی کرنی چاہیئے۔ اٹلی زندہ باد' بادشاہ زندہ باد

اس اعلان پر بڑے بڑے وزراء کے دستخط تھے۔

ساتھ ہی ساتھ وزرا نے ملک کی حالت بدلتے دیکھ کر اپنے محکموں کے کاغذات وزیراعظم کے جو صدر کونسل بھی تھے حوالے کردیئے۔ وزیراعظم صاحب نے (Rome) روما کے مدبرین سے صلاح مشورہ کیا۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ فوجی قانون جاری کردو۔ جب وزیراعظم بادشاہ کی خدمت میں اس کا مسودہ تیار کرکے لے گئے تو بادشاہ نے دستخط کرنے سے صاف انکار کردیا۔ بادشاہ سلامت سمجھ گئے کہ کالی قمیضوں والے (Black) جو انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ وہ ان کی تین سال کی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ اب ملک میں صلح اور امن تب ہی قائم ہوگا۔ جب ایک پارٹی حکومت ہاتھ میں لے لے گی۔ بغیر اس کے کام نہیں چلے گا۔ بادشاہ نے Facta فیکٹا کو بھیجا اور کہا کہ نظام نامے کے مطابق کاروائی ہونی چاہیئے۔ مگر اس وقت تو معاملہ بہت بگڑ چکا تھا۔ سب تجویزیں بے کار ثابت ہوچکی تھیں۔ مستعفی ہوئے وزیر نامزد ہوئے۔ مشورے ہوئے۔ خط و کتابت ہوئی۔ الزامات اور جوابات ہوئے کچھ نہ بنا۔ ایسے نازک وقت میں ایک اور چال چلی گئی۔ نیشنل پارٹی یعنی قومیت پسند گروہ جو ظاہرہ تو فاشسٹوں سے ملتے جلتے تھے۔ مگر ان کے طریقے کچھ اور تھے اور ہمارے اور حکومت کے دعویدار بن بیٹھے اور کچھ مطالبے کرنے لگے۔

سالندرا جو نیشنل پارٹی کے اچھے خاصے نمائندے تھے۔ وہ اس بوجھ کو سر پر اٹھانے کے لئے تیار ہوگئے۔ اور کہنے لگے کہ ہم فاشسٹوں کی ہر طرح سے حمایت کریں گے۔ مگر میں نے بڑے زور سے ان کے مطالبے کی مخالفت کی۔ میں نے سوچا کہ اس طرح تو ہم سب کچھ کھو بیٹھیں گے اور غلطی میں مبتلا ہوجائیں گے۔ اب تو

(Fascits) فاشسٹ تیار تھے۔ اور سب جگہ قومی زندگی ہماری تحریک کے زیر اثر تھی۔ اور ہم نے تو پہلے سے ہی فیصلہ کرلیا تھا۔ کہ ہم کیا کریں گے اور ہمارا راستہ پارلیمنٹ کے راستے سے بالکل علیحدہ تھا۔ اور ہم کیوں اپنی فتح کو جو ہمیں نصیب ہونے والی تھیں گڑبڑا دیتے۔ جو لوگ نیشنل پارٹی اور ہماری تحریک کو آپس میں غلط ملط کرنا چاہتے تھے ان کو میں نے پورا پورا جواب دے دیا اور کہہ دیا کہ یہ بات ہونی ناممکن ہے۔ لڑائی عین اسی طرح سے جاری رہی۔ جیسے میں نے نقشہ کھینچ رکھا تھا۔ اپنی سرگزشت لکھتے ہوئے سب واقعات کا مفصل بیان کرنا ممکن نہیں۔ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جیسے وقت گزرتا گیا مجھے اس بات کا احساس ہوتا گیا کہ ہم ضرور غالب آئیں گے۔ ہمارے دشمن بالکل گھبرا گئے تھے۔ اور تتر بتر ہوتے جاتے تھے۔ اور چپ سے ہوگئے تھے۔ ہماری Fascist فاشسٹ فوجیں Rome روما کے دروازے پر پہنچ گئی تھیں اور میرا انتظار دیکھ رہی تھیں۔ کہ میں ان کی راہنمائی کروں۔

22 تاریخ بعد دوپہر مجھے (Rome) روما سے ان چار جرنیلوں کی طرف سے ایک ضروری ٹیلیفون آیا اور انہوں نے کہا کہ اٹلی کے بادشاہ کے ایڈی کانگ صاحب آپ کو (Rome) روما میں بلاتے ہیں۔ کیونکہ بادشاہ کی مرضی ہے کہ آپ کو وزیراعظم بنایا جائے۔ میں نے جرنیل Cittadin ستادینی جنہوں نے ٹیلیفون کیا تھا۔ ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مجھے اس کے متعلق تار بھیج دیجئے۔ کیا پتہ ہے ٹیلیفون میں دھوکا لگ جائے۔ جرنیل صاحب نے پہلے تو کہا کہ شاید یہ قاعدے کے مطابق نہ ہو۔ مگر یہ خیال کرکے حالات غیر معمولی ہیں آخر تار دینے پر راضی ہوگئے۔ چند گھنٹے بعد ہی ایک ضروری تار میرے نام آیا۔ یہ شخصی تار تھا اور اس کا مضمون یہ تھا۔

مسولینی میلان (Milan)

بادشاہ سلامت فرماتے ہیں کہ آپ فوراً (Rome) روما تشریف لے آئیں کیونکہ وہ آپ کو وزیراعظم بنانا چاہتے ہیں۔ آداب

دستخط جنرل (Cittadin) ستادینی

اگرچہ یہ فتح تو نہ تھی۔ مگر ہم بہت آگے بڑھ آئے تھے۔ میں نے (Peru gia) پروگیا جہاں ہمارا (Headquarter) ہیڈکوارٹر تھا۔ اور میلان (Milan) کے کمان افسروں کو یہ خبر دے دی اور اسکو اپنے اخبار کے ایک غیر معمولی پرچے میں بھی شامل کردیا۔

میری عجیب حالت تھی۔ میں کئی راتوں تک جاگتا رہا۔ میں نے اپنی (Fascist) فاشسٹ فوجوں کو بھی حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ میرے سر پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی تھیں۔ مجھے اپنا فرض ادا کرنا تھا۔ اور اپنا مدعا حاصل کرنا تھا۔ میں نے حوصلہ کرکے جو لوگ جنگ میں کام آچکے تھے۔ ان کے نام کا واسطہ ڈالا اور خدا سے مدد مانگی۔ اور اپنے ساتھیوں سے استدعا کی کہ خدا کے واسطے میری مدد کرو۔

31 اکتوبر1922ء کی رات کومیں نے اخبار کاکام اپنے بھائی (Arnaldo) ارنالڈو کے ہاتھ میں دے دیا۔ اوریکم نومبر کے پرچے میں میں نے یہ اعلان شائع کردیا۔

"آج سے (Popolod Italia) کا انتظام (Arnaldo Mussoline) آرنالڈ مسولینی کے تحت میں دیا گیا ہے۔ میں برادرانہ محبت سے ان اصحاب کا جن میں نائب مدیر اور نامہ نگار اور ملازمین اخبار اور دیگر کارکنان بھی شامل ہیں۔ تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور انھیں آداب عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے نہایت جانفشانی اور وفاداری سے اس اخبار کی اور ملک کی خاطر خدمت کی۔

(Rome) روما 30 اکتوبر 1922ء

دستخط مسولینی

مجھے اخبار سے جدا ہوتے ہوئے نہایت ہی رنج ہوا۔ یہ اخبار ہی دراصل ہماری فتح کا بڑا ذریعہ بنا تھا۔ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ بھائی نے مدیر کا کام نہایت ہی خوبی اور لیاقت سے بہم پہنچایا۔ جب میں کام ان کے سپرد کرچکا تو میں (Rome) روما چلا گیا۔ کچھ سرگرم دوستوں نے کہا کہ آپ اسپیشل ٹرین سے چلے جائیں۔ کیونکہ آپ بادشاہ کی ملاقات کے لئے جارہے ہیں۔ مگر میں نے کہا میں گاڑی کے ایک معمولی کمرے

میں بیٹھ کر جاؤں گا۔ کیوں خوامخواہ فضول میں کوئلہ خرچ کیا جائے۔ خرچ کو کم کرنا چاہیئے۔ حکومت کے ملازموں کا سب سے پہلا فریضہ یہ ہی ہے۔ دراصل تو میں نے (Rome) روما میں اپنی فوج (.Black shirts) کالی قمیض والی کا کمان افسر ہوتے ہی جانا تھا۔ وہ فوج (Marinella) ماری نلا میں جو (Rome) روما سے نزدیک ہی ہے۔ کمپو ڈالے پڑی تھی۔

میری روانگی کی خبر سب اٹلی میں پھیل گئی۔ ہر اسٹیشن پر جہاں گاڑی کھڑی ہوتی۔ فاشسٹ اور دیگر لوگ میرے استقبال کے لئے موجود ہوتے۔ انہیں موسلادھار بارش کی پرواہ نہ تھی۔ میلان (Milan) سے روانگی بھی پردرد تھی۔ میں اس شہر میں دس سال تک رہا تھا اور یہ وقت میں نے نہایت خوشی سے گزارا تھا۔ اس شہر نے مجھے ہر طرح کی مدد دی تھی۔ اور میری فوجیں بھی اسی شہر میں تیار ہوئی تھیں۔ اور میں نے ابھی بڑے بڑے کام سرانجام دینے تھے۔ (Milan) میلان میں میرے چلے جانے کی خبر ہوگئی۔ اور اگرچہ میں فتح مند تھا اور خوشی میں جارہا تھا۔ مگر اس خوشی کے ساتھ فرقت کا غم بھی ملا ہوا تھا۔

مگر یہ وقت دل کے ابال نکالنے کا نہ تھا۔ یہ تو کام کرنے کا وقت تھا اہل خانہ اور دیگر دوستوں کو خیرباد کہہ کر میں اکیلا گاڑی میں بیٹھ گیا۔ رات بھر سوچتا رہا۔ اور دل میں ہزاروں امنگیں تھیں اور کہتا تھا کہ دیکھیں کل کو کیا ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے واقعات کو نظرانداز کرتا ہوں۔ میری گاڑی آخر (Rome) روما جا پہنچی۔ وہاں تھوڑے فاصلے پر میری (Facist) فاشسٹ فوجیں بھی پڑی تھیں۔ میں نے ان کا ملاحظہ کیا اور سب تفصیلات شہر کے اندر داخل ہونے کے متعلق طے کرلیں۔ اور جرنیلوں اور حکومت کا آپس میں میل کرادیا۔

میرے آنے سے ان کا جوش دوبالا ہوگیا۔ ان نوجوان (Fascists) فاشسٹوں کی آنکھوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس فتح پر بڑے ہی نازاں تھے۔ ایسی فوج سے تو میں نہ ہی صرف اٹلی کی کمزور حکومت کو شکست دے سکتا تھا بلکہ اگر کسی قوم کا دشمن

بھی چڑھ آتا۔ تو اسے شکست فاش ملتی۔ (Rome) روما میں میرا بڑا استقبال کیا گیا۔ میں بھی جلدی کرنا چاہتا تھا۔ میں سیاسی دوستوں سے ملنے سے پیشتر اپنی فوج کی طرف چلا گیا۔ میں نے سیاہ قمیض پہن رکھی تھی۔ میں بادشاہ کے حضور میں بلا تکلف چلا گیا۔ نامہ نگاروں اور اخباروں نے تو غضب ہی کیا۔ بہت کچھ لکھ مارا اس ملاقات کا میں اختصار سے ہی ذکر کروں گا۔ میں بڑے تپاک سے بادشاہ کے ساتھ ملا۔ میں نے اپنے خیالات کا کھلم کھلا اظہار کیا۔ اور اپنی تجاویز جو نظام حکومت کے چلانے کے متعلق تھیں پیش کر دیں۔ بادشاہ نے ان کو مان لیا اور منظور فرمایا۔ میں (Savoy) سیوائے ہوٹل میں ٹھہرا۔ اور اپنا کام شروع کر دیا۔

سب سے پہلے میں نے شاہی فوج کے کمان افسر سے یہ وعدہ لے لیا کہ وہ ہماری فوج کو (Rome) میں داخل ہونے دے اور بادشاہ ان کا باقاعدہ ملاحظہ کرے۔ اس کے متعلق میں نے ٹھیک ٹھیک اور مفصل حکم جاری کر دیا۔ ایک لاکھ (Black Shirts) کالی قمیض والے بادشاہ کے سامنے سے گزر گئے۔ اور انہوں نے ان کا سلام قبول کیا۔ میں اب فتح مند ہو کر شہر میں داخل ہوا۔ میں نے فوراً ہی اپنے متعلق مظاہرے کرنے بند کروا دیئے۔ میں نے کہا کہ (Fescist) فاشسٹ فوج کے کمان افسر کے حکم کے بغیر کوئی پریڈ نہ ہو۔ سب کام قاعدے اور قانون اور نظام کے تحت میں ہونے لگا۔ فوج کے افسر جو میری عزت افزائی کے لئے مظاہرے کرتے۔ میں انہیں بند کر دیتا تھا۔ فوج کو سیاست سے الگ تھلگ رہنا چاہیئے۔ ان کا وظیفہ اطاعت اور فرمانبرداری اور ان کا کام سرحد اور قومی حقوق کی حفاظت کرنا ہے۔ فوج کو ہمیشہ قائم رکھنا چاہیئے اور فوج کو بھی اپنا کام کرنا چاہیئے۔ اور پل بھر بھی ادھر ادھر نہ ہونا چاہیئے۔

اس وقت اور بھی حل طلب مسائل اٹد رہے تھے۔ میں نے صرف وزارت ہی نہیں قائم کرنی تھی۔ میں نے تو سرے ہی سے اٹلی کی قومی زندگی تعمیر کرنی تھی۔ میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ میں اپنی قوم کو ایک اعلیٰ معراج پر لے جاؤں گا اور اس کی شان کو دوبالا کروں گا۔

(Rome) روما پہنچنے پر ہی میرا ایثار جاگ اٹھا۔ اس شہر میں دو عدالتیں ہیں۔ اور دو طرح کے سیاستیں بھی ہیں۔ کئی دفعہ تو شاہی فوجوں نے اس شہر کی دیوار تلے شکستیں کھائی ہیں۔ اسی شہر میں سلطنتیں بنی اور بگڑی ہیں اور تمدن بنا اور بگڑا ہے۔ بادشاہ آئے اور گئے۔ یہاں ہی پرانی روما کی سلطنت قائم ہوئی اور یہاں ہی عیسائیت نے فروغ پایا۔ اسی شہر نے میرا استقبال کیا۔ اور مجھے کسی پارٹی یا گروہ کا نمائندہ سمجھ کر میری عزت افزائی نہ کی بلکہ مجھے ساری قوم کا لیڈر اور نمائندہ خیال کیا۔

میں مدتوں سے سوچ رہا تھا کہ میں کسی سیاسی پارٹی میں شامل ہوجاؤں یا حکومت میں وزارت لے لوں مجھے دن رات یہ ہی خیال رہتا اور رات کو سوتے وقت بھی اسی طرح خیال چلا جاتا۔ میں فتح مند ہوا تھا اور مجھے اس سے زیادہ فتح نصیب ہوسکتی تھی۔ میں اپنے دشمنوں کو جس طرح میں چاہتا اپنے سامنے سے ہٹا سکتا تھا۔ اور جنہوں نے فاشسزم کو بدنام کیا تھا۔ اور ان سے پورا پورا بدلہ بھی لے سکتا تھا۔ یا جن لوگوں نے اٹلی سے غداری کی تھی یا جنگ عظیم میں نمک حرامی کی تھی۔ میں سب کو کچل سکتا تھا۔ مگر میں نے کچھ نہ کیا۔

میں بڑا سخت انقلاب پیدا کرسکتا تھا۔ میرے ہاتھ کے نیچے تین لاکھ سیاہ قمیضوں والے (Black Shirts.) تھے۔ ان کے لئے میری انگلی کا اشارہ کافی تھا۔ میں ان کو جس کام میں لگانا چاہتا لگا سکتا تھا۔ خاص طور میں ساٹھ ہزار آدمی لڑنے مرنے کے لئے تیار تھے۔ شہر پر چڑھائی کرنے سے تو آفت آجاتی۔ اگر انقلاب ہوجاتا تو بہت خونریزی ہوتی۔ ایسے موقعہ پر مجھے بڑے سوچ بچار سے کام لینا پڑا۔ اور مجھے نتائج کا اندازہ کرنا پڑا۔ اگر میں کچھ کھو بیٹھتا تو نہ معلوم کیا ہوجاتا۔ میں (Dictator) یعنی حاکم مطلق بن سکتا تھا۔ یا ایسی وزارت قائم کرسکتا تھا جس میں سب وزراء (fascist) فاشسٹ ہی ہوتے۔ یا جس طرح فرانس میں (Convention) کانونشن کے وقت ڈائریکٹری بنی تھی۔ ویسی ہی بنا سکتا تھا۔ مگر میری تحریک تو بالکل نرالی تھی۔ پہلے کبھی ایسا طرز حکومت قائم ہی نہیں ہوا۔ انقلابات تو بہت ہوئے ہیں۔ مگر اس قسم کا انقلاب جس میں ایک

باقاعدہ نظام مخفی ہو پہلے نہیں ہوا۔ اگر میں (Rome) روما پر چڑھائی بھی کردیتا تو بے اثر ہوتی۔

میں اس بات کو بھی نہ بھولا کہ ہمارے ہاں ایک پارلیمنٹ بھی ہے۔ اور اس کے ممبر عجب طرح کے ہیں۔ ممکن ہے وہ مجھے دھوکا دیں۔ اور وہ ہیں زمانہ ساز اور پرانے طریقے کے لوگ خوف کے مارے۔ اگر کچھ نہ کریں۔ تو دوسری بات ہے۔ مگر کیا معلوم ہے اپنا کینہ نکالیں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہمارے ہاں (Senate) سینٹ بھی ہے۔ جسے مایوسی دیکھنی پڑتی ہے اس کے ممبر میری عزت تو کریں گے۔ مگر شاید دل سے میری مدد نہ کریں ادھر بادشاہ دیکھتا رہے گا۔ کہ میں کیا کرسکتا ہوں۔ یا نظام نامے کے مطابق کام کرتا ہوں یا نہیں۔

ادھر کلیسیا فکر مند تھا کہ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے دوسری قومیں ہمارے انقلاب کو شکیہ نظروں سے دیکھتی تھیں۔ دوسرے ممالک کے بنک بھی گھبرائے ہوئے تھے۔ تبادلے کا نرخ بدل رہا تھا۔ اور بے اعتباری بڑھتی جارہی تھی۔ بھلا ایسی حالت میں ایک نیا نظام کس طرح سے قائم ہو۔ مجھے تو سب طرف نظر دوڑانی تھی۔ کئی راتیں نیند نہ آئی۔ مگر جاگتے جاگتے کئی معاملے سلجھ گئے اور پہلے 24 گھنٹوں میں جو ام میں نے کیا وہ اس بات کا شاہد ہے۔

یہ انقلاب بھی نرالا انقلاب تھا۔ دوسرے انقلابوں میں تو ہجوم کے علاوہ کچھ ایسے لیڈر بھی ہوتے ہیں۔ جو بے غرضانہ کام کرتے ہیں۔ ان انقلابوں میں دو قسم کے اور لوگ بھر ہوا کرتے ہیں۔ جانباز بہادر اور افسردہ دماغی لوگ جنہیں "انقلابی سادھو" کہنا مناسب ہ گا۔ جب انقلاب ختم ہوجاتا ہے تو عوام جو اکثر جوشیلے ہوتے ہیں اپنے اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔ لیڈر جنھوں نے قربانیاں کی ہوتی ہیں۔ عنان اقتدار و حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ مگر بچارے جانباز' بہادر اور افسردہ دماغی لوگ جنہیں " انقلابی سادھو کہا گیا ہے وہ کہا جائیں۔ عوام اور لیڈروں کا خیال ہوتا ہے کہ بس اب سب کچھ بدل جائے گا۔ وہ نہیں جانتے کہ انسانی طبیعت اتنی جلدی نہیں بدلا کرتی۔

انقلابی سادھو بے تاب ہوجاتے ہیں۔ اور اپنی طاقتوں کو فضول بحث مباحثے میں ضائع کردیتے ہیں۔ وہ ہی وقت اگر کسی کام کرنے میں خرچ کریں تو کچھ حاصل ہو۔ جانباز تو صرف اپنے ذاتی مفاد کے پیچھے جاتے ہیں۔ وہ فتح سے اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے ہیں۔ اور جب اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتے۔ تو پھر شورش اور انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں چاہتا تھا کہ ہماری تحریک ان "انقلابی سادھوؤں" سے بچ جائے۔ ہمیں فتح تو ہوئی مگر انقلابی سادھوؤں کی دال نہ گل سکی۔ کیونکہ یہ انقلاب جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں بالکل نرالا انقلاب تھا۔

ایسی حالت میں میں ہر ایک قدم بڑا سوچ کے اٹھاتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ سب سے پہلے بد امنی دور ہونی چاہئے۔ اور نئی حکومت بنانے سے پہلے امن و امان قائم کرنا ضروری ہے۔ امن جلد ہی ہوگیا۔ کہیں کوئی واقعہ ہوجاتا۔ ایسا تو ہوا ہی کرتا ہے۔

میں (Facta) فیکٹا کو بچانا چاہتا تھا۔ میں نے دس بہادر کالی قمیض والوں (Black Shirts) کو بلا کر کہا کہ تم Facta فیکٹا کو حفاظت سے اپنے وطن (Pinerollo) پن رولو پہنچاآؤ۔ یہ تمہارا ذمہ ہوا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور وعدہ ایفاء کیا۔ حکم تھا کہ کوئی (Facta) سے کچھ نہ کہے۔ اور اس کا بال بھی بیکا نہ ہو' اس نے اپنا اکلوتا بیٹا ملک پر قربان کردیا تھا۔ یہ لڑکا جنگ عظیم کے وقت ہوائی جہاز کے گرنے سے مرگیا تھا میں (Facta) فیکٹا کا احترام کرنا لازمی سمجھتا تھا۔

میں نے ان سے بھی جو میری مخالفت کرتے رہے تھے۔ بدلہ نہ لیا۔ اگر میں حکم نہ دیتا تو میرے دشمنوں کا برا حال ہوتا۔ میں نے ہی حکم دیا۔ کہ انہیں کچھ نہ کہا جائے۔ پھر میں نے چند ہی گھنٹوں میں وزارت بھی بنا ڈالی میں فاشسٹ مطلق حکومت قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ میں یہ نہ چاہتا تھا کہ ملک میں کوئی ایک پارٹی زور پکڑ جائے۔ میں ایسے نازک موقعوں پر توازن کو بہت پسند کرتا تھا۔ میں نے سوچنے کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا کہ حکومت (Nationalist) یعنی قومی ہونی چاہئے۔ ہاں مجھے یہ خیال ضرور تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد حکومت میں صلاحیت کی ضرورت ہوگی۔ مگر میں یہ چاہتا

تھا کہ واقعات کی بنا پر یہ صلاحیت ہو۔ اور ذاتی ہو نہ کہ اجباری۔ مگر یہ میرا آخری تجربہ تھا۔ پرانی پارٹیوں کو آپس میں خلط ملط کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔

نئی وزارت میں پندرہ فاشسٹ تھے۔ تین (Nationalist) قومیت پسند تھے اور تین ہی (Liberal)لبرل اور چھ ہردل عزیز پارٹی کے اور تین (Socialist) سوشلسٹ تھے۔ کل تیس وزیر تھے لبرل پارٹی کو میں نے بڑی فیاضی دکھلائی۔ کیونکہ انہوں نے حال میں ہی فاشسٹ تحریک میں اپنے ذاتی مفاد کے لئے ایک چال کھیلی تھی۔ ہردل عزیز پارٹی اور سوشلسٹوں میں سے میں نے ان کو چنا جو قومیت پسند تھے۔ اور سازشوں میں شامل نہ ہوتے تھے۔ اپنے لئے میں نے کونسل کی صدارت اور داخلہ اور خارجہ وزارتوں کے عہدے کو پسند کیا۔ میں نے (Armando Diaz) ارمانڈو ڈیس کو وزیر جنگ مقرر کیا۔ اور اس سے کہا کہ تمہیں بڑی فوج کا مالک بناؤں گا۔ جو اٹلی کی شان شایان ہوگی۔ میں نے (Thaondi Revel) ریول کو بحری وزارت دی اور (Federzoni) فیدرزونی کو مقبوضات خارجہ کا وزیر مقرر کیا۔

نوٹ:_ تفصیل وزرا اور ان کے نام اور عہدے دینے کی ضرورت نہیں (مترجم)

جب وزارت بن چکی تو میں نے چار جرنیلوں کے دستخط کرکے مندرجہ ذیل اعلان فوج کو توڑ دینے کے لئے شائع کیا۔

تمام اٹلی کے فاشسٹو!

ہماری تحریک کو فتح نصیب ہوئی ہے۔ ہمارے لیڈر کے ہاتھ میں داخلہ اور خارجہ وزارتیں ہیں - اور عنان حکومت ہے۔ ہماری حکومت جو بحری اور بری ہے۔ ان ناموں کی خاطر جنہوں نے اس حکومت کو بنایا اب قوم میں امن امان قائم کرنے کے لئے سب پارٹیوں کے نمائندے جو قوم پرست ہیں ایک جگہ جمع کرتی ہے۔ بھلا اس سے بڑھ کر اور کونسی فتح ہوسکتی ہے۔ اے فاشسٹو ہم چاروں جرنیل اپنے خیالات کو اس حکومت کے حوالے کرتے ہیں اور آپ لوگوں نے جو بہادری اور جانثاری دکھلائی ہے۔ اس کی قدر کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے ملک کی تعمیر میں نمایاں خدمات کی ہیں جس

طرح سے آپ قومی خدمت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اسی طرح اب آپ اپنے اپنے گھر چلے جایئے۔ کیونکہ اٹلی کی تاریخ میں ایک نیا دور شروع ہونے والا ہے۔ جاؤ اپنا اپنا کام کرو کیوں کہ اب ہم نے تعمیری کام شروع کرنا ہے۔ تاکہ ہمارا ملک روبہ ترقی ہو۔ جو فتح اب ہمیں نصیب ہوئی ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔

اٹلی زندہ باد فاشسزم زندہ باد

دستخط چار جرنیلوں کے۔

پھر میں نے ڈی انزیو کے نام ایک تار بھیجا۔ اور ایک سرکلر سب صوبہ داروں اور دیگر حکام کے نام بھی بھیجا۔ ڈی انزیو کے نام جو تار گیا اس کا مضمون یہ تھا۔

اگرچہ قوم میں امن و امان قائم کرنا مشکل کام ہے۔ پھر بھی میں آپ کو تحیات قلبی دیتا ہوں۔ ہمارا ملک خوش نصیب ہے اور مجھے امید ہے کہ جن بہادر فاشسٹ نوجوانوں نے اب قوم کو زندہ کر دکھایا ہے۔ وہ فتح کی شان کو کم نہ ہونے دیں گے۔
مسولینی

جو سرکلر حکام کے نام دیا گیا اس کا مضمون درج ہے۔

آج سے بادشاہ سلامت نے مجھ پر اعتماد کرتے ہوئے عنان حکومت میرے ہاتھ میں دے دی ہے امید ہے کہ سب حکام بڑے اور چھوٹے اپنے وظیفہ کو نہایت ہی ہوشیاری سے اور ملک کے مفاد کو زیر نظر رکھتے ہوئے ادا کریں گے۔ میں ان کے لئے مثال بن کر دکھاؤں گا۔

صدر کونسل و وزیر داخلہ

دستخط مسولینی

میں نے آخر حکم دیا۔ کہ 16 نومبر والے دن پارلیمنٹ کا اجلاس ہو گا جس میں جو کام کر چکا ہوں اس کے متعلق اور جو کام کرنا ہے اس کا پروگرام پیش کروں گا۔ یہ ایک عجیب اجلاس تھا۔ ہال بالکل بھر گیا تھا۔ ہر ایک ممبر حاضر تھا۔ میرے بیانات مختصر، صاف اور پر زور تھے۔ غلط فہمی کا کوئی احتمال نہ تھا۔ انقلاب کے متعلق میں نے حاضرین سے

مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ کہ ہم حد اعتدال سے باہر نہیں گئے۔ اور ہم نے بڑا ایثار دکھلایا۔ اگر ہم چاہتے تو اس ہال کو لاشوں سے بھر دیتے اور پارلیمنٹ کے دروازے بند کردیتے۔ اور (Fascist) فاشسٹ حکومت قائم کردیتے۔ میں ایسا کر سکتا تھا مگر میں نے کچھ وقت کے واسطے ایسا نہیں کیا۔ پھر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے ہماری مدد کی تھی۔ اور میں نے اٹلی کے مزدوروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ کہ انہوں نے بھی ہماری تحریک کا خوب ساتھ دیا۔ میں نے پہلی وزارتوں کے پروگراموں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ کیونکہ وہ کاغذی حکومتیں تھیں۔ میں تو باتیں بنانا نہیں جانتا تھا۔ مجھے تو کام کرنا تھا اور جلدی سے کرنا تھا۔ خارجہ معاملات کے متعلق میں نے پرزور الفاظ میں کہا کہ میں وہ پالیسی اختیار کروں گا جو ہمارے ملک کی شان کی شایان بھی ہو اور ہمیں وہ فائدہ مند بھی ہو۔ غرض یہ کہ ہر پہلو سے میں نے ظاہر کیا کہ فاشسزم ہی ان مشکل سیاسی مسائل کا حل پیش کرسکے گا۔ اور آئندہ کے لئے ایک پروگرام دے سکے گا۔ آخر تقریر ختم کرتے ہوئے میں نے کہا۔

حاضرین آپ کے سامنے مفصل پروگرام رکھ دیا جائے گا۔ میں آپ کی مرضی کے خلاف جہاں تک ہوسکے گا نہیں چلوں گا۔ مگر آپ کو بھی اپنا فریضہ سمجھنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ مجھے پارلیمنٹ کو دو دنوں کے لئے بند کرنا پڑے۔ یا دو سال تک بھی بند نہ کرنا پڑے۔ یہ آپ کے اختیار میں ہے۔ ہم تو پوری طاقت چاہتے ہیں کیونکہ تب ہی ہم پوری ذمہ داری اپنے سر پر لے سکتے ہیں۔ بغیر اس کے تو کوئی چارہ ہی نہیں۔ ہم کیا بچت دکھلا سکتے ہیں۔ خاک اپنی مرضی اگر آپ ہمارا ساتھ دیں گے۔ تو بہت اچھا کیونکہ ہم اس کی قدر کریں گے۔ یہ مدد جہاں سے بھی آئے گی قبول ہوگی۔ ممبر ہوں یا شہری لوگ سب مدد کرسکتے ہیں۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کام کس قدر مشکل ہے۔ ملک ہم سے خوش ہے۔ اور منتظر ہے کہ دیکھیے ہم کیا کرتے ہیں۔ ہم باتیں ہی نہ بنائیں بلکہ کچھ کرکے دکھائیں گے۔ ہمارا پہلا کام بجٹ بنانا ہوگا۔ اور ہم عمدہ بجٹ بنائیں گے۔ خارجہ پالیسی ہماری امن کی ہوگی۔ مگر وہ امن جو باعزت ہو۔ ہم کرکے دکھائیں گے۔

ہم اپنی قوم کی تنظیم کریں گے۔ ہمارے پچھلے موجودہ اور آگے کے دشمن خوب سمجھ لیں کہ ہمارے ہاتھ میں پوری طاقت ہے۔ وہ وقت گیا جب خلیل خاں فاختہ اڑایا کرتے تھے۔ اب تو ہماری حکومت قومیت پر قائم کی گئی ہے۔ اور اٹلی کے نوجوان اس کی پشت و پناہ ہیں۔ بلاشبہ پچھلے چند سالوں میں یہ اتحاد قائم ہوا ہے۔

ہمارا ملک شمال سے لے کر جنوب تک اور ہمارے جزائر جن کو ہم کبھی نہیں بھول سکتے۔ اور ہمارے مقبوضات (Mediterranean) بحر روم اور بحر (Atlantic) اٹلانٹک میں ہیں۔ سب کے سب متحد ہو چکے ہیں۔ اے میرے ہم وطنو لفاظی کو خیرباد کہہ دو۔ باون درخواستیں تقریروں کی بہت زیادہ ہیں۔ آؤ باتیں کم کریں اور کام زیادہ کریں تاکہ ہمارا ملک ترقی کرے۔ اور اس کی شان بڑھے۔ خدا مجھے میری سخت محنت کا اجر دے۔ اور مجھے فتح نصیب کرے۔

1870ء سے لے کر آج تک کبھی بھی ایسی پرزور اور صاف تقریر اس ہال میں نہ ہوئی ہوگی۔ زور دار الفاظ میرے اندر سے نکل رہے تھے۔ اور میرے اگلے پچھلے روح کا نچوڑ اس تقریر میں موجود تھا۔ پارلیمنٹ کے ممبر تو اندر ہی اندر اپنے غصہ کو پی گئے۔ مگر تمام ملک نے میری تقریر کو پسند کیا۔ میری نظر دوربین تھی۔ مجھے پارٹیوں یا سیاسی لیڈروں سے کچھ سروکار نہ تھا۔ میں تو قوم کو خطاب کر رہا تھا۔ قوم میری بات کو سنتی تھی۔ اور سمجھتی بھی تھی۔ مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ کہ جیسے جیسے یہ تحریک ملک میں پھیلے گی۔ ویسے ہی نئی اٹلی کی صبح طلوع ہوتی جائے گی۔ اور شاید ایک نئے تمدن کی صبح بھی نکلے۔

○○

آٹھواں باب

پانچ سال کی حکمرانی

اس انقلاب پیدا کرنے سے' اور ہماری تحریک کے زور پکڑجانے سے میری ذمہ داری بہت بڑھ گئی۔ جیسا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے۔ میرا کام آسان یا سادہ نہ تھا۔ اس کے لئے دور اندیش ہونا لازمی تھا۔ اور میرے فرائض بھی بہت زیادہ ہوگئے۔ میری ایک طرح سے نئی زندگی شروع ہوگئی۔ اس کو بیان کرنے کے لئے مجھے اب دوسرا راستہ اختیار کرنا ہے۔ اب یہ میری سرگزشت نہ رہی۔ ساری حکومت کی سرگزشت سمجھنی چاہئے۔ آج سے میری زندگی مانو حکومت کی ان گنت کاروائیوں کا مجموعہ تھی۔ میں تو اب کسی گنتی میں نہ تھا۔ میرے کام کسی خاص شخصیت سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ میں تو اب قوم کے مفاد کو ہی سوچتا رہتا تھا۔ سمجھو میں نے اپنے آپ کو قوم میں کھودیا۔

یہ سچ ہے کہ جس وقت میں نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ حکومت ڈوب رہی تھی۔ ہماری مالی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ لبرل پارٹی کے ایک ممبر(Pano) پینو کہا کرتے تھے کہ کوئی چھ ارب کا گھاٹا ہے۔ لوگوں کی عجیب حالت تھی اور نوٹوں کے نوٹ چھاپے جارہے تھے۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ دولت بہت ہے مگر یہ ثروت تو بالکل مصنوعی اور عارضی تھی۔ سٹے پر سٹہ چلتا تھا۔ فاشسٹ حکومت نے تو دوسرا رویہ اختیار کرنا ہے۔ چاہے لوگ کچھ ہی کہتے۔ خارجہ مقبوضات میں ہماری خاصی بدنامی ہوگئی تھی۔ وہ کہتے کہ اٹلی میں تو حد درجے کی بد نظامی پھیل رہی ہے۔ اس سے اب کچھ نہیں بن پاتا۔ جو قومیں ہم سے بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی ہمارے خلاف ہوگئیں۔ اور

غیر قومیں جو مغرور تھیں ہم سے دشمنی اور عناد کرنے لگیں۔

ہمارا طریقہ تعلیم نہایت ہی نکما اور پیچیدہ سا تھا۔ کالج اور سکول سوائے اس کے صرف پڑھنا لکھنا سکھادیں' لوگوں کو کسی مصرف کے نہ چھوڑتے تھے ۔ قومیت کے اصولوں کو تو سکھلاتے ہی نہ تھے۔ اور اس دنیا میں رہنے کے بالکل ناقابل بنا دیتے تھے۔ حب الوطنی کا تو نام تک نہ تھا۔ تعلیم اور دیانت تو قوموں کو آگے بڑھانے کے بڑے ذرائع ہیں۔ ہماری قومی زندگی میں مقامی جھگڑے بہت تھے۔ اس لئے ہم میں پورا پورا اتحاد قائم نہ ہوتا تھا۔ حکومت کو جب ملازمتیں یا ترقیاں دینی ہوتی تھیں تو مقامی حالات کا خیال رکھنا پڑھتا تھا۔ کبھی کسی آبادی کا لحاظ کرنا پڑتا اور کبھی کسی کا' سیاسیات میں بڑی خرابی تھی اور انتخابات کے وقت خزانہ خالی ہوجاتا تھا۔

حکومت کا تو آگے ہی دیوالیہ نکل رہا تھا۔ اخراجات کم کرنے سے اور بھی خرابی ہوگئی۔ سرکاری ملازم تو پہلے سے ہی اپنا فرض ادا نہ کرتے تھے۔ تنخواہیں کم ہونے سے اور بھی بگڑے۔ اور ادھر سے حکومت بالکل کمزور ہوچکی تھی گویا کوئی پرواہ ہی نہ کرتا تھا۔ اور نہ کوئی نگران حال تھا۔ اور ادھر فاشسٹ فوج بغیر کام کے پڑی تھی۔ وہ اگر امن میں خلل انداز ہوجاتے تو غضب ہوجاتا۔

ہماری شاہی بری اور بحری فوجوں کا تو قومیت کے ساتھ کچھ واسطہ ہی نہ تھا۔ ایک طرح تو ان کا علیحدہ پڑے رہنا تھا۔ مگر دوسری طرف ایک قسم کی ذلت کی حالت تھی۔ ہوائی جہازوں کا محکمہ تو نہایت ہی بد نظمی کی حالت میں تھا۔ اسے زندہ کرنا مشکل تھا۔ ہمیں یہ بھول نہیں جانا چاہئے کہ (Nitti) نیٹی حکومت نے نہ صرف فوجی ہوائی جہازوں کا اڑنا بند کردیا تھا بلکہ سواری کے جہاز بھی نہ اڑسکتے تھے۔ محکمہ کا محکمہ توڑ ڈالا تھا۔ اور سب موٹر اور ہوائی جہاز نیلام کردیئے تھے۔ یہ تو گویا قوم کی قوم کا گلا گھونٹ دینے والا معاملہ تھا۔ ادھر روما میں ہر قسم کے فاشسزم (.Fascism) کے دشمن جمع ہورہے تھے۔ اور سیاسی پارٹیاں پہلے تو ذرا گھبرا گئی تھیں۔ جونہی عنان حکومت ہماری تحریک کے ہاتھ آگئی اب ذرا ہوشیار ہونے لگے۔ اور اپنی پرانی بے ڈھنگی چال چلنے لگے۔

اخبارات بھی ابھی تک پرانے دقیا نوسی خیالوں کا شکار بنے ہوئے تھے۔ مجھے تو سب طرف نظر دوڑانی تھی اور پورا پورا بندو بست کرنا تھا۔ سیاست کو نظم دینا تھا۔ تعلیم کی حالت سدھارنی تھی اور فوج کا انتظام کرنا تھا۔ سرکاری ملازمتوں کو گھٹانا تھااور فضول نقطہ چینیاں کرنی تھیں ان کی روک تھام بھی مجھے کرنی تھی۔ خارجی حملوں کو بھی روکنا تھا۔ اور اپنی (Fascist) فاشسٹ تحریک کو بھی نہایت عمدگی سے چلانا تھا۔ دشمنوں کو آپس میں پھاڑ کر ان کا خاتمہ کرنا تھا۔ الغرض مجھے اپنے ملک کی سیاسی اور قومی زندگی کا ہر پہلو سے بہتر بنا کر دکھلانا تھا۔

ایک کروڑ کے قریب ہمارے ملک کے باشندے جو دیگر ممالک میں جابسے تھے۔ ان کی دیکھ بھال بھی لازمی تھی۔ ہمارے سرحدی علاقے ہم سے بد ظن ہو رہے تھے۔ انہیں بھی ہم راز کرنا تھا۔ ہمیں جنوبی اٹلی کے باشندوں کو جگانا تھا اور سارے ملک کے بہادر اور وفادار باشندوں کو اپنی طرف کرنا تھا۔ غور فرمایئے کہ کتنا کام تھا۔ اور کتنی سر دردی کرنی تھی۔ مجھے ہر بات کا فیصلہ کرنا تھا اور جو کچھ میری قلم سے پہلے نکل چکا تھا۔ ان ہی سیاسی اصولوں کو یاد کرکے مجھے پارلیمنٹ میں اپنی تقریروں کا دھرانا تھا۔ یہ سب کچھ زور آزمائی ہی نہ تھی بلکہ اس کے لئے ایک زبردست مضبوط قوت ارادی تھی۔

اخبار کا کام تو میں نے بالکل ہی چھوڑدیا۔ اور جو کام میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں انہیں بھی بالکل ترک کردیا۔ میں تو ہمہ تن ہوکر قوم کے تعمیری کام میں لگ گیا۔ آج بھی ویسا ہی ہوں۔ میں سادہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ اور حکومت کا ایک وفادار خدمتگار بننا چاہتا ہوں۔ میں اپنی پارٹی کا لیڈر تو ہوں مگر میں ایک مضبوط حکومت کا لائق سردار بننا چاہتا ہوں۔ میں نے سب فالتو عیش و آرام کو چھوڑ دیا ہے۔ اور مجھے ایسا کرنے سے کوئی رنج نہیں ہوا۔ ہاں صرف اپنے جسم کو پوری طاقت میں رکھنے کے لئے مجھے کھیل کود کا شوق ہے۔ اور اس شوق کو میں پورا کرلیتا ہوں۔ ان چھ سالوں کے عرصہ میں سوائے سرکاری ضیافتوں میں شامل ہونے کے میں کبھی کسی امیر کے گھر یا کسی (Cafe) کیفے میں کھانا کھانے نہیں گیا۔ میں نے تھیٹر جانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ

وہاں جانے سے میرا شام کا وقت ضائع ہو جاتا ہے۔

میں سب قسم کی کھیلوں کو پسند کرتا ہوں۔ بڑے اطمینان سے موٹر چلاتا ہوں۔ اور میں نے بڑے بڑے لمبے سفر کئے اور اس قدر تیز چلاتا ہوں کہ میرے دوست ہی نہیں بلکہ پرانے تجربہ کار موٹر چلانے والے بھی حیران ہوتے ہیں۔ میں ہوائی جہاز میں اڑنا بہت ہی پسند کرتا تھا اور ساتھ ہی مجھے ہوائی جہاز چلانا سیکھنا پڑتا تھا۔ کیونکہ میں نے لائسنس (Licence) بھی لینا تھا۔ میں ایک دفعہ پچاس (Metre) میٹر کی بلندی سے گرا مگر پھر بھی میں نے اڑنا نہ چھوڑا۔ موٹر چلانے کا تو مجھے بڑا ہی شوق ہے۔ اور بڑا مزا آتا ہے۔ مجھے گھوڑے کی سواری بھی بڑی اچھی لگتی ہے بشرطیکہ گھوڑا اچھا ہو۔ اور میں کبھی کبھی گتکا بازی بھی کرلیتا ہوں۔ اور مجھے یہ کھیل سب سے زیادہ پسند ہے۔ علاوہ بریں مجھے (Violin) وائلن بجانے کا بڑا شوق ہے اور میں اکثر اس طرح بھی اپنا دل خوش کرلیتا ہوں۔ مجھے مطالعہ کرنا ہوتا تو میں ڈانٹے(Dante)کے اشعار اور (Plato) افلاطون کا فلسفہ پڑھ لیتا ہوں۔ مجھے اور کھیلیں پسند نہیں۔ شراب بالکل نہیں پیتا نہ ہی تمباکو نوشی کرتا ہوں اور نہ اب تاش وغیرہ کھیلتا ہوں۔ جو لوگ کھیل کود میں روپیہ اور وقت ضائع کرتے ان پر مجھے بڑا ترس آتا ہے۔ مجھے کھانے پینے کا زیادہ شوق نہیں ہے۔ کچھ سالوں سے تو میری خوراک بالکل سادہ ہے جیسے غریبوں کی ہوتی ہے۔ ہماری زندگی کا سہارا در اصل ہمارے اندرونی جذبات ہیں۔ مجھے دولت کا بالکل لالچ نہیں۔ مجھے تو ان چیزوں سے محبت ہے جو ہماری تمدنی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں اور جن میں میرے ملک کا مفاد مخفی ہو۔

مجھے اپنے اوپر بڑا ہی بھروسہ ہے۔ اسی وجہ سے میں کوئی رعایت یا سمجھوتہ پسند نہیں کرتا۔ میں اپنے دشمنوں کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اور ان کی بھی پرواہ نہیں کرتا جو میرے ہم پلہ نہیں ہوسکتے۔ میں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں۔ وہ اپنے سیاسی خیالات میں محو ہویا تیز و طرار۔ مجھے کیا۔

اٹلی کو ایک بدلہ لینے والے کی ضرورت تھی۔ اور کسی نے تو اس کے سیاسی اور

روحانی احساسات کی ترجمانی کرنی تھی۔ سو میں نے کردی۔ زخموں پر نشتر تو چلنی ہی تھی۔ اور یہ کوئی معمولی عمل نہ تھا۔ بہاؤ کے خلاف جانا کوئی آسان کام تو نہیں۔ ان خرابیوں کا علاج تو لازمی ہی تھا۔ جو ہماری قومیت کا ستیا ناس کر رہی تھی۔ سیاسی موت سے ملک کو بچانا تھا اور جب تک قوم کی رگوں میں نیا خون نہ چلتا قوم زندہ کس طرح رہتی۔ برسوں سے انتخابات ایک بچوں کا کھیل بن رہے تھے۔ اور ہماری بے حرمتی ہو رہی تھی ملک تباہ ہو رہا تھا۔ مجھے تو چاروں طرف دشمنوں کا مقابلہ کرنا تھا۔ اور میرے نئے دشمن بھی بہت ہو گئے تھے۔ یہ کچھ میں دیکھ رہا تھا۔ مجھے تو سب سے لڑنا تھا اور پوری طرح سے لڑنا تھا۔ ایسی حالت میں مجھے ہر پہلو کو دیکھنا تھااور مجھے باقاعدہ ترتیب وار کام کرنا تھا۔ تب ہی تو ایک حکومت کا تعمیری کام انجام دیا جاسکتا تھا۔ تجویزیں اور تدبیریں ایک کنارے رکھ چھوڑنی تھیں۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانا تھا۔ 1922ء سے لے کر 1927ء تک میری اصل سرگزشت تو میرے کام ہیں۔

مجھے کبھی بھی یاس یا ناامیدی نہیں ہوئی' میں تو مایوس ہوتا تھا نہ ہی خوشی میں پھول جاتا تھا۔ سیاست دان کو ان ہر دو ضدوں سے آزاد ہونا چاہئے۔ میں سمجھ گیا تھا کہ ایسا کرنا نہ ہی میرے لئے مضر ہوگا بلکہ اس میں میرے ملک کی بھی بد نامی ہوگی۔ اور میں اپنے ملک کو حد سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ مجھے تو اپنے ملک کے لوگوں کو سدھارنا تھا۔ اور انہیں بہتر بنانا تھا۔ میری خانگی پالیسی کیا تھی اور میں کیا کرنا چاہتا تھا۔اور میں نے کیا کچھ کیا۔ اب کھول کر بیان کرتا ہوں - آئے دن چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑا ہوجایا کرتا تھا۔ سیاسی پارٹیوں کا تو کچھ حساب ہی نہ تھا۔ کسانوں میں خانہ جنگی تھی روز خون خرابہ ہوتا رہتا تھا۔ اخبارات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا دیتے تھے۔ پارلیمنٹ کے اندر بھی لڑائی جھگڑے اور سازشیں ہوتی رہتی تھی۔ کبھی کوئی زور میں آجاتا اور کبھی کوئی بحث مباحثے اور فضول کی باتیں ہوتی رہتی تھیں۔ ایسی خراب حالت سے (Fascist) تحریک نے گری ہوئی قوم کو اٹھایا اور متحد کیا۔ میں تو اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ مگر زمانہ ضرور انصاف کرے گا۔

16 نومبر 1922ء کو جو تقریر میں نے پارلیمنٹ میں کی اس میں 306 ووٹ میرے حق میں تھے۔ اور 166 خلاف۔ میں نے پورے اختیارات مانگے تھے وہ مجھے مل گئے۔ میں نے لڑائی بند کرادی اور صلح ہوگئی۔ مجھے اب (Fascist) فاشٹ فوجوں کا سوال حل کرنا تھا۔ سپاہی میرے زیر اثر تھے وہ بلا شبہ بڑے بہادر اور جان نثار اور وفادار ثابت ہوئے تھے۔ ہماری تحریک پوری طرح سے کامیاب ہوچکی تھی۔ اب وہ فوجیں کس کام آتیں۔ اگر میں انہیں فوراً ہی ہٹا دیتا' اور کہہ دیتا کہ تم جاؤ کھیلو اور کودو۔ تو بہت ہی برا معلوم ہوتا تھا۔ یہ سپاہی میرے دل دادہ تھے۔ اور میری بڑی عزت کرتے تھے۔ وہ نہ صرف بڑے بہادر اور دلیر تھے بلکہ بڑے ہی حب الوطن اور ایثار والے تھے۔ ابھی کچھ خطرہ بھی تھا اور ضروری تھا کہ انہیں صاف جواب نہ دیا جائے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا کہ ایک قومی فوج ہونی چاہئے۔ جو ملک کی محافظ ہو اس کے افسر بھی نہایت ہی لائق اور تجربہ کار ہونے چاہئیں۔ اور ان کے فرائض بھی معین کئے جانے چاہئیں یہ افسران لوگوں میں سے چنے جائیں گے۔ جو یا تو جنگ عظیم میں لڑ چکے ہوں۔ یا جو فاشٹ انقلاب میں حصہ لے چکے ہوں۔ میں نے اعلان کردیا کہ فاشٹ حکومت کے زمانے میں سب بے قاعدگی اور بد نظمی دور ہوجانی چاہئے۔ میں نے یہ بھی عقل کی کہ فاشسٹوں کو قومی فوج' جو کہ قوم کی حفاظت کا کام کریں' بنا دیا۔ گویا ایسا کرنے سے ایک تو طاقت ہمارے ہاتھ کے نیچے رہی۔ اور دوسرے جب کبھی میں چاہتا اس فوج سے کام لے سکتا تھا۔ مجھے جب اختیارات مل گئے تو میں نے ایک بڑی کونسل بنا دی جو کہ ایک سیاسی ادارہ تھا۔ مجھے ایسا کرنے کی خاص ضرورت پڑی کیونکہ ایسا ادارہ جو خالص فاشٹ تھا ہمارے ملک کی پرانی دقیانوسی سیاسی پارٹیوں سے بالکل علیحدہ بھی اور ان سے بہتر اور بالاتر بھی تھا۔ بہت سے سوال پیدا ہوتے تھے۔ اور ان کو میں نے حل کرنا ہوتا تھا۔ حکومت کا کام بڑا پیچیدہ تھا اور میں کبھی اس بات کو بھول نہ جاتا تھا کہ پچھلے تین سالوں میں فاشٹ جن کا میں سردار تھا اٹلی کی گلیوں میں بڑی بہادری سے لڑے تھے۔ اور وہ اس واسطے نہیں کہ حکومت ہاتھ میں لیں بلکہ اس لئے

کہ قوم کے اندر نئی روح پھونکیں۔ یہ کونسل اصل میں ہماری تحریک کو چلانے کے لئے قائم کی گئی تھی۔ اور جو انقلاب ہم نے پیدا کیا تھا اب اسے عملی جامہ بھی پہنانا تھا۔ کونسل کے اندر سب قسم کے لوگ داخل کئے گئے ان میں فاشسٹ بھی تھے اور وزیر بھی تھے۔ اور مختلف خیالوں کے لوگوں کے نمائندے بھی تھے۔ ہر صیغے کے لوگ موجود تھے۔ یہ کونسل بڑی کامیاب ثابت ہوئی۔ میں اس کونسل کا صدر ہوا کرتا تھا اور کونسل کی مختصر کاروائی جو اخباروں میں نکلا کرتی تھی۔ وہ اکثر میرے ہاتھ کی لکھی ہوا کرتی تھی۔ یہ کاروائی بڑی سوچ کے بعد لکھی جاتی تھی اور اس میں ہماری قومی زندگی کا نقشہ اور ہمارے ملک کی پوری پوری حالت بیان کی جاتی تھی۔ گویا ہماری تحریک کا ماحصل اس میں آجاتا تھا۔ اس کونسل نے پانچ سال کے عرصے میں نمایاں خدمات انجام دیں اور میری مرضی ہے کہ اسی کونسل کو آئین ساز کونسل کا نام ہی دے دیا جائے۔

سب سے پہلا سوال جو حل طلب تھا وہ پولیس کو متحد کرنے کا تھا۔ ہماری پولیس کئی طرح کی تھی۔ ایک تو معمولی پولیس تھی جس کے دو حصے تھے۔ ایک سیاسی اور دوسری انتظامی اور تیسری شاہی پولیس تھی اور چوتھی بادشاہ کی حفاظت کے لئے خاص پولیس بھی تھی۔ یہ آخری پولیس (Nitti) نیٹی حکومت کے زمانے میں بنی تھی - اور جو لوگ لڑائی سے لوٹے تھے ان کو بھرتی کرکے بنائی گئی تھی۔ اور کسی مصرف کی نہ تھی۔ سب سے پہلے تو میں نے اس پولیس کو ہٹادیا' کچھ نہ ہوا اور معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ دو شہروں یعنی (Torino) تورینو اور (Milano)میلانو میں کچھ شورش ہوئی۔ میں نے سخت حکم جاری کردیا۔ میں نے چند افسروں کو اپنے دفتر میں بلایا۔ اور بعض کو ٹیلی فون پر کہہ دیا کہ اگر ضرورت پڑے تو گولی چلادو' چھ گھنٹے میں آرام ہوگیا۔ چالیس ہزار کے قریب آدمی اس پولیس میں تھے۔ ان کو ایک دم ہٹا دیا گیا۔ مگر شورش ہونے سے نہ صرف 4 آدمی مرے اور کوئی دس آدمی زخمی ہوئے۔ جو افسر موقوف ہوئے وہ اور اداروں میں چلے گئے۔ یا کسی اور کام میں لگ گئے۔ اور سپاہی اپنے گھر چلے گئے اور کچھ بھی نہ ہوا۔

ہمارے ہاں کے (Freemason) فری میسن جو زمانے کی چال دیکھ کر چپ بیٹھ گئے تھے۔ اور جانتے تھے کہ فاشسٹ زوروں میں ہیں ان کی دال نہ گلے گی۔ ذرا پھر جاگے اور میرے اور میری تحریک کے خلاف احمقانہ حرکتیں کرنے لگے۔ کونسل کے جلسے میں میں نے اعلان کردیا کہ جو لوگ فاشسٹ ہیں ' وہ فری میسن سوسائٹی کے ممبر نہیں ہوسکتے۔ جس زمانے میں میں سوشلسٹوں کا لیڈر تھا تب بھی میں نے ایسا ہی کیا تھا اور فاشسٹوں کو سوشلسٹ بننے سے روک دیا تھا۔ جو ہمارے ملک کی سیاسیات کو گندہ کرتی تھی۔ اور روپیہ دے کر ملک فروشی کرتی تھی۔ اس کا کام دوسروں کی مدد کرنا یا ہمدردی کرنا ہرگز نہ تھا۔ اور جو لوگ اس سوسائٹی سے مستفید بھی ہوتے تھے۔ وہ بھی کہتے تھے کہ یہ سوسائٹی خوشامدیوں اور خود پسندوں کی ہے۔ جو سازشیں کرتے رہتے ہیں اور رعایت سے کام لیتے ہیں۔ لیاقت اور اخلاق کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں تو ان کے خلاف جنگ کرتا ہی رہا۔ اور مجھے بڑی تکلیف بھی ہوئی مگر میں اپنی سمجھ میں بڑا ہی اچھا کرتا رہا۔

1923ء میں بڑی مشکلوں سے میں نے فاشسٹوں اور (Nationalist) قومیت پسند پارٹی کا آپس میں میل کرادیا۔ یہ دونوں پارٹیاں خود بھی کچھ دنوں سے آپس میں مل کر قومی خدمت کرنے کا سوچ رہی تھیں۔ مگر حالت ایسے تھے کہ میل نہ ہوسکا۔ جب ہماری تحریک کامیاب ہوگئی اور جب ہم نے دیکھا کہ قومیت پسند پارٹی ہر طرح سے ہمارے ساتھ ہے تو متحد ہوجانا عین عقلمندی تھی۔ اور سیاسی لحاظ سے بھی اچھا ہوا۔ کالی قمیض والوں اور نیلی قمیض والوں (قومیت پسند پارٹی والوں کی وردی) کا مل بیٹھنا اور ملک پر قربان ہونا ایک معجزہ تھا۔ اٹلی کے مستقبل کے لئے یہ نہایت ہی اچھا ہوا۔ یہ اتحاد بڑا مبارک تھا۔

اپریل 1923ء میں شہر (Turin)ٹیورن میں ہر دلعزیز (Popular) پارٹی کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ اٹلی میں اکثر ایسی کانگرسیں ہوتی رہتی ہیں۔ مگر سوائے اس کے کہ زبانی جمع خرچ ہوتا رہتا ہے۔ کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہ کانگرس فاشسٹ حکومت کے متعلق

بحث مباحثہ کرتی رہی۔ اور گھوم گھام کر اکثریت کی رائے سے یہ طے پایا کہ کچھ نہ کچھ فاشسٹ حکومت کی مخالفت لازمی ہے۔ وزارت میں کچھ ہر دلعزیز پارٹی کے ممبر بھی تھے۔ یہ بھی کانگرس میں موجود تھے۔ جب اجلاس ختم ہوا تو یہ بچارے بڑے گھبرائے۔ میں نے ان کے سامنے کل معاملہ رکھ دیا اور کہا کہ آپ کی پارٹی کا ایسا خیال ہے لگے ادھر ادھر کی باتیں بنانے' کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ۔ مجھے تو صاف دکھائی دے رہا تھا کہ ایسا ہونے سے کام بگڑ جائے گا۔ میں نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ وزارتوں سے مستعفی ہوجائیں تاکہ پارلیمنٹ مین آپ اور فاشسٹ پارٹی میں ناچاقی واقعہ نہ ہوا

یہ بات مجھے پہلے سے ہی معلوم تھی کہ فاشسٹوں کی ان سے نہیں نبھے گی۔ ابھی بہت سے لوگ تھے جو ہمارے خلاف تھے۔ بہتیروں کا خیال تھا کہ وہ فاشسٹوں پرغالب آجائیں گے۔ مگر ہم تو سیدھے اور باقاعدہ چل رہے تھے۔ بہت سے ایسے لوگ میرے پاس آئے جو ٹیڑھی چالیں چلنا چاہتے تھے۔ مگر میں کب مانتا تھا بھلا کبھی کوئی فولاد کو بھی موڑ سکتا ہے۔

1923 میں پہلی دفعہ (Labour Day) مزدوروں کا دن والے دن خیریت گزری وگ آرام سے کام کرتے رہے۔ پہلے ہڑتالیں ہوا کرتی تھیں۔ اب کے نہ ہوئیں پھر میں، عوام کے جذبات کا پتہ لگانا چاہتا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ لوگوں کے دلوں پر ہماری تحریک، کا کیا اثر ہوا ہے۔ میں سب سے پہلے میلان گیا پھر (Romagne) رومین گیا اور میں، (Venice) وینس (Pedua) پیڈوا(Dicenza) ڈی سنزا (Sicily) سسلی اور (Sa dina) سارڈینا گیا اور اس کے بعد میں (Piacenza) پیاسنزا اور فلارنس بھی گیا۔ ہر جگہ میرا پرجوش استقبال کیا گیا۔ نہ ہی فاشسٹوں نے بلکہ اٹلی کے کل باشندوں نے بہری قدر کی اب لوگوں کو پتہ چل گیا کہ ہمارے اوپر فاشسٹ حکمران ہیں اور میں ان کا لیڈر ہوں۔

کالی قمیض والوں نے حسب معمول بڑے جوش سے مجھے اپنا لیڈر سمجھ کر میرا استقبال کیا۔ وہ مجھے مدت سے جانتے تھے - ایک وقت میں انکا سردار تھا۔ پھر میں اخبار

میں ان کے واسطے لڑتا رہا۔ اور اس لئے میں مشہور ہوگیا تھا۔ اٹلی کے لوگ فطرتاً لڑاکے واقع ہوئے ہیں مگر میرے ساتھی مجھے اچھی طرح جان گئے تھے اور ہم مل کر کام کرتے تھے۔ میں اپنے ساتھیوں پر صرف فخر ہی نہ کرتا تھا بلکہ ان کا بڑا احسان مند تھا وہ اس قدر سرگرم تھے کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کے جذبات کو ابھارا جائے۔ میرے ہم وطن سمجھ گئے تھے کہ انہیں اصلی آزادی مل رہی ہے۔ سیاسی پارٹیوں نے انہیں گمراہ کر رکھا تھا۔ اور وہ بیچارے پس گئے تھے۔ وہ مجھے کامیاب دیکھنا چاہتے تھے۔ اور مجھے اس سے بڑی خوشی ہوتی تھی۔

ان ہی دنوں میں میری مخالفت شروع ہوگئی میں تو صلح و آشتی چاہتا تھا۔ مگر دشمنوں کی تسلی نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اخبار (Corrier) کوریر کے زیر اثر برا بھلا کہنا شروع کردیا۔ مجھ پر تہمتیں لگانے لگے۔ اور بے ہودہ بکنے لگے۔ میں نے انتخابات کے قاعدوں کو بدل دیا کیونکہ تناسب کے قاعدے سے جو چناؤ ہوتا تھا اس میں بڑا خطرہ تھا۔ ہر دل عزیز پارٹی اور جمہوریت پسند لبرل سب میرے خلاف تھے۔ میرا ایسا کرنے سے میرے دشمن اور بھی زیادہ ہوگئے۔ تفصیل آگے چل کر بیان کروں گا۔

اسی اثنا میں فاشسٹوں پر حملے ہونے شروع ہوگئے۔ یہ سال بڑا آفت کا نکلا۔ مجھے آرام سے بیٹھنا نہ ملا۔ ایک تو ہماری تحریک کی اندرونی حالت اچھی نہ تھی۔ لوگ دھوکہ دیتے تھے اور سازشیں کرتے رہتے تھے۔ جو لوگ ایسا کرتے میں ان کے ساتھ بڑی سختی سے پیش آتا تھا۔ پارٹی کے اندر پارٹی بازی کے کیا معنی! ہماری تحریک تو واحد تحریک تھی ۔خیالات کا اختلاف تو ممکن تھا مگر ایک ہی نظام اور ایک ہی لیڈر کا ہونا بالکل لازمی تھا۔ اس تحریک میں تو کالی قمیض والے اور ان کا سردار بس اور کچھ نہیں۔ میری طاقت کا راز یہ ہی تھا۔ ہماری سیاسی پارٹیوں میں جو لڑائی جھگڑے ہوجایا کرتے تھے۔ وہ کوئی اصولی اختلاف پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔ لوگ خود غرض اور بے ایمان ہوا کرتے ہیں یا اندر ہی اندر انہیں کوئی اکساتا رہتاہے۔ ہمارے ملک میں تو فری میسن (Freemason) اس حرکت کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ میں نے ان باتوں کا بھی

پورا پورا بندوبست کیا میں کبھی نرم نہ ہوتا تھا۔ جب پارلیمنٹ بڑے بڑے قانون پاس بھی کردیتی میں اجلاس برخواست کردیتا۔ پھر جب مجھے اختیارات مل جاتے تو میں نیا انتخاب کروادیتا تھا۔ چنانچہ میں نے اعلان کردیا کہ 16 اپریل کو نیا انتخاب ہوگا ایسا کرنے سے سیاسی دنیا میں خاموشی چھا جاتی تھی۔ پارٹیاں اپنا اپنا کام کرنے لگ جاتیں اور انتخاب میں مشغول ہوجاتیں۔ انہیں دونوں کی فکر پڑ جاتی اور ہر پارٹی یہ ہی کوشش کرتی کہ ان کے زیادہ سے زیادہ نمائندے پارلیمنٹ کے لئے چنے جائیں۔

انتخابات کو تو بچوں کا کھیل سمجھنا چاہئے اور نمائندے تو بچوں جیسی حرکتیں کرتے تھے۔ ممبر کی خاطر اور آنر ایبل (Honerable) ہونے کی خاطر ہر طرح کے نامناسب اور بے ہودہ حرکتیں کرتے تھے۔ ہماری تحریک اس سوانگ یا نقلی انتخاب کو پسند نہیں کرتی تھی۔ ہم نے قومی خدام کی ایک فہرست تیار کروائی جس میں بڑے آزموہ کار اور وفادار فاشسٹ رکھے گئے اور ان کے علاوہ ان لوگوں کے نام بھی درج تھے۔ اس فہرست میں ان لوگوں کا بھی نام تھا جو ہماری مخالفت کرتے رہے تھے۔ مگر خادموں میں سے تھے۔ اس فہرست میں ان لوگوں کے نام بھی تھے جو پہلے صدر کونسل رہ چکے تھے۔ مثلاً" (Orlando)آرلینڈو اور (DE Nicola) ڈی نکولا وغیرہ مگر زیادہ تعداد نئے آدمیوں کی تھی اس فہرست میں دو سو نام ایسے لوگوں کے تھے جو جنگ میں لڑچکے تھے۔ دس کے پاس سونے کے تمغے تھے۔ ایک سو چودہ کے پاس چاندی کے تمغے تھے اور اٹھانوے کے پاس تانبے کے تمغے تھے۔ اسی وہ تھے جو لڑائی میں زخمی ہوئے تھے۔ اور جن کے ہاتھ پاؤں نہ تھے۔ اور چونتیس رضار کار (والنٹیر) تھے۔ یہ فہرست زیادہ تر ان اشخاص پر مشتمل تھی جو جنگ عظیم میں فتح پاکر واپس آئے تھے۔

سوشلسٹ اور کمیونسٹ جو آپس میں بٹے ہوئے تھے۔ مقابلے پر اڑ گئے اور ہر دل عزیز پارٹی ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔ مگر 6 اپریل والے دن جو انتخاب ہوا اس میں (Nationalist) قومیت پسند بڑی کثرت سے منتخب ہوئے۔ انہیں پچاس لاکھ ووٹ ملے۔ اور باقی سب پارٹیوں کے نمائندوں کو ملا کر کل بیس لاکھ ووٹ ملے۔ گویا ہمیں

بڑی کامیابی ہوئی اور لوگ ہماری طرف تھے۔ میں نے اپنے مخالفوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ میں انہیں دق تو کر سکتا تھا۔ مگر میں نے ایسا نہ کیا میں تو خود میلان میں بیٹھے بیٹھے یہ سیاسی لڑائی لڑتا رہا۔ میں تو کچھ ایسی پرواہ نہ کرتا تھا۔ انتخابات کیسے ہی ہوتے مجھے تو یہ دیکھنا تھا کہ اٹلی کے ہر شہر میں کتنے (National Fascist) نیشنل فاشسٹ منتخب کئے جاتے ہیں۔ عوام کے میری طرف ہونے سے میرے لئے حکومت کا کام آسان ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جب روما واپس گیا۔ میرا بڑا ہی استقبال ہوا۔ جیسے کوئی لڑائی جیت کے آیا ہو۔ جب میں محل کے بالا خانے سے شہر کے لوگوں کو آداب بجا لایا۔ تو میں نے ایک طرح سے نئے اٹلی کو مبارک باد دی۔ جہاں لوگ اس قدر وفادار ثابت ہوئے تھے۔

میں اس نتیجے پر پہنچا کہ پارٹیاں چاہے مر جائیں مگر ہمارا ملک زندہ رہنا چاہئے۔ 24 مئی والے دن ستائیسویں آئین ساز مجلس کا افتتاح ہوا۔ بادشاہ سلامت نے ایک پر اثر تقریر کی۔ یہ اجلاس ایک شاندار اجلاس تھا جو لوگ ملک فروش تھے وہ کسی نہ کسی وجہ سے حاضر نہ ہوئے۔ یہ اجلاس خاص اہمیت رکھتا تھا۔ جو بہادر جنگ میں لڑے تھے اور جن کی وردیوں پر تمغے چمک رہے تھے۔ انکا پرجوش استقبال کیا گیا۔ جہاں پہلے سیاسی سازشیں ہوا کرتی تھیں وہاں اب نئی زندگی پائی جاتی تھی گویا اٹلی زندہ ہو رہی تھی۔ اور ترقی کے راستے پر گامزن تھی۔

یہ دیکھ کر سوشلسٹ تو بڑے جلے۔ وہ دل سے جنگ کو نفرت کرتے تھے۔ اور انہیں ہماری فتح پسند نہ تھی۔ پرانے پارلیمنٹ کے ممبر اس بات کو پسند نہ کرتے تھے کہ نوجوان ممبر بنیں۔ بھلا پارلیمنٹ کے اندر سنہری تمغوں سے سجے ہوئے بہادروں کا کیا کام تھا۔ نئی اور پرانی اٹلی کی جنگ اب پارلیمنٹ میں ہونے لگی۔ اگرچہ فاشسٹوں کو فتح بھی نصیب ہو چکی تھی۔ پھر بھی پرانے لوگ لڑائی پر تلے رہے۔ ہماری فتح نہ ہی ہر شہر کے بازاروں اور گلیوں میں نمایاں تھی۔ بلکہ لوگوں کے دلوں میں بھی موجود تھی۔ میں نے یہ دن اس لئے چنا تھا کہ عین اسی دن کئی سال پہلے ہم جنگ عظیم میں

شامل ہوئے تھے۔ پرانا قصہ اب ختم ہوگیا۔

کچھ دنوں بعد پارلیمنٹ کے اندر پھر بحث مباحثے ہونے لگے۔ نئی وزارت بنی تھی۔ سوشلسٹ جو 24 مئی والے دن غیر حاضر تھے۔ پھر آگئے جوش پھیل رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمیں سیاسی زندگی کو خصوصاً" پارلیمنٹ کے طریقہ عمل کو بدلنا ہوگا۔ یہ تو ظاہر ہی تھا۔ مجھے اجلاس کو قابو میں رکھنے کے لئے بڑی محنت اور صبر سے کام لینا پڑا۔ (Carlo Deloroicx) کالو ڈلورائے نے ایک تقریر 6 جون والے دن کی۔ آپ اندھے تھے اور جنگ میں لڑ چکے تھے۔ میں نے ان کی تقریر کی طرف اشارہ کیا۔ دوسرے دن میں نے اپنے مخالفوں کی تقریروں کا جواب دیا۔ میں نے ان کے دلائل کو توڑا مجھے یاد ہے کہ میں نے انہیں تعمیری کام کرنے کی صلاح دی۔ اور ان فاشسٹوں کی روحوں کا واسطہ ڈالا جو شہید ہوچکے تھے۔ اور میں نے کہا کہ ہم اٹلی کے لوگوں کے نمائندے ہیں۔ ہمیں آپس کے جھگڑے قضیے بالکل بھلا دینے چاہئیں۔ تاکہ ہمارا ملک آنے والے زمانے میں مضبوط اور زبردست بن جائے۔ مجھے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ میں ممبران کو یہ بھی جتلا دوں کہ ہمیں اعتدال پسند ہونا چاہئے۔ اور آرام سے بیٹھ کر انصاف کرنا چاہئے۔ میری دلی خواہش تھی کہ ملک میں امن و امان رہے۔ مگر میری تقریر کی کچھ پرواہ نہ کی گئی۔ اور لوگ جوش میں آگئے۔ اور کھلبلی سی مچ گئی۔ پھر ایسے واقعات ہوئے جو پارلیمنٹ کی شان کے شایاں نہ تھے۔

سوشلسٹوں کے ساتھ تو بری ہوئی۔ انہوں نے تو منہ کی کھائی۔ ایک وہ تعداد میں تھوڑے سے تھے۔ ادھر سے نوجوان ممبر بن گئے اور آئے دن نئے نئے واقعات ہونے لگے۔ ان کے احساسات کو بڑا دھکا لگا۔ وہ بالکل اکیلے ہی رہ گئے۔ اور بات یہ ہے کہ وہ پارلیمنٹ میں اپنی ہار ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ سیاسیات میں چالاک ہونے کی وجہ سے لگے معاملے کو لمبا ڈالنے اور تنگ کرنے لگ گئے۔ وہ سب کام بگاڑنا چاہتے تھے۔ اور جان بوجھ کر ایسا کرتے تھے۔ ان کا ایک ممبر (Matteoti) مسمی میتوتی اس فن کا ماہر تھا وہ (Davigo) رودی گو کے صوبے سے منتخب ہوا تھا۔ اور

اسے خرابی کرنا اچھی طرح سے آتا تھا۔ چونکہ سوشلسٹ تھا۔ جنگ سے بڑی نفرت کرتا تھا اور دوسرے سوشلسٹوں سے بھی اس بات میں بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب (Capretto) کیپوریتو میں ہمیں شکست ہوئی تھی۔ اور جو لوگ لڑائی کے بعد پناہ گزین ہونا چاہتے تھے۔ اس نے انہیں پناہ نہ دی تھی۔ ادھر دشمن چڑھ آرہا تھا۔ اور آسٹریا کی فوجیں ہر طرح کا ظلم روا رکھ رہی تھیں۔ اور یہ بھاگے ہوئے لوگوں کو پناہ نہ دیتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کو آسٹریا کے تحت میں رہنا چاہئے۔ یہ شخص اب ہر قسم کی چال کھیلنے لگا۔ خود تو بڑا امیر تھا اور سوشلزم کو ایک ڈھکوسلا بنا رکھا تھا۔ مگر تھا بڑا ہی لڑاکا اور باتوں باتوں میں دشمن کو بڑھکا دیتا تھا۔ مگر پارلیمنٹ اور فاشسٹ (Fascist) کے سامنے اس کی کچھ نہ پیش چلی۔ اور وہ کچھ نہ کرسکا۔ سوشلسٹوں میں وہ کوئی لیڈر تو تھا نہیں اس کی پارٹی میں اس سے بڑھ کر لڑاکے اور زیادہ لائق بھی اور مدلل تقریر کرنے والے موجود تھے۔ انتخابات میں بھی وہ فاشسٹوں کے مقابلے پر کھڑا ہوا تھا اور پارلیمنٹ میں خوب زور سے اور بہادری سے مقابلہ کرتا تھا۔

ایک دن (Matteoti) میتوتی شہر (Rome) روما سے غائب ہوگیا۔ فوراً یہ خبر پھیل گئی کہ کسی نے اس قتل کر دیا ہے سوشلسٹ پہلے سے تیار تھے کہ اسے شہید بنا کر فاشسٹوں سے بدلہ لیں۔ اور ان کے خلاف پارلیمنٹ میں تقریریں کریں۔ انہوں نے فوراً یہ قتل فاشسٹوں کے ماتھے لگا دیا۔ میں نے حکم دیا کہ پوری تحقیقات کی جائیں۔ حکومت نے بھی اس بات پر زور دیا کہ ایسے معاملے میں پورا انصاف لازمی ہے تاکہ آئندہ کسی شخص کو تہمت لگانے کا موقعہ نہ ملے۔ میں نے پولیس کے بڑے افسر کو اور داخلہ سیکرٹری صاحب کو پریس کے بڑے افسر کو تفتیش کے لئے لگادیا اور حکم دیا کہ مجرموں کا پتہ لگاؤ۔ پولیس نے ہرچند کوشش کی آخر مجرموں کا پتہ لگ گیا وہ بڑے متمول اشخاص تھے۔ اور تھے تو (Fascist) فاشسٹ ہی مگر ذمہ دار فاشسٹوں میں سے نہ تھے۔ ان پر مقدمہ چلایا گیا اور انہیں سخت سزائیں دی گئیں۔ سزا اتنی سخت تھی کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ان پر ظلم ہوا۔ پہلے تو انہیں گرفتار کیا گیا

جو لوگ شک میں گرفتار کئے گئے تھے اور ان کا مجرموں کے ساتھ کسی طرح کا بھی تعلق تھا اور وہ ذمہ دار عہدوں پر مامور تھے بچاروں کو ملازمتیں چھوڑنی پڑیں۔ پھر عدالتوں یا حاکموں یا پولیس پر کوئی بے جا دباؤ نہ ڈالا گیا۔

باوجود ایسا کرنے کے شورش کم نہ ہوئی اس واقعہ نے تو صرف میرا ہی دل نہ ہلا دیا بلکہ سارے ملک میں ہل چل مچ گئی۔

اگر چہ ابھی تک لڑائی جھگڑا جاری تھا۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ اس اجلاس کے کچھ دن بعد ہی ایک سیاسی پارٹی ایک ایسی زبردست ہل مچا دے گی کہ انجام دردناک ہوگا۔ معاملہ شروع ہنسی مخول میں ہوا تھا۔ جو واقعہ ہوا اس کے متعلق میں نے بہت سخت کہا۔ اگرچہ مرکزی حکومت نے بڑی احتیاط اور انصاف سے کام لیا۔ مگر پھر بھی ہماری تحریک کی اور میری سخت مخالفت شروع ہوگئی۔ سب سے پہلے تو پارلیمنٹ میں ہی ہماری مخالفت ہوئی - مجھے تو پہلے ہی پتہ چل گیا کہ کوئی آفت آنے والی ہے اس شخص کا قتل ہوجانا تو ایک بہانہ تھا۔ در اصل تو وہ لوگ ہماری تحریک سے نفرت کرتے تھے۔ کچھ کمزوردل فاشسٹ بھی گھبراگئے تھے۔ دوران تقریر میں نے کہا۔

"اگر سوال افسوس ظاہر کرنے کا ہے۔ یا اس حرکت کو ناپسند کرنے کا ہے اور اگر سوال پوری پوری تحقیقات کرنے اور مجرموں کو سزا دینے کا ہے۔ یا ان کو سزا دینے کا ہے جو اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں تو مطمئن رہئے کہ سب کچھ نہایت عمدگی سے کیا جائے گا۔ مگر اس واقعہ کو حکومت پر حملہ کرنے کا ذریعہ بنایا جائے گا تو یاد رہے کہ حکومت ہر طرح سے اپنی صفائی پیش کرے گی۔ کوئی اس واقعہ کو اپنے سیاسی مفاد کے لئے استعمال نہ کرے۔ حکومت کا ضمیر صاف ہے۔ اور حکومت اپنا فریضہ ادا کرچکی ہے۔ اور آئندہ بھی اپنے فرض کو ادا کرے گی۔ اور اگر کوئی شخص اس واقعہ کی بنا پر بجائے اتحاد قائم کرنے کے نفاق پیدا کرے گا۔ تو حکومت ایسی حرکت کا پورا پورا انسداد کرے گی۔

مگر ان کے دل پتھر کی طرح سخت ہورہے تھے۔ میرے لفظوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اور بالکل ویسا ہی جیسا میں خیال کر رہا تھا۔ ہمارے مخالفوں نے (Matteoti) میتوتی کے قتل کو سارے اٹلی میں اور خارجہ علاقوں میں بھی سخت بدنام کیا۔ جون سے لے کر دسمبر 1924ء تک ہماری سیاسیات کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ہماری اس قدر بدنامی ہوئی کہ ہم شرم کے مارے سر نہ اٹھا سکتے تھے۔ اخباروں میں اور جلسوں میں ہمارے خلاف زبردست زہر اگلا گیا۔ معمولی پڑھے لکھے اور کمزور دل ڈرپوک لوگ یا وہ جنہوں نے ہمارے ہاتھوں کوئی دکھ دیکھا تھا۔ اور کئی مفت خورے بھی ہماری مخالفت پر کھڑے ہوگئے۔ یہ بات کہ مجرم گرفتار کئے تھے۔ انہیں تسلی نہ دیتی تھی۔ مقتول کی لاش بھی مل گئی۔ ڈاکٹروں نے حلفیہ بیان دیا کہ موت کی وجہ سخت چوٹ آنا تھا۔ مگر وہ کب مانتے تھے۔ لاش بھی (Rome) روما کے نزدیک ایک جھاڑی سے ملی اور جس جگہ پر ملی اس کا نام (Quarta Rella) کوارٹا ریلا تھا۔ وہ محلہ بھی بدنام ہوگیا۔ لوگوں نے خوب روپیہ کمایا مقتول کی تصویریں فروخت ہوئیں۔ کئی طرح کے مظاہرے کئے گئے۔ اور کچھ اخباروں نے اس کی یادگار بنانے کے بہانے چندہ بھی وصول کیا۔ جس کا حساب کتاب ابھی تک جاری ہے۔ مخالف پارٹیوں اور ان کے نمائندوں نے کہا کہ ہم ایسی آئین ساز کونسل میں کبھی نہ آئیں گے۔ اور ہماری تحریک کو ماننے والوں کا نام پرانی رومن تاریخ کی مطابقت سے (Aventino) اون ٹینو رکھ دیا۔ یہ ایک نفرت کی اصطلاح تھی۔ اور اس زمانے میں ہر قسم کے لوگ (Aventino) اون ٹینو میں شامل تھے۔ ہمارے مخالف سب سیاسی پارٹیوں سے جاکر ملے۔ سوشلسٹوں لبرلوں اور جمہوریت پسندوں اور فری میسنوں سے بھی مل کر سازش کیں۔ یہ سب لوگ کیتھولک بھی تھے۔ بڑے بڑے جلسے ہوئے اخباروں اور پارلیمنٹ میں بھی خوب شور مچایا گیا۔ متعصب لوگ تو یہ ہی خیال کر رہے تھے کہ ہماری تحریک اب گری۔ اب سب سازشوں کی طے پر سینٹ کے ایک ممبر(Albertini) البرٹینی تھے۔ جو ایک اخبار کے مالک تھے۔ اس نے میرے اور ہماری تحریک کے خلاف بہت سا مصالحہ جمع کیا۔ اور اس قدر زہر اگلا کہ پناہ بخدا۔ نہایت ہی بے ہودہ شخص تھا مگر میں مایوس ہرگز نہ ہوا۔

مجھے اپنے مخالفوں کی طاقت کا پورا اندازہ تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ کس پانی میں ہیں اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ وہ مقتول کو ہماری تحریک کے بر خلاف استعمال کرنے کا بہانہ بنا رہے تھے۔ مگر ان کی شیطانی حرکات میرے سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اور میں حیران تھا ان کے علاوہ ہمارے اندر بھی کچھ ڈرپوک اور بزدل لوگ تھے۔ اور وہ دوسری پارٹیوں کے زیر اثر تھے۔ وہ یہ بات نہ جانتے تھے کہ یہ واقعہ کوئی بڑی اہمیت نہ رکھتا تھا۔ ایک معمولی جذبے کی خاطر ایک اخلاقی اور سیاسی تحریک کے گلے پر چھری چلا پرلے درجے کی حماقت تھی۔ ان وجوہات سے بہت سے لوگ ہماری تحریک کو چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ سمجھنے لگے کہ مخالفین راستی پر ہیں۔ اور چونکہ ہماری تحریک پر حملہ ہو رہا تھا۔ بہت سے لوگ ڈر کر بھاگے۔اور انہوں نے قوم کا کچھ خیال نہ کیا۔

ہم گویا پھر پیچھے لوٹ رہے تھے۔ اور انقلاب کی طرف جارہے تھے۔ انقلاب بھی ایسا جس میں خونریزی کا بہت ڈر تھا۔ نہ معلوم کیا کچھ ہوجاتا۔ ایسا وقت آرہا تھا جس میں فری میسنوں کے زیر اثر مجسٹریٹ کچھ کا کچھ فیصلہ دے دیتے تھے۔ سرحد کے باہر سے اغیار سوشلسٹوں کی مدد کر رہے تھے۔ غیر ممالک میں جو لوگ جمہوریت پسند تھے یا جو سوشلسٹ اور لبرل تھے وہ ہماری تحریک کے خلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے ملک کی ان سیاسی پارٹیوں کی مدد پر تھے۔ اس سے اکثر یہ گمان ہوتا تھا۔ کہ حکومت بالکل کمزور ہوگئی ہے۔ دسمبر 1924ء تک جب تین مہینے اسی حالت میں گزر گئے تو لوگ کہنے لگے کہ اب فاشسٹ حکومت کا فاتحہ پڑھا جائے گا۔ سیاسی لیڈروں کی امیدیں بڑھ گئیں۔ تین شخص جو کسی زمانے میں صدر کونسل رہ چکے تھے۔ وزارت بنانے کے لئے تیار ہوگئے۔ دراصل وہ دھوکے میں آگئے۔ چنانچہ کم عقل تھے انہیں یہ سمجھ نہ آئیں کہ اگر میں کالی قمیض والوں کو ذرا سا اشارہ کردوں تو ان کے سب منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔

میرے دشمن مینڈکوں کی طرح ٹراتے رہے۔ ادھر اخباروں نے بھی زبردست شورش شروع کردی۔ اور لوگوں کے جوش کو اور بھی ابھارا بادشاہ جو منصف مزاج تھا۔

اسے بھی نہ چھوڑا۔ اور لکھا کہ ہم یہ کریں گے اور وہ کریں گے بہت سے ایسے لوگ تھے۔ جو اس شورش میں اپنا الو سیدھا کرنا چاہتے تھے۔ اور سیاسی جدوجہد میں پھر سے پاؤں رکھنا چاہتے تھے۔ جہاں میرا زور چلتا تھا۔ میں تو ایسے لوگوں کو سیاسی اکھاڑے میں آنے نہیں دیتا تھا۔ بلکہ نکال باہر کرتا تھا۔ دسمبر 1924ء میں تو غضب ہی ہوگیا۔ ایک شخص مسمی (Cesare Rossi) سیزر روسی نے جو کبھی پہلے پریس کا افسر رہ چکا تھا۔ ایک شطرنج کی چال چلی۔ یہ شخص ہماری تحریک سے نکالا گیا تھا۔ کیونکہ اس کا میتوتی والے معاملے میں ہاتھ تھا۔ اس نے ایک میموریل تیار کیا۔ جو بالکل سراسر اور جھوٹ تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کسی طرح سے حکومت پر قتل کا الزام لگائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مجھے بھی بدنام کرے۔ جو کچھ بھی ہمارے ملک میں ہوتا۔ وہ میرے سر پر تھوپ دیتا تھا۔ اس میموریل میں اس نے میرے اخلاق پر حملہ کیا۔ مگر اس پہلو سے مجھے پچھاڑنا اس کے لئے نہایت ہی مشکل تھا مجھے (Rossi) کی سازش کا پہلے سے ہی پتہ چلا گیا۔ مجھے یہ بھی پتہ چل گیا کہ اس میموریل میں کیا لکھا گیا ہے۔ جس دن اس میموریل نے اخباروں میں شائع ہونا تھا۔ اور ان اخباروں میں جو میری دشمن تھیں۔ میں نے حکم دے دیا کہ شائع نہ ہو میں نے اسے ایک دوست اخبار میں شائع کروا دیا جس سے یہ ظاہر ہو کہ مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ خوب تماشہ ہوا روسی کی چالیں رہ گئیں اور اس کا بھانڈہ پھوٹ گیا۔

چھ مہینے تک یہ تگ و دو جاری رہی۔ جو ڈرپوک تھے۔ وہ تو بھاگ گئے۔ دوسرے چلاتے چلاتے تھک گئے۔ جو دلیر تھے۔ وہ بھی تھک گئے ان ہی دنوں ایک شخص جو کسی زمانے میں وزیر رہ چکے تھے۔ اور بادشاہ کی طرف سے بڑے بڑے خطابات پاچکے تھے۔ جمہوریت پسندوں اور سوشلسٹوں کے ساتھ جاملے (فاشسٹ پارٹی) ابھی تک میرے زیر اثر تھی۔ ان میں سے جو کوئی ذرا سر اٹھاتا تھا۔ اسے میں دبا دیتا تھا میں اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ (Florence) فلارنس اور بولونا میں کچھ فاشسٹوں نے زیادتیاں کیں میں سمجھ گیا کہ اب سخت ہونا ضروری ہے۔ مگر پھر بھی

میں طیش میں نہ آیا بلکہ انصاف سے پیش آتا تھا میں نے غور کرنے کے بعد حکم دیا کہ فساد کرنے والے فاشسٹوں کو گرفتار کیا جائے۔ اور عدالت کے سپرد کیا جاوے۔ میں نے تو یہ سب کچھ کیا۔ اور اپنے فرض کو ادا کیا پھر میں اپنے دشمنوں کی سرکوبی کرنے لگا۔

روما کے صوبے میں عام ہڑتال ہونے کا بڑا ڈر تھا۔ میں نے فلارنس کے کالی قیمض ں والوں کو حکم دے دیا کہ شہر کی گلیوں میں چکر لگاتے رہو جب کبھی فوج شہر میں گھومنے لگ جاتی ہے۔ لوگ ڈر جاتے ہیں اور چپ بیٹھ جاتے ہیں۔ میں 8 ستمبر 1924ء میں سکنی کے فاشسٹوں کا معائنہ کرنے چلا گیا۔ میں علاقے میں پھرتا رہا۔ اور مزدوروں، کسانوں اور کانوں کے اندر کام کرنے والوں سے ملا ادھر دشمن اس بات کا منتظر تھا کہ میں اب گرا۔ اب گرا۔ اور سرحدی علاقوں میں بھی میرے دشمنوں کا یہ ہی خیال تھا۔ میں نے فاشسٹوں کو بڑے زور اور بڑے فخر سے یوں کہا کہ دشمنوں کی اب خیر نہیں۔ ہم انہیں کچل ڈالیں گے جو اخبارات میرے برخلاف تھے۔ انہوں نے بڑے شور مچایا۔ مگر کچھ نہ ہوا وہ بکتے ہی رہے۔ 3 جنوری 1925ء کے دن پارلیمنٹ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ کہ اب یہ سیاسی جدوجہد ختم ہوجائے گی میں نے اس موقعہ پر ایک تقریر کی جس میں میں نے اعلانیہ کہا۔ حضرات

جو تقریر میں آپ کے سامنے اب کرنے لگا ہوں۔ اسے پارلیمنٹ کی تقریر نہ سمجھنا چاہئے۔ اختتام پر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ تقریر 16 نومبر والی تقریر سے جو اسی ہال میں ہوئی تھی۔ وابستہ ہے یہ تقریر آپ کی راہنمائی کرے گی اور اس پر ووٹ وغیرہ نہ لئے جائیں گے میں ووٹ نہیں چاہتا آپ ووٹ دیں یا نہ دیں مجھے پرواہ نہیں قانون کی دفعہ 47 کہتی ہے کہ وزراء پر بھی الزامات لگائے جاسکتے ہیں۔ اور وہ باقاعدہ ہائی کورٹ کے سامنے پیش کئے جاسکتے ہیں۔ میں ممبران سے جو یہاں موجود ہیں۔ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا آپ میں سے کسی یا کسی اور شخص کی جرات ہے کہ اس دفعہ کو وزارت پر لگانا چاہتا ہے۔ میں یہ جاننے کے بعد صاف صاف تقریر کروں گا۔ آپ سمجھ

گئے ہوں گے۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ آپ نے اب تک میرا ساتھ دیا ہے۔ اور میں آپ کا نہایت شکر گزار ہوں۔ مگر ہمیں یہ بھی سوچنا چاہئے کہ کیا آئندہ بھی ہم نے انی راستہ پر جانا ہے۔ یا کچھ اور کرنا ہے۔

حضرات میں ان الزامات کی طرف جو مجھ پر لگائے گئے ہیں۔ آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ میرا ارادہ Chaka چکا قائم کرنے کا تھا۔ (نوٹ یعنی عدالت میں پیش ہونے کے بغیر سزا) کب اور کس طرح اور کیونکر وہ لوگ یہ نہیں بتاتے۔ روس نے بغیر عدالت میں پیش کرنے کے ایک لاکھ پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ یہ سرکاری کاغذوں سے پتہ چلتا ہے روس میں جو چکا ہوا اس سے تو سب متوسط درجے کے لوگ بالکل خوف زدہ ہوگئے ہیں۔ گویا ایک طرح کا خونی انقلاب ہوا تھا۔ مگر ہمارے ملک میں یہ بات کیونکر ہو سکتی ہے۔

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ میرے میں تین صفتیں ہیں ذکاوت اور دلیری اور دولت سے نفرت۔ اگر میں چکا قائم کرنا چاہتا۔ تو کر سکتا تھا۔ کیونکہ اگر ایک قسم کا تشدد جائز ہے تو دوسری قسم کا بھی جائز ہو سکتا ہے۔ مگر میں تو برابر پانچ سال سے اپنے دوستوں سے یہ ہی کہتا چلا آیا ہوں۔ کہ فیصلہ کن تشدد یعنی جنگ وحشیانہ یا احمقانہ نہیں ہونا چاہئے۔ اور چکا تو ہمیشہ وحشی پن اور حماقت پر مبنی ہوتا ہے۔ کیا آپ حضرات یہ خیال کرسکتے ہیں۔ کہ مید و مسیح والے دن جب مقدس فرشتے ہمارے درمیان ہوں میں کبھی دن کے دس بجے روما جیسے شہر پر حملہ کر سکتا تھا۔ اور خاص کر اس وقت جبکہ میں ایک دوستانہ تقریر کر چکا تھا۔ مہربانی کرکے مجھے ایسا بے وقوف مت سمجھئے۔ جو چھوٹے چھوٹے حملے میں نے (Misuri) مسوری اور فورلی (Forli) پر کئے کیا وہ بھی اسی طرح کی حماقت تھی آپ کو میری 7 جون والی تقریر یاد ہوگی آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ اسی ہال میں کس طرح اکثریت اور اقلیت کے درمیان لڑائی ہوا کرتی تھی۔ وہ سیاسی جھگڑوں والا ہفتہ آپ کو یاد ہوگا۔ اور یہ جھگڑے اس قدر بڑھ گئے تھے کہ پارٹیوں میں آپس میں میل ملاپ ہونا ناممکن ہوگیا تھا۔ اور لوگ مایوس ہو چکے تھے۔ دونوں طرف

سے تقریروں کی بوچھاڑ ہوا کرتی تھی۔ آخر 6 جون والے دن (Delor!oe) ول کرائے صاحب نے وہ پر اثر تقریر کی۔ کہ آفت مچ گئی۔ دوسرے دن میں نے معاملے کو صاف کرنے کے لئے ایک تقریر کی - میں نے سامنے والی پارٹی سے کہاکہ مجھے آپ کے حقوق کو ملحوظ رکھنا ہے۔ تم شاید ہم سے زیادہ تجربہ کار ہو۔ اور جو کام یہ حکومت کر رہی ہے۔ اس پر نقطہ چینی کا پورا حق بھی رکھتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ہمیں مل کر کام کرنا ہوگا۔ اور جب تک ہم ایسا نہ کریں گے کس طرح سے کام چلے گا۔ کسی آئین ساز مجلس کا کام بغیر متحدہ کوششوں کے نہیں چل سکتا۔ اس وقت جو صاحب حاضر تھے۔ انہوں نے غور سے میری تقریر کو سنا۔ اور ان کے دل پر میرے زندہ الفاظ نے بڑا اثر کیا۔

آپ غور فرمایئے کہ مجھے تو پوری پوری کامیابی ہوچکی تھی۔ اور یہ بات کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں۔ اور ساری پارلیمنٹ نے جس میں مخالف پارٹی بھی شامل تھی۔ اس بات کو تسلیم بھی کرلیا تھا۔ اور اسی ہفتہ میں سہ شنبہ والے دن پارلیمنٹ کا اجلاس بھی ہنسی خوشی ہوا۔ بھلا کیسے ممکن ہوسکتا تھا۔ کہ کامیاب ہوتے ہوئے ایسے بے ہودہ حکم یعنی چکا کا حکم دے دیتا۔ جو دشمن اس قسم کی بہادری دکھلا چکے تھے۔ اور جن کا طرز عمل ایسا ہی ضد کا تھا۔ جیساکہ میرا بھلا کیونکر ہوسکتا تھا کہ میں اسے دکھی کرتا۔ جو مجھے اس قدر کمینہ خیال کرتے تھے۔ ان کے اپنے حوصلے بڑے پست ہیں۔ میں ایسی حرکتوں کو بالکل پسند نہیں کرتا مجھے ان سے دلی نفرت ہے۔ میں اپنی بہادری جتلانے کو بھی ویسا ہی برا خیال کرتا ہوں۔ بھلا سینہ زوری سے کیا حاصل اور سینہ زوری کیوں کی جائے۔ حضرات مجھے خوب یاد ہے کہ جنگ کے موقعہ پر جب ہم خندقوں میں بیٹھے کھانا کھایا کرتے۔ تو سیاست دان نقشے لئے ان پر نشان ڈالتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے کچھ کرکے دکھلانا ہوتا ہے۔ ان کی نظر دوسری ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذمہ داری کو خوب جانتے ہوتے ہیں۔ میں تو اپنی طاقت کا کافی ثبوت دے چکا تھا۔ اور میں تو وقت پر کام کیا کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ کامیاب ہوتا ہوں۔

میں نے چھ گھنٹے کے اندر اندر شاہی فوج کی بغاوت بند کردی تھی۔ ایک اور بھی بغاوت میں نے چند دنوں میں توڑ دی تھی۔ اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر میں ایک فوج اور جہاز کا بیڑا لے کر (Corfu) کورفو پر چڑھ گیا تھا۔ وہاں کے جرنیل یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے تھے۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ طاقت مجھ میں کافی ہے۔ مگر چکا کا حکم دے دینا۔ حضرات کیسے ہوسکتا ہے قتل کا حکم دینا تو قانون کے مطابق ہونا چاہئے حکومتیں بھلا ایسی ناجائز حرکت کی مرتکب ہوسکتی ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات تو اس میں تو بڑی احتیاط لازمی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ تو زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔ بلکہ اسی مہینے کے خاتمہ پر میں نے کہا تھا۔ کہ میں اٹلی میں امن و امان چاہتا ہوں۔ اور ہماری سیاسی زندگی کے لئے سکون لازمی ہے۔ مجھے کیا نتیجہ ملا پہلے تو (Aventino) اون ٹیسو پارٹی ہم سے علیحدہ ہوگئی۔ یہ علیحدگی قانون کے خلاف تھی۔ اور ایک طرح سے انقلاب کی دوسری صورت تھی۔ جون ' جولائی اور اگست کے مہینوں میں اخبارات نے ہمارے خلاف بڑی شورشیں کیں۔ تین مہینوں تک ہم کو بے عزت کیا۔ اور کس قدر زہر اگلا گیا۔ اور کونسا افترعا اور جھوٹ تھا۔ جو اخباروں نے نہ بولا۔ اندر ہی اندر جو کاروائی ہوئی۔ اس کا بھی میں نے پتہ لگا لیا۔ وہ لوگ جانتے بھی تھے کہ سب بناوٹ ہے۔ مگر پھر بھی نہ ٹلے۔ اس طوفان بدتمیزی کے وقت بھی میں چپ رہا۔ بعد والی نسلیں جب یہ معلوم کریں گی کہ تو ان شرمناک حرکتوں پر حیران ہوں گی۔ 11 ستمبر والے دن کوئی آدمی بدلہ لینا چاہتا تھا۔ کیونکہ ایک ہمارے آدمی نے ان کا ایک آدمی مار دیا تھا۔ اس شخص نے ہمارے ایک آدمی کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ بچارے مفتوں کی جیب میں ساٹھ لیرے (Lire) تھے۔ میں پھر بھی چاہتا رہا کہ امن ہوجاوے میں قانون کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا چاہتا تھا۔ اور میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ اب بھی جیل میں سینکڑوں فاشسٹ قید ہیں۔

پھر آپ کو معلوم ہی ہے۔ اور مجھے بھی یاد ہے کہ مقررہ دن پر پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ اور بالکل قاعدے کے مطابق کاروائی کی گئی اور بجٹ وغیرہ پر بحث مباحثہ بھی

ہوا۔ پھر آپ صاحبان یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ قومی فوج کو حلف اٹھانی پڑتی ہے۔ اور چنانچہ ایسا کیا گیا اور فوج کے جرنیلوں کی تقرری جو مختلف حلقوں میں کمان افسر ہوا کرتے ہیں۔ وہ بھی قاعدے کے مطابق کی گئی۔ آخر (Ciunto) کیونتا کے مستعفی ہونے کا سوال ہمارے سامنے آیا۔ سب مجمع میں ہل چل مچ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ بغاوت ہے۔ میں نے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر اپنے اختیارات کو برتا۔ اور اجلاس کو بڑے زور سے حکم دیا کہ استعفےٰ منظور ہونا چاہئے۔ اور منظور ہوا۔ مگر میں نے امن کو قائم کرنے کی پھر بھی کوشش کی۔ یہاں تک کہ میں نے انتخابات کا طریقہ بدل دیا۔ مگر مخالفت بڑھتی ہی گئی۔ اور لوگ بآگ کہنے لگے کہ یہ فاشسٹ بھی لٹیرے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کا رویہ قوم کی طرف وحشیانہ ہے۔ حضرات یہ اب ایک اخلاقی سوال ہے۔ اور آپ کو اپنے ملک کے اخلاق کا تو پتہ ہے ہی۔

حضرات آپ کس خیال میں مست ہیں۔ میں اس اجلاس کے سامنے ہی نہیں۔ بلکہ ساری قوم کے سامنے یہ اقرار کرنے کو تیار ہوں۔ کہ جو کچھ اب تک ہوا ہے۔ اس کی سب ذمہ داری میرے سر پر ہے۔ جو سزا آپ دینا پسند کرتے ہیں۔ دیکھئے ہماری تحریک کوئی معمولی تحریک نہ تھی اٹلی کے نوجوانوں کو ابھارنے والی تحریک کو ایک کلب کہنا نہایت ہی ناموزوں ہے۔ اگر یہ تحریک ایک انقلابی گروہ ہی ہوتا۔ اور سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے بالکل حقیر خیال کیا جاتا۔ تو بھی یہ تحریک میری پیدا کردہ ہے۔ اور میں نے ہی اسے جنگ عظیم کے زمانے سے لے کر اب تک فروغ دیا ہے۔ اور اس کی سب ذمہ داری میرے سر پر ہی عائد ہوتی ہے۔

پچھلے دنوں نہ صرف فاشسٹ بلکہ اور شہری بھی یہ سوال کرتے تھے۔ کہ کیا ہمارے سر پر کوئی حکومت ہے۔ اور اگر ہے تو وہ کس شان کی حکومت ہے۔ میں نے بھی سوال کو کیا ہے۔ مجھے پچھلے چھ مہینوں میں خوب تجربہ ہوگیا ہے۔ میں نے فاشسٹ پارٹی کو خوب ٹھوک بجا کر دیکھا۔ آپ جانتے ہیں کہ جب کسی دھات کو دیکھنا ہوتا ہے۔ تو اسے ہتھوڑی سے ٹھکرا کر اس کی چھنکار کو دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح سے میں نے بھی

اپنے ساتھیوں کا امتحان کیا ہے۔ اور میں ان کی قدر کرتا ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ بعض دفعہ جب ہوا مخالف ہوتی ہے۔ تو وہ گھبرا جاتے ہیں۔ میں نے اپنا بھی امتحان کرلیا ہے۔ اور آپ یقین رکھیں کہ اگر قوم کی بہتری منظور نہ ہوتی۔ تو میں ایسا کام نہ کرتا اگر ہم بھی حکومت کی قدر دانی نہ کریں گے تو اور لوگوں سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔ عوام تو جیسے خود ہوتے ہیں اسی قسم کی حکومت بھی چاہتے ہیں۔ اور لوگ تو کہہ رہے ہیں کہ ہم تو ایسی حکومت سے باز آئے اور کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ یوں کیوں کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ (Aventino) اون ٹینو گروہ جمہوریت کا جھنڈا کرنا چاہتا ہے۔ ان کی بغاوت کے نتیجے ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ اول تو ان سے ہر فاشٹ کو جان کا خطرہ ہے۔ نومبر اور دسمبر کے اندر گیارہ فاشٹ مارے گئے۔ ایک کا تو سر کچل دیا گیا۔ اور بچارا تہتر سال کا بوڑھا دیوار کے اوپر سے دھکیل دیا گیا۔ اور مرگیا۔ ایک مہینہ میں تین آتشزدگیاں ہوئیں تین دفعہ ریل گاڑیوں کو آگ لگی۔ ایڑ روما میں اور دوسری (Parma) پارما میں اور تیسری فلارنس میں۔ پھر بغاوت ہوگئی۔

قومی فوج کے ایک افسر کو زخمی کردیا گیا۔ (Genzano) گن زانو میں فوجیوں اور باغیوں میں لڑائی ہوگئی۔ (Tarquina) تارکیونا میں ایک فاشٹ کی نشست کے متعلق جھگڑا ہوگیا۔ باغیوں نے ورونا (Vevono) میں ایک شخص کو زخمی کیا۔ (Pesaro) پیسارو میں کمیونسٹوں سے لڑائی ہوئی۔ باغی لوگ سرخ جھنڈے والا گیت گاتے تھے۔ (Manzambano) مان زمبانو میں فاشسٹوں سے ٹکرا گئے۔ جنوری 1925ء میں تین دنوں میں اور ایک ہی علاقے میں تین مختلف مقامات پر جھگڑا ہوگیا۔ پچاس باغی بندوقیں لئے سارے ملک میں سرخ جھنڈے والا گیت گاتے پھرتے تھے۔ اور بعض جگہ گولی بھی چلا دیتے تھے۔ (Venice) وینس میں ایک شخص میریو (Maris) زخمی ہوگیا - اور (Treviso) تریواسو میں ایک فاشٹ زخمی ہوا۔ (Crespano) کرسپانو میں فوج کے ہیڈکوارٹر (Head quarter) پر بیس پاگل عورتوں نے ہلہ بول دیا۔ قومی فوج کے افسروں کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔ (Venezia) و۔سزیا میں بھی باغیوں نے

فاشسٹوں پر حملہ کیا۔ یہ سب واقعات کیا ظاہر کرتے ہیں۔ 192 نمبر کی ریل گاڑی پر پتھر پھینکے گئے۔ اور کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیئے گئے۔ (Levenza) لیونزا میں ایک فوجی افسر کو پیٹ ڈالا۔ آپ ہی غور فرماویں کہ اون تینوں بغاوت کا کیا نتیجہ ہوا۔ سارے ملک میں ہل چل مچ گئی۔اور اب لوگ باگ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسی فاشسٹ حکومت درکار نہیں۔ جب اطراف میں جنگ ہو تو جو طاقتور ہوا کرتی ہے۔ وہی جیتا کرتی ہے۔ اور کس طرح سے جھگڑا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

اب تو معاملہ فیصلہ ہوگیا ہے۔ ہماری تحریک یعنی حکومت یا یوں کہو۔ ہماری پارٹی بالکل تیار ہے۔ حضرات آپ نے دھوکے میں مت آجانا۔ آپ کا خیال تھا کہ ہماری تحریک بس ہولی۔ مگر آپ یہ نہیں جانتے کہ میں اسے روکے کھڑا تھا۔ اور آپ شاید یہ سوچتے تھے کہ ہماری پارٹی مرچکی۔ کیونکہ میں اسے تھامے ہوا تھا۔ اگر میں سواں حصہ بھی اپنی طاقت کا خرچ کرتا۔ اور ذرا سا اشارہ بھی دے دیتا۔ تو آپ کی خیر نہ تھی۔ مگر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ میں ایسا کروں۔ حکومت پوری طرح سے اس بغاوت کا انسداد کرسکتی ہے۔ اٹلی میں امن کی ضرورت ہے۔ ہمیں صلح اور آشتی چاہیئے۔ اگر محبت کام نہ دے گی تو ہم زور آزمائی کریں گے مطمئن رہیئے کہ اس تقریر کے بعد اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر بالکل امن قائم ہوجائے گا۔ مت خیال کیجئے کہ ہم حکومت چاہتے ہیں یا صرف وہم کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنے ملک سے بے انتہاء محبت کا جذبہ ہے۔

میری اس پرزور اورخوف انگیز تقریر نے اٹلی کے فاشسٹوں کو جگا دیا۔ جیسے میں نے کہا تھا ویسے ہی ہوا اڑتالیس گھنٹوں میں سب جگہ امن و امان قائم ہوگیا۔ مخالفوں کے اخبار جو نفرت اور عناد پھیلا رہے تھے چپ ہوگئے ہماری تحریک پھر زور میں آگئی۔ اور ہم اپنی ذمہ داری کو سمجھ گئے۔ اور ہم آگے بڑھنے لگے۔ اور حکومت کا کام چلانے لگے۔ اس وقت لبرل وزیروں اور ایک فاشسٹ وزیر نے جو زیادہ سرگرم نہ تھا وزارت سے استعفے دے دیا۔ میں نے ان کی جگہ فاشسٹ وزیر مقرر کردیئے ہم گویا پہلے

والا طریقہ برتنے لگ گئے۔ یعنی دوسروں کی بات نہ مانتے تھے اور من مانی بات کرتے تھے ہماری تحریک اپنی کھوئی ہوئی روح کو پھر زندہ کر رہی تھی۔ جو ہماری تحریک کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اور پھر ہم میں آن ملے یہاں تک کہ ہم کو داخلہ بند کرنا پڑا۔ اب ہمیں مکمل فتح ہوگئی تھی۔ مخالف تحریکیں بھی فی الفور بند ہوگئیں۔ مثلاً" (Benelli) بے نیلی تحریک جو اٹلی کی لیگ کے نام سے چلائی گئی تھی۔ بیٹھ گئی اور دوسری تحریک (Garibaldi) گیری بالڈی کے پوتوں نے خفیہ طور پر شروع کردی تھی۔ وہ بھی بند ہوگئی۔ جنوری 1925ء کے آخیر میں ہمارے سب دشمن جن میں اون ٹینوں گروہ بھی شامل تھا۔ آپس کی خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ ہوگے۔ مجھے سب جگہ فتح نصیب ہوگئی۔ اور اب میں اپنی تحریک کو ایک منظم ادارے کی شکل دینے کے درپے ہوا۔

28 اکتوبر 1924ء والے دن قومی فوج نے جس میں بہادر فاشسٹ تھے۔ اور جو میری بنائی ہوئی فوج تھی۔ بادشاہ کے حضور وفاداری کی حلف اٹھائی۔ اٹلی کا نظام نامہ جو 1848ء کا بنا ہواتھا۔ اسے اب تبدیل کرنا لازمی تھا۔ کیونکہ نیا نظام قائم کرنا تھا۔ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے میں نے 18 شخصوں کی ایک کمیشن قائم کی۔ جس کے ممبر سیاست میں ماہر تھے اور میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اصلاحوں کی تجاویز جو آئین ساز مجلس کے سامنے رکھی جاویں تیار کریں۔ اس کمیشن کا نام (Solons) سولنس کمیشن تھا۔

کچھ دنوں بعد کمیشن نے اپنے کام کو ختم کردیا۔ اس نے پرانے نظام میں کچھ تبدیلیاں تجویز کیں۔ اور نئے ادارے قائم کرنے کی سفارش کی۔ ان سفارشات کی بناء پر میں نے اپنا کام شروع کردیا۔ کمیشن کی سفارشوں سے کوئی خصوصیت نہ ٹپکتی تھی۔ مگر اصلاح کرنے میں مجھے بڑی آسانی ہوئی۔ اور آخر ان اصلاحوں کو پارلیمنٹ نے بھی منظور کرلیا۔ خفیہ سوسائٹیوں کے برخلاف ایک قانون پاس ہوگیا۔ فری میسنوں کی مخالفت ختم ہوگئی۔ ان کی سوسائیٹاں قانوناً" بندکردی گئیں۔ 1925ء میں ایسی سوسائیٹیاں کیسے رہ سکتی تھیں۔ حکومت کی باگ دوڑ تو میرے ہاتھ میں تھی۔ اور

آئین ساز مجلس بھی میرے زیر اثر تھی۔ فی زمانہ ایسے خفیہ اداروں کا ہونا بالکل بے ہودہ بلکہ خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ میں نے یہ حکم دے دیا کہ سب سوسائیٹیوں کو اپنے اغراض اور مقاصد اور ممبروں کے نام اور سوسائٹی کی کاروائی شائع کردینی چاہئے خفیہ نہیں ہونی چاہئے۔

اسی زمانے میں (Federzoni) فیدر زونی نے جو وزیر داخلہ تھے۔ میری خواہش کے مطابق ایک نیا قانون عوام کی محافظت کے لئے تیار کیا۔ پہلے علاقوں کے حاکم کا انتخاب ہوا کرتے تھے۔ یہ طریقہ تقرری مجھے پسند نہ تھا۔ میں نے ہر ضلع میں مجسٹریٹ مقرر کردیئے اور شہر روما میں گورنر مقرر کیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کرلیا۔ کہ جن علاقوں میں مثلاً" (Sicily) سسلی اور (Surdina) سارڈینا وغیرہ میں مجرم پیشہ لوگ زیادہ ہیں۔ وہاں کا پورا پورا بندوبست کردوں۔ سب علاقے بدنام ہورہے تھے۔

فروری 1925ء میں میں سخت بیمار ہوگیا۔ یا تو حکومت ڈرتی تھی یا کسی اور وجہ سے میری صحت کے متعلق پوری خبر نہ دی گئی۔ میری حالت خراب تھی۔ چالیس دن تک میں گھر سے باہر نہ نکلا۔ میرے دشمن یہ امید کرتے رہے۔(اگرچہ ان کی امیدیں بر نہ آئیں) کہ بس اب میں مرجاؤں گا اور وہ یہ تو چاہتے ہی تھے فاشسٹوں کو بھی درست خبرت نہ ملنے کی وجہ سے بڑی تشویش ہوئی۔ مجھے تب ہی پتہ چلا کہ میرا زندہ رہنا میرے وفادار دوستوں اور عام لوگوں کے لئے کتنا ضروری تھا۔ لوگ مجھے بڑا ہی پیار کرتے تھے۔ اور دل سے چاہتے تھے۔ کالی قمیض والے تو میرے ملنے کے لئے بے تاب ہو رہے تھے۔ آخر کار مارچ کے اختتام پر جب ہماری تحریک کو قائم ہونے کی چھٹی سالگرہ تھی۔ جب میں مکان کے بالاخانے پر آیا۔ تو شہر کا شہر مجھے دیکھنے کے لئے نکل آیا۔ میں کمزور ہوگیا تھا۔ اور میرے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ لوگ مجھے دیکھ کر دلگیر ہوئے۔ میں نے لوگوں کو سلام کیا۔ اور کہ آج کل موسم بہار ہے۔ تمہارے لئے اچھے دن آرہے ہیں۔ وہ سن کر نہایت ہی خوش ہوئے اور لگے اس کی تفسیریں کرنے۔

دو بڑے ہوشیار اور لائق ڈاکٹر میرا علاج کرتے رہے۔ اور میں بالکل تندرست

ہوگیا۔ وہ لوگ۔ جو امیدیں کررہے تھے کہ میں مرجاؤں گا۔ بڑے مایوس ہوئے۔ جو لوگ اپنے دشمن کی موت چاہتے ہیں۔ وہ قابل نفرت ہوا کرتے ہیں۔ میں تو اب پہلے سے بھی زیادہ تندرست ہوں۔ پہلے ایک دفعہ جب مجھ پر گولی چلائی گئی۔ میں نے کہا تھا کہ گولیاں چل بسیں۔اور مسولینی زندہ رہا۔ اسی فقرے کو ہمیں نے دوبارہ دہرایا میری جان لینے کے لئے جو کوششیں ہوئیں وہ بھی ایک طرح سے عجیب آفتیں تھیں۔ جو میں نے برداشت کیں۔

یہ کام (Zaniboni) زنی بونی نے شروع کیا۔ وہ ایک جاہل سوشلسٹ تھا۔ اور اسے (Czechosalvakia) زیکو سلواکیا کے سوشلسٹوں نے ایک لاکھ پچاس ہزار (Frances) فرانک کے دوچک یعنی کل تین لاکھ فرانک دیئے تھے۔ تاکہ وہ ہماری تحریک کے برخلاف کام کرے۔ یہ شخص کوکین وغیرہ کا عادی تھا۔ اس نے یہ ہی مناسب سمجھا کہ میرا خاتمہ کردے جس دن اٹلی نے جنگ میں فتح پائی اس کی سالگرہ منائی جارہی تھی۔ وہ (Dragom) دراگونی ہوٹل کے ایک کمرے میں چھپ رہا۔ یہ ہوٹل میرے مکان کے عین سامنے تھا۔ اور بالا خانے سے میں اکثر جلوس وغیرہ دیکھا کرتا تھا۔ یہ جلوس جنگ میں کام آئے ہوئے سپاہیوں کی یادگار میں جو ستون بنایا گیا تھا۔ اس طرف جاتے تھے۔ اور وہاں پر پھول وغیرہ رکھا کرتے تھے۔ اور اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اور وہاں پر پھول وغیرہ رکھا کرتے تھے اور اپنی عقیدت کا مظاہرہ کیا کرتے تھے اس شخص کے پاس آسٹریلیا کی بنی ہوئی ایک عمدہ بندوق تھی اس کا نشانہ کبھی خالی نہ جایا کرتا تھا۔ (Zaniboni) زنی بونی نے ایک فوجی افسر یعنی میجر کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ تاکہ کسی کو شک نہ گزرے۔ اس دن کی صبح سے ہی وہ اپنا کام کرنے کے لئے تیار ہوکر آیا۔ پولیس دیر سے اس کا پیچھا کر رہی تھی۔ چند روز پہلے اسے جرنیل (Capello) کیپی لو نے روپیہ بھی دیا۔ اور کچھ ہدایتیں بھی دی تھیں۔ وہ فری میسنوں کے ساتھ ملاہوا تھا۔ مگر ان کا راز فاش ہوگیا۔ اور ایک گھنٹہ پہلے یہ سب گرفتار ہوگئے۔ اس طرح سے یہ پہلا وار خالی ہوگیا۔

اپریل 1926ء کے جب میں نے ڈاکٹروں کی بین الاقوامی کانگریس کا افتتاح کیا۔ تو ایک پاگل خاتون جو انگلستان کی رہنے والی تھی۔ میری موٹر کے پاس آئی اور اس نے نزدیک سے گولی چلائی۔ یہ گولی میرے ناک کے نتھوں کو چیرتی ہوئی نکل گئی ذرا اوپر لگ جاتی تو میں مرجاتا چونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا عورت پاگل سی تھی لوگوں کے اکسانے میں آگئی اور جن کا کچھ پتہ نہ لگا۔ میں نے اسے اٹلی سے نکال دیا۔ اب وہ اپنی ناکامیابی اور حماقت پر بڑی شرمسار تھی۔ کچھ دنوں بعد ہی جب کہ ابھی میرے ناک کا زخم ٹھیک بھی نہ ہوا تھا۔ میں کچھ افسروں کے ایک جلسے میں تقریر کررہا تھا کہ اگر میں آگے بڑھوں تم میرے پیچھے آؤ اور اگر میں پیچھے ہٹوں تو مجھے مار ڈالو۔ اور اگر میں مارا جاؤں تو بدلہ لو۔

میری جان لینے کا ایک اور قصد بھی کیا گیا۔ اب کے انار کسٹ (Anarchist) مسمی (Lucetti) لیوسٹی نے جو فرانس میں رہ کر آیا تھا۔ اور فاشسٹوں کو بڑی نفرت کیا کرتا تھا۔ اور مجھے بھی ناپسند کرتا تھا مجھ پر وار کیا۔ اگر کامیاب ہوجاتا تو بس میں مرجاتا۔ وہ ایک بڑے بازار میں میری تاک میں لگا رہا۔ اور چپکے سے داؤ لگاتا رہا۔ وہ آٹھ دن سے شہر روما میں مقیم تھا۔ اور اس کے پاس زبردست بم بھی تھا۔ اس نے میری موٹر کو شناخت کرلیا۔ اور جب میں اپنے گھر جارہا تھا۔ اس نے بم پھینکا یہ بم موٹر کے ایک کونے میں لگا۔ اور جب موٹر وہاں سے گزر گئی۔ تو پھٹا مجھے تو کچھ نہ ہوا مگر آس پاس میں بہت سے بے گناہ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے جن کو ہسپتال لے گئے۔

وہ شخص بعد میں گرفتار کیا گیا ور کہنے لگا کہ اسے فاشسٹوں سے سخت نفرت تھی۔ اس واسطے اس نے یہ حرکت کی میں نے بھی معاملہ کو اہمیت نہ دی۔ اور سیدھا اپنے مکان پر چلا گیا۔ مجھے انگلستان کے سفیر سے ملاقات کرنی تھی۔ حسب معمول جب میں بات چیت کررہا تھا تو مجھے لوگوں کا شور سنائی دیا۔ تب وہ سفیر یہ واقعہ سن کر حیران رہ گیا۔ اور ہماری گفتگو وہیں پر ختم ہوگئی۔

آخری دفعہ 31 اکتوبر 1926ء والے دن مجھ پر وار (Bologna) بولونا میں کیا گیا ایک نوجوان انارکسٹ کو کسی نے اکسایا۔ اس دن سب لوگ سلامی کے لئے جمع تھے۔ یہ نوجوان فوج کی صف میں سے نکل آیا اور اس نے میری موٹر کے اوپر گولی چلائی۔ میں بولونا(Bologna) کے مجسٹریٹ اریی ناٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ گولی میرے کوٹ کے پاس سے گزر گئی۔ لوگ طیش میں آگئے اور اس انارکسٹ کو وہیں خاتمہ کردیا۔

اور بھی کئی دفعہ میری جان لینے کے قصد ہوئے۔ میں تو تنگ آگیا اور سوچا کہ اب دشمنوں کو اس کھیل کو بند کرنا چاہئے۔ خفیہ سوسائیٹیوں اور دشمن اخباروں اور سیاسی پارٹیوں کا تو ایک ہی منشا تھا کہ تحریک کے بانی کا خاتمہ کردو۔ تو تحریک خود بخود مر جائے گی۔ ان کا خیال تھا کہ فاشسٹ تحریک صرف ایک شخص کی ہستی کے ساتھ تعلق رکھتی تھی اور وہ میں تھا۔ میرے سب دشمن خراب سے خراب لے کر بڑے ہوشیار تک اور بڑے سے بڑے چالاک سے لے کر بڑے متعصب تک یہ خیال کرتے تھے۔ اگر مسولینی کو مار ڈالا گیا تو اس کے ساتھ ہی اس کی تحریک بھی ختم ہوجائے گی۔ مگر عوام اس بات کو سمجھ گئے اور انہوں نے کہا ایسا کرنے والوں کو سخت سزا ملنی چاہئے۔ فاشسٹ بھی تنگ آگئے اور جو لوگ اس طرح سے سازشیں کرتے تھے ان کی تنبیہہ لازمی قرار دینے لگے تشدد کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ میں نے داخلہ وزارت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور حکومت کی محافظت کے لئے قانون جاری کردیا۔ اور قانون بھی ایسا بنایا جس سے ہماری متحدہ قومی زندگی مضبوط پایہ پر کھڑی ہوجائے۔

سب سے پہلے میں نے ان اخباروں کو بند کیا جو عوام کو اشتعال دیتی رہتی تھیں۔ پھر صوبوں میں ایسے حاکم مقرر کئے جو انقلاب پسند لوگوں کی قید کریں۔ غرضیکہ ایسے قوانین جو ہر طرح کی بد نظمی اور انتہا پسندی کے بر خلاف تھے۔ ہمارے ملک کے لئے نہایت ہی مفید ثابت ہوئے۔ میں نے اس سے اندازہ لگایا کہ تشدد کی پالیسی کا نتیجہ اچھا نکلا۔ سارے ملک کو معلوم ہوگیا کہ فاشسٹ تحریک اور قومیت ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں لوگ ایک دوسرے کو ستاتے ہیں اور بڑے بڑے آرام سے قانون کے تحت

ئیں زندگی بسر کرتے ہیں پرانے خیال کے انقلاب پسند لوگ بھی سمجھ گئے کہ باقاعدہ زندگی گزارنا سب کے لئے اچھا ہے۔ اور اس سے سب کو فائدہ پہنچتا ہے اب تو ان لوگوں کی تعداد جو تنگ خیال ہیں یا جو قانون کی خلاف ورزی کرنا چاہتے ہیں بہت کم ہوگئی۔ وزیر داخلہ ہونے کی حیثیت میں میں نے 6 جنوری 1927ء کو ایک سرکلر مجسٹریٹوں کے نام جاری کیا جس میں میں نے ان کے فریضہ کا ذکر کیا۔ آج کل تو اٹلی میں انصاف سنجیدگی اور محبت سے کام لیا جاتا ہے۔ کوئی کسی کو دکھ نہیں دیتا۔ نہ ہی کوئی جبر کر سکتا ہے بلکہ جو اچھے کام کرتے ہیں یا بہادری دکھلاتے ہیں ان کی قدر کی جاتی ہے۔ ہر طبقے کے لوگ اب حکومت کے بر خلاف کچھ نہیں کرتے۔ نہ ہی حکومت کی مرضی کے بر خلاف چلتے ہیں۔ لوگوں کو اب بالکل کھلے طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ وہ سب آپس میں بھائی ہیں۔ اور انہیں انصاف سے کام لینا ہے۔ گویا ہر طرح سے لوگ جاگ اٹھے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی کرنی ہے اور کام بھی کرنا ہے۔ اور امن بھی قائم کرنا ہے۔ پرانی سیاسی پارٹیاں ختم ہوگئیں ہیں۔ اب فاشسزم ایک حقیقت ہے۔ جو لوگوں کو بدل رہی ہے گویا اب ملک کے ملک کو نئی زندگی بخش رہی ہے۔ اور قوم کے اندر ایک تازہ روح پھونک رہی ہے۔

نواں باب

نئے راستے

جب کوئی نیا مکان تعمیر کرا رہا ہو - اور جب معمار اور لوہار بڑھئی اپنے کام میں لگ رہے ہیں۔ تو ایسے موقعہ پر مکان بنوانے والے سے (Bernard Shaw) برنارڈ شا کے ڈراموں کے متعلق رائے پوچھنا یا ایسے مضامین پر بات چیت کرنا مثلاً" یہ کہ آپ پہاڑوں کو یا سمندر کے کنارے کو تفریح اور کھیل کود کے لئے ترجیح دیتے ہیں۔ بالکل بے محل معلوم ہوتا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ مجھے اور میرے کام کو ایک دوسرے سے علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ بالکل بے معنی ہے۔ جو کام میں نے اب تک کیا یا آئندہ کروں گا وہ سمجھو میری زندگی ہی ہے میرا صبح سے لے کر آدھی رات تک کا محنت کرنا اور پھر صبح اٹھ کر اسی کام میں لگ جانا اور فاشسٹ حکومت کی بنیاد ڈالنا دو چیزیں نہیں۔ ایسا سمجھو کہ ایک ہی بات ہے۔ مجھے اور حکومت کو تانا بانا سمجھ لو۔ دوسر لوگ جب ایک درخت کو دیکھتے ہیں تو اس کی شاخوں اور پتوں کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں میں جب سیاسی زندگی کے درخت کو دیکھتا ہوں تو چاہے میں کیسا ہی ہوں۔ مجھے قسمت نے کچھ ایسا بنا دیا ہے کہ میرا سب خیال اور وقت اور طاقت قومی زندگی کے بنانے میں خرچ ہوتی ہے۔ میری زندگی کا راگ گویا قومی تعمیر ہی ہے اور میں دن رات حکومت طریقے اور ذرائع اور وسائل کے متعلق ہی سوچتا رہتا ہوں۔ یہ ایک ڈرامہ (Drama) سا معلوم دیتا ہے جب میں اپنی پچھلی شش سالہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں اور جن سیاسی مسائل کے میں نے حل کیا ہے وہ سمجھئے میری زندگی اور میرے ملک کی

زندگی میں ایک ایک باب کی حیثیت رکھتے ہیں چاہے یہ باب مختصر ہوں یا مفصل سادہ ہوں یا مرکب۔ ہیں تو انسانی تمدن کے لئے ایک عجیب و غریب تجربہ۔

میرے متعلق لوگوں کے دلوں میں بڑی غلط فہمی ہے۔ مگر مجھے اس بات کی پرواہ نہیں۔ لوگ میرے بر خلاف بہت کچھ کہتے ہیں اور وہ میری اغراض کو اچھی طرح سے نہیں بلکہ غلط بیانی کرتے رہتے ہیں۔ مگر میں کچھ خیال نہیں کرتا مجھے اتنی فرصت کہاں کہ اپنے متعلق جھوٹے قصے کہانیاں سنتا رہوں۔ اور ایسا کرنے سے حاصل بھی کیا ہوگا۔ میں نے اپنے ملک کو متمدن کرنے اور اسے مہذب ممالک کی فہرست میں شامل کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ اور اسی اہم کام کو میری روزانہ زندگی اور میرا تخیل اور میرے احساسات سمجھنے چاہئیں۔ جو باتیں میرے ملک کی گراوٹ کا سبب تھیں اور میری قوم کو اٹھنے نہ دیتی تھیں۔ ان کے بر خلاف میں نے خوب جنگ کی۔ اور یہ واقعات وہی یادداشتیں ہیں جو میں نے سلسلہ وار قلمبند کیں ہیں۔ اس جدوجہد میں جب میں اپنی زندگی کے حالات لکھ رہا تھا۔ دو باتیں بڑی ہی نتیجہ خیز ثابت ہوئین اول تو یہ کہ میں زندگی کے واقعات کو سادہ طریق سے بیان کرتا ہوں۔ لفاظی مجھے اچھی نہیں لگتی۔ جو لوگ زیادہ باتیں کرتے ہیں وہ اکثر فضول ہوتے ہیں ایسا سمجھو کہ لفظ ان سپاہیوں کی طرح ہیں جو جنگ میں جاتے ہیں اور پھر لوٹ کر نہیں آتے۔ بزدلی سستی اور کاہلی ایسے سپاہیوں کا وطیرہ ہوتا ہے۔ بھلا کس طرح انہیں فتح نصیب ہوسکتی ہے مجھے لفاظی سے سروکار نہ تھا۔ بہت سے لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ میں صلح کا دشمن ہوں۔ ایسے لوگوں کا چاہئے کہ میری زندگی کے حالات کو غور سے پڑھیں۔ واقعات کو ملاحظہ کریں۔ اور احمق لوگوں کے الزامات کا خیال نہ کریں۔ میرا شروع سے ہی یہ خیال تھا کہ اٹلی کی خارجہ پالیسی کو سرے سے بدل دینا چاہئے۔ یاد رہے کہ مجھے پوری طرح سے معلوم تھا کہ میرا ملک دیگر ممالک کے مقابلے ہر پہلو سے مثلا اقتصادیات اور روحانیات میں آگے نکل سکتا ہے۔ اسے بدلنا واقعہ میں ہمارے واسطے ایک نئی بات تھی۔ غلط فہمی کا بڑا اندیشہ تھا۔ پرانے اثرات اور خیالات کو بدلنا آسان کام نہ تھا۔ نہ

صرف میرے ہی ہم وطن بدگمان تھے بلکہ غیر ممالک کے لوگ بھی بد ظن تھے۔ مجھے یہ بات بھی معلوم تھی کہ اگر میں نے نئے نظام کو لوگوں کی خلاف مرضی جاری کیا تو میری وزارت کے سب چھوٹے موٹے کام یہ ظاہر کریں گے کہ میں پرانے نظام کو جو مدتوں سے قائم تھا۔ اور ملک کے بین الاقوامی اور سب موجودہ تعلقات کو ایک دم بدلنا چاہتا ہوں۔ اور یہ لوگوں کو گوارا نہ تھا۔ مگر یہ خیال بالکل غلط تھا۔ نئے نظام کو قائم کرنے سے بھلا بین الاقوامی تعلقات کو کیا نقصان پہنچتا تھا۔ اپنی قوم کو وہ درجہ دینا جو اس کے حقیقی مقام ہے۔ اور اسے مضبوط اور طاقت ور بنانا کوئی برا کام تو نہ تھا۔ اصلی سوال تو یورپ کی حکومت کو ان کی ذمہ داری جتلانا تھا۔ جنگ عظیم کے بعد ان حکومتوں نے اٹلی سے منصفانہ سلوک نہ کیا تھا۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہ تھا۔ مہینوں تو غیر ممالک کو یہ بات سمجھانے لگ گئے۔ کہ ہم کوئی دھوکہ نہیں دینا چاہتے۔ ہم تو سیدھا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں کوئی ٹیڑھی چال نہ چلیں گے۔ ہماری خارجہ پالیسی واقعات پر قائم کی جائے گی۔ اور ہم ہوشیاری سے کام لیں گے۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ملک بھی ہم سے انصاف کے ساتھ برتاؤ کریں۔ ایسے رویہ سے قدرتی طور پر ہمارے ملک کی قدر دوسرے ملکوں کی نظر میں اس نئے زمانے سے زیادہ ہوگئی ہے۔

1982ء کے بہار کے موسم میں اٹلی کی (Senate) سینٹ میں جو تقریر میں نے خارجہ پالیسی کے متعلق کی اس میں قومی اور بین الاقوامی معاملات کا میں نے کھلے طور پر ذکر کیا اور جو واقعات تھے وہ سب بیان کردیئے جو کام میں نے کیا تھا۔ وہ بھی کہہ سنایا۔ اور خلاصہ کے طور پر جو میری وزارت نے کیا کیا تھا وہ بھی بتلادیا۔ گویا اس تقریر میں جو کچھ ہمارے ملک نے ابھی کر کے دکھلانا تھا۔ اس کا نقشہ بھی کھینچ دیا گیا۔ مگر اس نتیجہ پر پہنچنے سے پہلے مجھے بڑی دشوار گزار مشکلات پیش آئیں۔ مجھے اچھی طرح سے معلوم تھا کہ لوگ حکومت سے بد ظن ہوجائیں گے۔ اور یہ ہی کہیں گے کہ (Rome) روما ہی سے سب خرابیاں شروع ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک کے دشمنوں کی خارجہ پالیسی کے معاملہ میں ہر طرح کی غلط افواہیں پھیلا کر مجھے بدنام کیا جائے۔ جو کچھ میں کرتا اسے

دوسرے ڈھنگ میں توڑ موڑ کر بتلاتے۔ مگر آخر سچ سچ ہی ہوتا ہے چونکہ میری پالیسی درست اور سادہ ہوا کرتی ہے۔ جھوٹ اور فریب اور ٹیڑھے پن سے کچھ نہ بنتا تھا۔ بھلا سچ کو آنچ کہاں۔

ہر ایک ملک میں خارجہ پالیسی چاہے کیسی ہی اچھی اور پسندیدہ کیوں نہ لوگوں کی جہالت یا بدگمانی کی وجہ سے ہمیشہ ناپسندید کی جاتی ہے۔ جب میں ملک کے اندر سیاسی زندگی میں امن اور امان پیدا کرچکا۔ اور ہماری خارجہ پالیسی بھی سیدھے راستے پر آگئی تو لوگوں نے نقطہ چینی شروع کردی۔ میں بڑا حیران ہوا۔ نقص نکالنے والوں میں ایک وہی (Count Sforza) کاؤنٹ سفورزا تھے۔ جو اکتوبر 1922ء میں اٹلی کی طرف سے پیرس میں سفیر بن کر گئے تھے۔ یہ شخص بڑا باتونی تھا۔ اور پہلی حکومتوں میں وزیر رہ چکا تھا۔ اور غیر ذمہ دارانہ طریقے پر بات کیا کرتا تھا اور اڈریاٹک (Adriatic) والے معاملے میں اس کا رویہ ہمارے ملک کی بے عزتی کا باعث بنا تھا۔ یہ کچھ جانتا اور بوجھتا نہ تھا اور خارجہ معاملات میں اس قدر حماقت سے کام لیتا تھا کہ اسے اپنی عزت کا بھی خیال نہ تھا۔ جب اٹلی بڑے بڑے کاموں کی تیاریاں کر رہا تھا تو اسے اپنی فکر لگی ہوئی تھی اور ملک کی خدمت بالکل نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فاشسٹ حکومت کے لئے پیرس میں مشکلات کھڑی کردیں۔ پہلے سے ہی فرانس کی سیاسی پارٹیاں ہمارے بہت بر خلاف تھیں۔ وہ متحد اٹلی کو دیکھ کر جلتی تھیں۔ (Count Sforza) کونٹ سفورزا کھلم کھلا میری خارجہ اور داخلہ پالیسی پر نقطہ چینی کرنے لگا۔ اور ہماری تحریک اور طریقہ حکومت کے بر خلاف ہوگیا۔ میں نے اس کے نام ایک تار بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

آپ کا اپنے کام سے مستعفی ہونا پیشتر اس کے آپ کے پاس خارجہ پالیسی کے متعلق میری ہدایات پہنچے۔ نہایت ہی نامناسب اور غیر موزوں معلوم ہوتا ہے۔ میں اس پالیسی کو پارلیمنٹ میں پیش کرنے والا ہوں۔ آپ کا یہ خیال کہ میری ہدایات فضول اور نکمی ہوں گی غلط ہے۔ آپ اپنی جگہ پر ٹھہرے رہئے اور حکومت کے لئے

مشکلات کا باعث نہ ہوجائیے۔ موجودہ حکومت قومیت کی ضمیر کا مظہر ہے اور آپ کے متعلق جو فیصلہ کرنا ہے اسے آپ کے جواب آنے تک ملتوی رکھتا ہوں۔ بذریعہ تار جواب دیجئے۔

(Count Sforza) کونٹ سفورزا نے اس تار کا کچھ ایسا ویسا جواب دیا میں نے ان کو روما بھلا بھیجا۔ اور کچھ بات چیت ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ اتفاق رائے ممکن نہیں۔ اس لئے میں نے انہیں ان کے عہدے سے بر طرف کردیا۔ وقت آگیا تھا کہ وہ لوگ جو ماتحت ہوں مرکزی حکومت کے سامنے بحث مباحثہ نہ کریں۔ کیونکہ سیاسیات میں نظام کو قائم رکھنے کے لئے حکم ماننا لازمی ہوتا ہے۔ ہمارے سفیر جو دوسرے ملکوں میں ہمارے ملک کے نمائندے ہوکر جاتے ہیں۔ ان کا پہلا فرض اپنے ملک کی خدمت کرنا ہوتا ہے۔ خودداری اچھی نہیں ہوتی۔ میرا ایسا کرنا تھا کہ سب سفیر اور ایلچی سمجھ گئے۔ اور ان کے لئے ایک مثال قائم ہوگئی اور پھر انہوں نے حکومت کے احکامات کی خلاف ورزیاں نہ کیں۔

خارجہ پالیسی کا فیصلہ کرکے میں نے ان سیاسی مسائل کا حل کرنا شروع کردیا۔ جس پر ہماری آئندہ ہستی کا دارو مدار تھا۔ پہلی حکومتوں نے کام بہت بگاڑ رکھا تھا۔ مثلاً" بہت سے صلح کے عہد نامے تھے۔ جو نقائص سے پر تھے۔ مجھے انہیں دیکھنا تھا۔ اور درست کرنا تھا۔

مثلاً(Jugo - Salvia) یوگو سلاویا کے ساتھ جو ہمار عہد نامہ ہوا تھا۔ اور (Rapallo) رپالو کے عہد نامے کے نام سے مشہور تھا۔ وہ تو بہت ہی برا تھا۔ اسے درست کرنا تھا۔ سولہ نومبر 1922ء والے دن پارلیمنٹ میں عہد ناموں کے نازک معاملے پر تقریر کرتے ہوئے میں نے کہا تھا۔ اور اب بھی میرا وہی خیال ہے کہ عہد نامے خواہ برے ہوں یا اچھے ہمیشہ پورے کرنے چاہئیں ایک عزت دار قوم کے لئے ایسا کرنا لازمی ہے مگر کوئی عہد نامہ ایسا نہیں کہ بدلا نہ جاسکے۔ ان پر حتمیت کی مہر نہیں لگ سکتی۔ دوسرے ملکوں کے ساتھ جو ہمارے تعلقات ہیں انکے متعلق میں نے

یہ کہا "نہ تو ہم دوسرے ملکوں کے غلام رہیں گے اور نہ ہی ہم سب کچھ چھوڑ کے دوسروں کے حوالے کردیں گے۔ ہم تو خود مختار ہونگے۔ اور اپنی بات کو پورا کر دکھلائیں گے۔

نومبر 1922ء لاسان میں فرانس کے وزیر پائین کیر سے اور لارڈ کرزن سے جو انگلستان سے آئے ہوئے تھے۔ ملا میں نے وہاں فوراً ہی کہہ دیا کہ ہم تو متحدہ قوموں (Allies) کے برابر حق رکھتے ہیں غرض ملاقاتیں ہوتی رہیں اور بعض دفعہ ہنسی مذاق بھی ہوتا تھا۔ وقت آگیا تھاجبکہ انگلستان اور فرانس بین الاقوامی معاملات اٹلی کے برابر خیال کئے جائیں۔ کیونکہ قربانی اور قومی خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم کسی طرح بھی دوسرے ملکوں سے کم نہ تھے۔ جب میں لاسان میں تھا۔ تو میں رومانیہ کے وزیر خارجہ سے بھی ملا۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کے سفیر جو کہ امریکن وفد کے صدر بھی تھے۔ اور جن کانام (R.W.Child) رچرڈ واش برن چائلڈ تھا۔ ان سے بھی ملا اور میں نے (Dodecanes) ڈوڈی کینس کے سوال کو بھی نہ اٹھایا - غرض وہاں جانے سے مفصہ ذیل نتیجے حاصل ہوئے

اول ہم نے مدبرین کو یہ بات ذہن نشین کرادی کہ ہم ایک باعزت قوم ہیں۔

دوم ہم نے خارجہ پالیسی میں ایک نیا اصول قائم کیا۔ یعنی میں سیدھا مدبرین غیر ممالک سے بات چیت کرنے لگا۔

اسی سال دسمبر میں میں نے وزرا کی کونسل میں اہم اعلانات امور خارجہ کے متعلق کئے۔ میں نے رپالو والے عہد نامے پر پھر سے غور کیا۔ میں فیوم اور (Dalmatia) دالمیٹیا والے معاملے کو دوسرے عہد ناموں کی روشنی میں پھر دیکھا اور اسے حاصل کرنا چاہا۔ میں دوبارہ لارڈ کرزن سے ملا۔ اور پھر میں لنڈن بھی گیا۔ جہاں کچھ دن رہا۔ انگریزوں نے میری بڑی خاطر کی اور وہاں کی سیاسی دنیا نے میری باتیں بڑی توجہ سے سنیں (متحدہ قوموں کے قرضے کا سوال در پیش تھا۔ میں پہلے سے ہی امریکہ کے اور انگلستان کے سفیروں کے ساتھ اس معاملے کے متعلق بات چیت

کر چکا تھا۔

میری ایک تجویز تھی جو اس مسئلہ کو حل کر سکتی تھی۔ اور وہ تجویز بھی نہایت ہی معقول تھی۔ متحدہ قومیں بھی اس تجویز کو پسند کرتی تھیں۔ مگر کچھ فروعی اختلافات تھے جن میں سے ایک فرانس کا (Ruhr) رہر کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ تجویز منظور نہ ہوئی اور قرضے کا سوال بھی حل نہ ہوا۔ ساتھ ہی جرمنی کے تاوان کا سوال بھی رہ گیا۔ اگر میری تجویز مان لی جاتی تو سب اقتصادی مشکلات ساتھ ہی ساتھ حل ہوجاتیں۔ میں خارجہ پالیسی میں بین الاقوامی اقتصادیات کا بھی لحاظ رکھا کرتا ہوں۔ 1923ء میں میں نے اقتصادی بنا پر بہت سی قوموں کے ساتھ تجارتی معاہدے کئے۔ اور مجھے کامیابی ہوئی۔ مجھے جب لوگ کہتے ہیں کہ میں صلح کے بر خلاف ہوں تو مجھے بڑی ہنسی آتی ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میں یہ معاہدے کیوں کرتا پھرتا۔ ان معاہدں سے ہماری اقتصادی اور مالی مشکلات حل ہوگئیں۔ فروری 1923ء میں میں نے سوئٹزر لینڈ (Switzer land) کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا۔ جو (Zurich) زیورچ میں ہوا میں نے (Washington) واشنگٹن کے عہد نامے کو تصدیق کیا۔ جس میں ایک شرط تھی کہ بحری سامان میں تخفیف کی جائے۔ اسی طرح سے زکو سلاویہ اور (Poland) پولینڈ اور (Spain) ہسپانیہ اور فرانس کے ساتھ بھی عہدو پیان کئے گئے یہاں تک کہ سوویٹ روس کے ساتھ بھی تجارتی معاہدے نئے سرے سے شروع کر دئے گئے۔

بین الاقوامی تعلقات قائم کرنے میں ہمارا ملک سب سے پہلے قدم اٹھاتا۔ ہم تو صلح اور آشتی چاہتے تھے۔ جتنی ہماری دیگر اقوام کے ساتھ دوستی ہوتی اتنا ہی امن زیادہ ہوتا۔ ہاں ہم اپنی خود مختاری کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ نہ ہی ہم دوسروں کے لئے شطرنج کے پیادے بننا پسند کرتے تھے۔ ہماری کوشش تو یہ تھی کہ ہم آہستہ آہستہ صلح قائم کردیں۔ اور وہ صلح خیالی نہ ہو بلکہ حقیقی ہو اور واقعات پر مبنی ہو۔ میں نے مضبوط ہونے پر بڑا زور دیا ہے مگر میں نے ساتھ ہی فیاضی سے کام لیا ہے۔ بین الاقوامی تعلقات درست کرنے کے لئے ہمیں خارجہ وزارتوں کے ادارے منظم کرنے لازمی

ہیں۔ یہ ادارے پرانے طریقے پر چلے جارہے ہیں۔ اور جو لوگ وہاں کام کرتے ہیں وہ حکومت پسند اور ڈھیلے ڈھالے ہیں۔ اور صرف تنخواہ اور ترقی کے خواہاں ہیں۔ میں نے سفارت خانوں کی اصلاح کی اور غیر ممالک کے سفیر ہٹا دیئے۔ یہ کام بڑا مشکل کا تھا۔ اور پیچیدہ بھی۔ پرانے سفارت خانوں کو نئے طریقے پر قائم کرنا تھا۔ مجھے بڑی محنت کرنی پڑی۔

• جب میں اس مشکل کام میں مشغول تھا اور ساتھ ہی (Adriatic) ایڈریاٹک کے سوال پر غور کر رہا تھا (Albania) البانیہ سے خبر موصول ہوئی کہ ہمارے جنگی مشن (Mission) کو شارع عام میں سرحدی لٹیروں نے دھوکے سے تہ تیغ کر دیا ہے۔ اس قتل عام میں بہت سے بہادر افسر اور سپاہی کام آئے۔ یہ مشن اور خارجہ مشن (Mission) کے ساتھ بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق کسی خاص کام کے لئے (Albania) البانیہ جا رہا تھا۔ ہمارے ملک میں اس واقعہ نے بڑی ہل چل مچادی۔ پہلے بھی ایسے واقعات ہوچکے ہیں اور ہمیشہ ان کے دریغ کے لئے سختی سے کام لیا جاتا رہا ہے۔ میں بھی اپنے ملک کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے یونان کو کہہ بھیجا کہ ایک تو معافی مانگو اور دوسرے پانچ کروڑ (Lire) لیرے تاوان دو۔ یونان نے بالکل پرواہ تک نہ کی۔ بلکہ کچھ اور ملک بھی اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔ جو کہنے لگے کہ کچھ پرواہ نہ کرو۔ میں ایسا کمینہ پن کبھی نہ کرتا۔ بلا تامل میں نے فوراً ہی ایک بحری فوج جزیرہ کارفو کو روانہ کردی۔ ہمارے جہاز وہاں جا ٹھہرے۔ میں نے دیگر ممالک کو بھی اطلاع دے اور لیگ آف نیشن (League Of Nation) نے صاف جواب دیا اور کہا کہ ہم تو اس مشکل سوال کو حل نہیں کرسکتے۔ میں نے کارفو پر قبضہ کرلیا۔ اور کہہ دیا کہ اٹلی لیگ سے بھی اپنا نام کٹوا دے گا۔ اگر کوئی تسلی بخش فیصلہ نہ ہوا یہ کوئی لفظی بحث نہ تھی۔ اٹلی کے افسر اور سپاہی مارے گئے تھے۔ بھلا ایسے افسوسناک واقعہ پر میں کس طرح چپ بیٹھا رہ سکتا تھا۔ اس معاملے کے متعلق اس قدر غلط بیانی اور بے ہودگی ظہور میں آئی کہ میں سب واقعہ کو سادہ طور پر اور عام فہم طریقے میں بیان کردینا

مناسب سمجھتا ہوں۔

پہلے یہ معاملہ سفارتوں کی کانفرنس میں پیش ہوا۔ اور اس کانفرنس نے ہمارے حق میں فیصلہ دے دیا۔ یونان نے بھی تسلی بخش جواب دیا اور تاوان بھی ادا کردیا۔

میں اس تاوان میں سے ایک کروڑ لیرے (Lire) لیرے یونان کے پناہ گزینوں کو دے دئے۔ باقی تاوان ہم نے وصول کرلیا۔ اور فوج کو بھی واپس بلا لیا۔ اور معاملہ ختم ہوا۔ اسی مہینے چند ایک افسوسناک واقعے ہوگئے۔ ہماری خارجہ پالیسی سے میرے ہم وطن تو بہت خوش ہوئے مگر غیر ممالک میں اسے پسند نہ کیا گیا۔ ایک توپالیسی کچھ غیر معمولی سی تھی۔ اور دیگر ممالک اٹلی کے حقوق کو پائمال نہ کرسکتے تھے۔ اور میں اسے الٹ پلٹ بھی نہ ہونے دیتا تھا سینٹ میں بھی میں نے یونان کے واقعہ کے متعلق بہت کچھ کہا اور فیوم کے سوال کو بھی زیر بحث لایا۔ اور دوران تقریر میں میں نے یہ بھی کہا کہ فیوم والا معاملہ تو نہایت ہی شرمناک ہے مگر میں یوگو سلاویہ سے اس کے متعلق بات چیت کر رہا ہوں۔ اور میں نے ریپالو کے عہد نامے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ایڈریاٹک میں ہمارے ملک کی بڑی حق تلفی ہوئی تھی۔ آخر سینٹ نے میری خارجہ پالیسی کو پسند کیا۔ اور جو کچھ میں نے کیا تھا اسے بھی منظور کرلیا۔

جنوری 1924 کو ہمارے اور سربیا کے ایک بڑے مدبر مسمی (Pasic) پاسک اور **یوگو**سلاویہ کے وزیر (   ) نن سک کے درمیان ایک نیا عہد نامہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فیوم ہمارے ہاتھ لگا۔ 1925ء میں بھی بات چیت جاری رہی اور دونوں ممالک کے آپس کے تعلقات پہلے سے بہتر ہوگئے۔ (Jugo Slavia) یوگو سلاویہ نے ابھی تک عہد نامے کی تصدیق نہ کی مگر آخر کار(Dalmatia) دالمیتیا ہمیں نہ مل سکا۔ یہ علاقہ ہمارے لئے بڑا متبرک علاقہ تھا۔ کیونکہ در اصل یہ اٹلی کا حصہ ہوا کرتا تھا اور (London Pact) لندن کے معاہدے کے مطابق ہمیں ہی ملنا چاہئے تھا جو عہد نامہ میں نے ان دو مذکورہ بالا وزیروں کے ساتھ مل کیا تیار کیا تھا ایک بہترین عہد نامہ تھا۔ اور یوگو سلاویہ نے شرائط کی تصدیق نہیں کی ہے۔ پھر بھی ہماری سرحدیں بالکل

محفوظ ہیں۔ کم سے کم ہم میں باہمی سلوک قائم رہے گا۔

1924ء میں جو خارجہ سیاسی پروگرام سینٹ میں طے ہوا۔ اس میں 315 ووٹ ہمارے حق میں تھے۔ اور صرف چھ ووٹ بر خلاف تھے۔ اور 26 ممبر غیر حاضر تھے۔ اسی سال دسمبر میں (Chaimberlain) چیمبرلین سے ملاقات ہوئے۔ وہ انگلستان ے وزیر خارجہ تھے۔ جب کبھی بین الاقوامی معاملات پر ان سے بات چیت ہوئی۔ انہوں نے ہمیشہ ہمارے ساتھ اظہار دوستی کیا ہے۔ 1925ء میں افغانستان کی حکومت سے میرا کچھ جھگڑا ہوگیا۔ کابل میں ہمارے ملک کا انجینئر مسمی (Piperno) پائی پرنوں رہا کرتا تھا۔ وہ وہاں کام اور مطالعہ کے لئے گیا تھا۔ اور کسی معاملے پر جھگڑا ہونے سے وہ مارا گیا۔ وہاں کی حکومت نے اس کے عیال کو تاوان دینے سے انکار کیا۔ میں نے زور دیا کہ حکومت کو تاوان دینا ہی پڑے گا۔ اگر اگرچہ ہمیں حق حاصل تھا پھر بھی ہم نے افغانستان کے منہ پر دوستی کا دروازہ بند نہ کیا۔ جب وہاں کا بادشاہ ہمارے ملک میں آیا تو ہم نے بڑی سرگرمی سے اس کا خیر مقدم کیا۔

سیاسی آسمان پہ بادل آیا جایا کرتے ہیں۔ اب کے ایک نیا بادل آنکلا۔ جرمنی نے ہمارے مشرقی مقبوضات میں ہمارے بر خلاف بہت کچھ کہا سنا۔ فروری 1926ء میں جب کہ ہماری تحریک (Adige) ایڈج کے علاقے میں جڑ پکڑ گئی۔ اور اس علاقے میں جرمن بھی آباد تھے۔ تو مجھے جرمنی کے متعلق کچھ کہنا پڑا۔ میں نے دو بڑی سیدھی سادی تقریریں کیں۔ جس سے سازش کرنے والوں کے دل دہل گئے۔ ایسے لوگوں میں کوئی حوصلہ وغیرہ نہیں ہوتا۔ میں نے اٹلی کے سفیر (Bosdari) بوسداری کو ملازمت سے بر طرف کردیا۔ اس نے ہمارا سفیر ہوتے ہوئے ایک ایسا رویہ اختیار کیا تھا جس سے ہمارے تعلقات جرمنی سے بڑے کشیدہ ہوگئے۔ اسے ایسا کرنا مناسب نہ تھا۔ میری صاف تقریر اس موقعہ پر ویسی ہی تھی۔ جیسے میں نے ایک دفعہ پہلے آسٹریا کے وزیر اعظم کی پالیسی کے متعلق دی تھی۔ اس تقریر سے جرمنی کی شرح کے متعلق جو سوال تھا۔ وہ صاف ہوگیا (Adige) ایڈج کے سوال کے ساتھ دیگر ممالک کے سوال بھی

وابستہ تھے۔ میں نے اسی زمانے میں بلگیریا' پولینڈ' یونان' ترکی اور رومانیہ کے خارجہ وزیروں سے بھی ملاقاتیں کیں۔

روما اس وقت سیاسیات یورپ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ میری خارجہ پالسی جس پر میرے ہم وطن عمل پیرا تھے۔ دوسری قوموں کی نظر میں بڑی اہمیت رکھنے لگی۔ وفاداری ہماری قوم کی کامیابی کا باعث ہوئی۔ میں کبھی ادھورے اور بے معنی کام نہیں کیا کرتا۔ آپ میری پالیسی میں یہ باتیں بالکل نہ پائیں گے۔ میں ہمیشہ استقلال اور مضبوطی سے کام لیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میرے ہم وطن میرے ساتھ ہیں۔ اور وہ اپنے فریضہ کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے حقوق کی حفاظت کرنی ہے۔ اور ان کی قدر کرنی ہے۔

میں نے اپنے ہم وطنوں کو جو اٹلی سے باہر ہیں۔ اور برادرانہ رواداری کے پیغامات بھیجے ۔ میں نے انہیں اپنا ہم وطن کہہ کر خطاب کیا۔ اگرچہ اب وہ دوسرے ملکوں میں آباد ہیں۔ میری مراد یہ کہ وہ کسی طرح سے بھی ہم سے درجے میں کم نہیں ہیں۔ جن ملکوں میں میرے ہم وطن آباد ہیں میں نے ان کے حقوق کی محافظت کی ہے۔ مگر ان ملکوں کے اصلی باشندوں کو میں نے کچھ نہیں کہا۔ حقوق کی محافظت بھی بین الاقوامی قوانین کے ماتحت کی گئی۔ تاکہ قوموں کے باہمی تعلقات بنے رہیں۔

جو لوگ ہمارے ملک میں بیرونجات سے داخل ہوئے ہیں۔ چاہے وہ تفریح کے لئے یا دینیات کے مطالعہ کے لئے یا تجارت کے لئے آئے ہوں۔ ہم ان سے بڑے تپاک سے اور محبت سے پیش آتے رہے ہیں۔ میں نے اپنے ہم وطنوں کو سکھلایا ہے کہ وہ غیر ممالک کے نمائندوں کے ساتھ بڑی خوش اسلوبی سے پیش آئیں۔ یہاں تک کے میرے خیال میں سیاسی جھگڑوں میں عوام کا مظاہرہ بالکل نامناسب ہوتا ہے سفیر اور ایلچی تو ہمارے مہمان ٹھہرے۔ پرانے طریقے کی جمہوری حکومتیں ایسی مظاہروں کی اجازت دیتی ہوں گی۔ فاشسٹ حکومت اس کی قائل نہیں بعض وقت حالت نازک بھی ہوجاتے ۔ اور ایسے مظاہروں کا خطرہ بھی تھا مگر میں نے لوگوں کو حد اعتدال س بڑھنے

نہیں دیا۔ خارجہ اخبارات اکثر مبالغہ آمیز خبریں پھیلاتی رہتیں۔ مگر میں نظام کو قائم رکھتا تھا۔ اگرچہ یہ کام نہایت ہی مشکل تھا۔

اٹلی کی خارجہ پالیسی جیسے میں چلاتا تھا۔ بالکل سادہ اور عام فہم تھی اور وہ مفصلہ ذیل اصولوں پر مبنی تھی۔

اور یہ کہ ہم صلح چاہتے تھے۔ اور ہماری یہ خواہش صرف لفظی یا کاغذی نہ تھی۔ بلکہ اس کو سرانجام دینے کے لئے فی الحقیقت میں نے عہد نامہ اور معاہدے کئے۔ جن سے آپس میں صلح ہو اور میری قوم کی قدرو منزلت زیاہ ہو۔ دوئم یہ کہ میں بڑی سلطنتوں کے ساتھ مل نہ گیا۔ بلکہ ان کے ساتھ بھی عہد نامے ہی کئے۔ تاکہ دوسرے ملکوں کے ساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات بنے رہیں۔ خاص کرکے ایسی قوموں کے ساتھ جو سیاسی دنیا میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ مثلاً انگریز

بلکہ میں نے سب چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے ساتھ بھی معاہدے کئے تاکہ ہمارے ملک کا نفوذ ان میں بھی قائم رہے۔ مثلاً (Albania) البانیا اور (Hangry) ہنگری اور (Turky) ترکی کے ساتھ معاہدے ہوگئے بحر روم (Mediterranean Sea) میں صلح قائم رکھنے کے لئے میں نے ہسپانیہ سے دوستی کی۔ اور اس لئے کہ ہماری تجارت اور صنعت و حرفت ترقی کرے۔ میں نے روس کے ساتھ تجارتی تعلقات پھر سے قائم کئے وہ لوگ بالکل ہی بے سمجھے ہیں۔ جو ان باعزت تعلقات کا خیال نہیں کرتے لیگ آف نیشن اور لوکارنو کا عہد نامہ اس بات کے گواہ ہیں کہ ہمارا رویہ غلامانہ نہ تھا۔ جو شرطیں فضول تھیں مثلاً یہ کہ سب اسلحات جنگ کم کئے جائیں۔ انہیں میں نے قبول نہ کیا۔ میرا خیال تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں میں نے سفیروں کے ادارے سب پہلے کی نسبت زیادہ منظم کردیئے۔ اور ان میں فاشسٹ خیالوں کے لوگ مقرر کر دئے۔ یہ ادارے جنگ عظیم کے وقت کے تھے۔ اب نے نظام کے نیچے آگئے۔ میں نے خارجہ مقبوضات میں بھی فاشسٹ نظام کو جاری کردیا۔ میں چاہتا تھا کہ لوگ حکومت کی تابعداری کرنا اور آرام سے رہنا سیکھیں۔ وہاں کے حکمرانوں کو بھی جاننا چاہئے کہ

فاشسٹ پالیسی کو ہر جگہ چلاتا ہے۔ نہ ہی صرف اٹلی کر رہنے والے ہی ہماری تحریک کی قدر دانی کرتے تھے بلکہ میرے ہم وطن جو دیگر ممالک میں آباد تھے۔ وہ بھی اس کی قدر کرنے لگ گئے۔ اب دیگر اقوام بھی اٹلی کی قدر کرتی ہیں اور بین الاقوامی معاملات میں ہماری بھی سنی جاتی ہے۔ میری خارجہ پالیسی ہمارے خاجہ مقبوضات پر چسپاں ہو سکتی ہے۔ یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ ہمارے ہم وطن جو دوسرے بر اعظموں میں مثلا افریقہ اور امریکہ میں جابسے ہیں۔ اور وہاں انہوں نے نئے ملک آباد کئے ہیں۔ انہوں نے جنگ سے پہلے اور بعد میں بھی بڑا ایثار اور قربانی دکھلائی تاہم انہیں ابھی تک اس بات کا احساس نہیں کہ ابھی بہت کچھ ہوسکتا ہے۔ ابھی ہماری کوششیں پوری طرح سے بارور نہیں ہوئیں اگرچہ ہم جنگ عظیم میں اور اس کے بعد بھی وفاداری اور جان نثاری کا حق ادا کرتے رہے۔ مگر ہماری مرادیں بر نہ آئیں۔

مقبوضات خارجہ صرف ہماری بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے بسنے کے مقام نہ تھے۔ ان کے ہمارے زیر حکومت ہونے سے ہماری مالی اور اقتصادی مشکلات حل ہوجانی چاہئے تھیں۔ ابھی بھی اگرچہ جنگ عظیم کو دس سال گزر چکے ہیں۔ ہماری حلات ویسی کی ویسی ہی ہے۔ ایک تو ہماری خارجہ بستیاں تھوڑی سی ہیں۔ اور وہ بھی زیادہ متمدن نہیں۔ (Eritera) اری تیریا جو ہماری سب سے پہلی خارجہ بستی ہے ویسی کی ویسی ہے۔ (Somaliland) سومالی لینڈ کچھ پہلے سے ذرا بڑھی ہے اور (Gubaland) گیوبا لینڈ جو انگریزوں کے پاس تھی وہ اب سیاسی چال چلنے سے ہمارے قبضے میں ہے۔ (Devacchi) ڈی وشی کی کوششوں کی بدولت سالی لینڈ نے بڑی ترقی کی ہے اور بہت سا سرمایہ اٹلی سے وہاں داخل ہوا ہے اور ہمار ملک کے مزدوروں کو کام بھی ملتا ہے۔ (Libyan) لیبین بستی جس میں (Cireneca) سری نیکااور تری پالی ٹیپا بھی شامل ہیں۔ جنگ عظیم میں بالکل چھوٹی سی بستی رہ گئی تھی۔ اور وہ بھی سمندر کے کنارے کنارے جب ہماری تحریک وہاں پہنچی تو حالت بڑی نازک تھی۔ اب تو وہ بستیاں آباد ہورہی ہیں ہماری فوجوں کا وہاں جانا ہمارا ان علاقوں کو تسخیر کرنا گویا بڑا ہی

مفید ثابت ہوا اور وہ علاقے نئے سرے سے عہد ناموں کے مطابق بالکل ہمارے ہی ہوگئے ہیں اور متمدن ہوتے جاتے ہیں۔

یہ دونوں بستیاں بڑی آباد ہوگئی ہیں (Tripoli) ٹریپولی تو بحر روم کا ایک نہایت ہی خوبصورت شہر بن گیا ہے۔ بلکہ ڈاکٹروں کی کانگرس نے اسے ایک صحت افزا شہر قرار دیا ہے۔ شہر میں پانی کی افراط ہے اور کھیتوں کی آبیاری کے لئے پہاڑوں سے پانی کثرت سے آتا ہے۔ میں خود اس علاقے کو دیکھنے گیا تھا اور میرا عقیدہ ہے کہ وہ جگہ بڑی متمدن ہوسکتی ہے۔ (Guran) گریان کے بعض حصے تو جنوبی اٹلی سے بھی زیادہ زرخیز ہیں۔ اور وہاں بڑی پیداوار ہوسکتی ہے۔ یہ حال سی نیکا کا ہے۔

ہماری پرانی حکومت ایک طرح کی پارلیمنٹ قائم کر رکھی تھی۔ وہ میں نے توڑ تاڑ دی ہے۔ وہاں کے گورنر اب پورے اختیارات رکھتے ہیں۔ اور لوگوں کے مفاد کے واسطے جو جی چاہے کر سکتے ہیں۔ وہاں اب بالکل امن و امان ہے۔ لوگ جاکر بس رہے ہیں۔ سرمایہ بھی جارہا ہے اور مزدور بھی جارہے ہیں۔

یہ دو بستیاں تو ہماری روز افزوں آبادی کے بسانے کے لئے کافی نہیں مگر یاد رہے کہ اگر ہم ان سے اچھا برتاؤ کریں گے تو ہمارے ملک کو بہت فائدہ ہوگا۔ اور ہماری مالی حالت بھی بہتر ہوجائے گی۔ میرا منشا بھی یہ ہی ہے کہ ان بستیوں کو متمدن کیا جائے۔ تاکہ ہماری بستیوں کو متمدن کیا جائے۔ تاکہ ہماری بڑھتی ہوئی آبادی وہاں جابسے۔ میں تو دن اور رات اسی کوشش میں ہوں۔ مگر میں نہ صرف بین الاقوامی جھگڑوں کا یا خارجہ بستیوں کے سوال کے حل نہیں کیا۔ بلکہ مالی اور اقتصادی مسائل کی طرف بھی توجہ کی ہے۔ یہ مسئلے نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔

لبرل پارٹی کے لیڈر(Peano) پیانو نے پارلیمنٹ میں میرے روما پر چڑھائی کرنے سے چھ مہینے پہلے ہمیں یہ بتلایا تھا کہ بجٹ میں چھ ارب کا گھاٹا ہے دشمن بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔ کہ واقعہ میں یہ حالت بڑی خراب ہے مجھے معلوم تھا کہ مالی حالت بڑی نازک ہے۔ یہ سب پچھلی حکومت کی کارستانیاں تھیں جب حکومت کے جہاز میں

اتنا بڑا چھید ہوگیا ہو۔ تو بھلا ایسا جہاز کیسے چلے گا۔ یہ مسئلہ بھی حل طلب تھا۔ اٹلی کے اندر بھی اور خارجہ میں بھی ہم نے اپنا جہاز کیسے چلے گا۔ یہ مسئلہ بھی حل طلب تھا۔ اٹلی کے اندر بھی اور خارجہ میں بھی ہم نے اپنا اعتبار قائم کرنا تھا اس پہلو میں مجھے بہت کچھ اصلاح کرنی تھی۔ چھاپے خانوں میں افراط سے نوٹ چھاپ کراور بھی پیچیدہ کردیا۔ صرف بجٹ میں نقصان نہ ہوا۔ بلکہ سب کام بگڑ گیا۔ اور حکومت کا چلانا دشوار ہوگیا۔ پہلے تو مجھے سب فضول خرچ بند دینے پڑے اور لوگ خزانے سے خراج لیا کرتے تھے۔ وہ میں نے ایک دم بند کردیئے اور حکومت کے ہر شعبہ میں کفائت شعاری سے کام لینا پڑا۔ مجھے ملازمتیں کم کرنا پڑیں ہمیں دیگر ممالک کو قرضہ بھی ادا کرنا تھا۔ اگرچہ آمدنی کم تھی مگر قرضے کی ادائیگی کیسے رک سکتی تھی۔ افراد ہوں یا حکومت ہاتھ کٹ گئے ہوں تو وعدے کا ایفا لازمی ہوتا ہے۔ قرضہ تو دینا ہی پڑتا ہے میں نے اس کام کے لئے بڑے لائق آدمی کو چنا۔ میں نے (Destefani) ڈی سیفانی کا جو فاشسٹ تھے اور اقتصادیات کے عالم بھی تھے۔ وزیر خزانہ مقرر کردیا۔ اس نے خرچ کمی کردی۔ رشوت ستانی بند کری اور نئے ٹیکس تجویز کئے۔ دو سال کے اندر بجٹ میں خرچ اور آمدنی برابر ہوگئی۔ میں نے جنگ عظیم کے بعد کے اقتصادی نظام کو بالکل بدل دیا۔ اور نئے صوبوں کے فالتو حکام کو بھی ہٹا دیا۔ کیونکہ قرضے اور تاوان کے بوجھ سے تو ہم دبے پڑے تھے۔ میں نے (Bond) بانڈ جاری کردیئے اور لوگوں نے فوراً ہی خرید لئے۔

اس کاروائی سے پہلے میں ان لوگوں سے بھی جو لڑائی میں زخمی ہوئے تھے انصاف کرنا چاہتا تھا۔ جو رعائیتں ان سے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کرنی تھیں ان کے متعلق میں نے ہدائتیں جاری کردیں۔ یعنی حکومت کی طرف بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے لئے وظیفے مقرر کردئے۔ غرض یہ کہ جن لوگوں نے اپنے ملک کی خاطر جانیں قربان کی تھیں۔ ان سے بے انصافی نہ ہوئی۔ اور حکومت کا فرض بھی ادا ہوگیا۔ جنگ سے بعض سرمایہ داروں نے بڑا منافع اٹھایا تھا۔ اور امیر ہوگئے تھے۔ ان کا بھی میں نے بندوبست کیا۔ مجھے بلا شبہ سختی کرنی پڑی۔ مگر کیوں نہ کرتا۔ جنگ سے جو کام آئے۔

دوسرے وہ غریب ہوگئے۔ اور ان کا مالی نقصان بھی ہوا۔

حکومت کی مالی حالت کو سدھارنے اور قرضہ وغیرہ کم کرنے کے بعد میں نے ملک کی پیداوار بڑھانے کی کوشش کی - جن لوگوں نے محنت سے دولت کمائی تھی اور جمع کی تھی ان سے بھلا کیسے دولت چھینی جاسکتی تھی جو کسی ورثہ ملتا ہے اس پر اس کا پورا پورا حق ہوتا ہے۔ اور جس طرح چاہے اسے خرچ کر سکتا ہے۔ اگر چہ طریقہ ٹیکس میں میں نے بڑی اصلاح کی۔ مگر میں نے بنیاد حقوق کو قائم رکھا۔ اور ورثہ کے قانون کو نہ بدلا۔ میں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ورثے پر ٹیکس لگانا مناسب نہیں۔ سوشلسٹ خیال کے لوگ اس قسم کے ٹیکس کو پسند کرتے تھے۔ اگر ورثہ پر ٹیکس لگا دیا جائے - تو خاندانوں کا بڑا نقصان ہوتا ہے۔ میں نے اس معاملے پر بحث شروع کردی۔ آخر لوگ سمجھ گئے۔ اور انہوں نے میرے فیصلے کو قبول کرلیا۔ یہ بات تو میں خوب جانتا ہوں کہ میرے ہم وطن قانون کے بڑے پابند ہیں۔ اور ان کا رویہ قابل تعریف ہے۔ بلکہ ساری دنیا ان کی ثنا خواں ہے۔ اگرچہ ہمارا ملک بڑا زرخیز نہیں۔ پھر بھی ٹیکس کے بوجھ کو میرے ہم وطنوں نے خوب اٹھایا۔ چنانچہ 1924ء کے آخر میں وزیر خزانہ ڈی سیفانی صاحب نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ ہماری سالانہ بجٹ میں اب کے خرچ اور آمدنی برابر ہے۔ بلکہ آئندہ سال یعنی 26_1925ء میں امید کی جاتی ہے کہ ہمیں ایک کروڑ 70 لاکھ کی بچت ہوگی۔

اصل میں حکومت کی بنیاد ایک سمجھ دار اور مضبوط اقتصادی نظام پر رکھی جانی چاہئے۔ اب جب ہمارا بجٹ درست ہوگیا۔ تو حکومت بھی خوب مضبوط ہونے لگی۔ لوگ حکومت کی اطاعت کرنے لگ گئے۔ اور ٹیکس برابر دیتے تھے قرضہ بھی اترنے لگ گیا۔ اور اسی سال ہمای حکومت امریکہ اور انگلستان کے ساتھ جنگ کے قرضے کے متعلق بات چیت کرنے لگ گئی۔ ہم گویا مصیبت سے بچ نکلے۔ یہ اصلاحات صرف مرکزی حکومت میں نہ ہوئیں صوبوں میں اور اضلاع میں بھی اقتصادیات کے متعلق قانون اور قاعدے جاری ہوگئے۔ اور وہاں کی حالت سدھر گئی۔ مگر یہ سب کچھ کافی نہ

تھا۔ بہت سی کمپنیاں اور کارخانے بھی خراب حالت میں تھے۔ اور ان کی فہرست بھی بڑی لمبی چوڑی تھی۔ سٹہ کی گرم بازاری ہونے سے کمپنیوں کے حصوں کی قیامت چڑھ گئی تھی۔ اور چڑھی بھی اس قدر کہ ہمارے سکے کی نسبت سے اس میں بڑا ہی فرق تھا۔ ہمارے ملک میں جہاں پہلے کبھی سٹہ نہ کھیلتے تھے۔ اور حصوں وغیرہ کی خرید و فروخت کثرت سے ہوا کرتی تھی۔ اب تو یہ حال تھا کہ پناہ خدا۔ لوگ تباہ ہو رہے تھے۔ ساری کمائی سٹے میں ہار دیتے تھے۔ بلکہ ورثہ کے ورثے بک جاتے تھے۔ اور دیوالئے نکل جاتے تھے۔ مگر یہ بازار سرد نہ ہوتا تھا۔ وزیر خزانہ نے اس کی روک تھام کا بہت بندو بست کیا۔ مگر سخت قوانین کی ضرورت تھی۔ ایسا کرنے سے تجارت پیشہ لوگ جن کو اس کی عادت تھی۔ بڑی مخالفت کرتے - جلدی کرنا مضر بیٹھتا۔ مالدار لوگ متوسط درجے کے لوگوں نے اس قدر مخالفت کی کہ سب منڈیوں میں ہل چل مچ گئی۔ میں یہ سب کچھ غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس گرم بازاری کو روکنا آسان کام نہ تھا۔ مخالفت خطرناک ہوگئی۔ یہ مخالفت سیاسی حلقوں کی طرف سے نہ تھی بلکہ تجارتی حلقے کی طرف سے تھی۔ مجھے اس معاملے پر غور کرنے سے بڑا تجربہ حاصل ہوگیا۔ میں نے مخالفت کا پورا انسداد کیا۔ میں نے عقل سے کام لیا اور سٹہ کھیلنے والوں کی پیش نہ چلنے دی۔ کچھ دنوں بعد ڈی سیفنی نے استعفے دے دیا اور اس کی جگہ (Volpi) وولپی وزیر خزانہ مقرر ہوا۔ جب یہ معاملہ طے ہوگیا تو میں قرضے کا سوال حل کرنے بیٹھ گیا۔

بجٹ تو درست ہو ہی گیا تھا۔ اب مجھے امریکہ اور انگلستان سے جنگ کے قرضے کے متعلق معاہدہ کرنا تھا۔ تاکہ رقم قرضہ کم کردی جائے۔ میں نے ایک وفد واشنگٹن روانہ کیا کونٹ والپی اور منشی امور خارجہ (Grandi) گرانڈی اس وفد کے لیڈر تھے۔ انہوں نے بڑی ہوشیاری کی۔ اور ایک ایسا معاہدہ ہوا جس سے امریکہ اور انگلستان نے معاہدوں کی تصدیق کردی۔ اور ہم نے بھی اسے ایفا کیا۔ کیونکہ ہمارا تو ہمیشہ قاعدہ ہی رہا ہے۔ معاملوں میں اور پبلک کاموں میں بھی ہم اپنے وعدے پر قائم رہتے ہیں۔ اور بغیر کی محبت اور حیلے کے پائی پائی تک اپنا قرضہ چکا دیا کرتے ہیں۔

قرضہ کی ادائیگی میں ہماری قوم نے اپنی پوری حب الوطنی دکھلائی حکومت کی مدد کے بغیر عوام نے ایک کثیر رقم جمع کرا کے امریکہ کی حکومت کو بھیج دی۔ ہمارا بجٹ برابر ہونے سے اور واشنگٹن اور لندن معاہدے کی تصدیق ہونے سے ہمار تجارتی حلقوں کی تسلی ہو گئی۔ کہ ہمارے ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو گئی۔ لیرہ کی قیمت گر جائے گی اور ہر جگہ ہمارا اعتبار زیادہ ہو جائے گا۔ بد قسمتی سے میری امیدیں پوری طرح بر نہ آئیں۔ 1926ء کے پہلے حصے میں ہم ہر پونڈ میں دسواں حصہ نقصان اٹھا رہے تھے۔ پونڈ دوسرے ملکوں کے سکے کے مقابلے اوپر جارہا تھا۔ مگر ہمارے ملک کے سکے کی قیمت گر رہی تھی۔ ہمیں بڑا نقصان ہو رہا تھا۔ اور نوٹ اس کثرت سے بنائے گئے تھے کہ ان کی قیمت دن بدن گرتی جاتی تھی۔ سکہ تو کہیں دکھائی نہ پڑتا تھا۔ اور تجارتی طبقوں میں اور اوسط درجہ کے لوگوں میں سخت بے چینی پھیل رہی تھی۔ اس بگڑی ہوئی مالی حالت کو سدھارنا لازمی تھا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ حکومت کو تو درست نظام پر چلایا جائے اور کسی قسم کی بدامنی بھی نہ ہو۔ اور لوگ آرام سے زندگی گزاریں مگر یہ سٹہ بازاری اور مفت خورے گل چھرے اڑاتے رہیں۔ اور روز بروز امیر ہوتے چلے جائیں۔ اور لیرہ کی قیمت گرتی جائے۔ ایسے لوگ نہ تو اپنا قرضہ دیتے تھے اور نہ ہی جن لوگوں کا روپیہ بنکوں میں جمع تھا انہیں روپیہ ملتا تھا۔ حکومت بھلا کس طرح دیکھ سکتی تھی۔ کہ لوگوں کا دیوالیہ نکل جائے۔ اور یہ لوگ مزے کریں۔ یہ تو ایک طرح قوم سے غداری تھی۔ گویا لوگ ہی ایک دوسرے کی تباہی کے خواہاں تھے۔ ہمارا اخلاق بہت گرتا جاتا تھا اور اگر ہم تباہ ہو گئے تو ہمارا کیا ٹھکانہ ہے۔ دوسرے ملکوں کی نظروں میں ہمارا اعتبار کیا رہ جائے گا۔

میں مدت تک اس سوال کا مطالعہ کرتا رہا۔ میں اپنی اقتصادی حالت کا دوسرے ملکوں کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا تھا۔ تجارت کی برآمد اور آمد کو بھی دیکھتا رہتا تھا۔ غرض یہ کہ میرے پاس ہر طرح کا مصالحہ تیار رہتا تھا۔ اور میں اپنے ملک کی اقتصادیات کے متعلق ٹھیک رائے زنی کر سکتا تھا۔ اگست 1926ء کو وسط اٹلی کے ایک خوبصورت شہر

(Pesaro) پی سارو کے چوک میں میں نے ایک تقریر کی جو بڑی مشہور ہوگئی۔ اور تب سے ہی لیرہ کی قیمت چڑھنے لگ گئی اور ہم نے ارادہ کیا کہ ہمارے ملک میں بھی سونے کا سکہ چلنا چاہیئے۔ میں اپنے ہم وطنوں کو صاف صاف کہنا چاہتا تھا کہ ہمارا اعتبار دیگر ممالک کے ساتھ بالکل کم ہوگیا ہے۔ اگر یہ ہی حال رہا تو ہم بالکل تباہ ہوجائیں گے۔ مجھے سٹہ تو بالکل ہی بند کرنا پڑا۔ اور ان لوگوں کی بھی سرزنش کرنی پڑی۔ جو ہمارے ملک کا دیوالیہ نکال رہے تھے۔ بھلا حکومت ایسے لوگوں کو کس طرح آزاد چھوڑ دیتی اس سے صرف ہمارا مالی نقصان ہی نہ تھا۔ ہمارے قومی جھنڈے کی بے عزتی ہورہی تھی۔ اپنے سکہ کو تو ٹھیک کرنا لازمی امر تھا جب قوم کی قوم تباہ ہو رہی ہو اس وقت یہ تو نہیں کہہ سکے کہ صاحب ہم تو یہ سب کچھ جانتے نہ تھے۔ فاشسٹ تحریک نے ساری قوم کو نظم دیا تھا۔ اب ہم نے ان لوگوں پر ہاتھ ڈالا ہے۔ جو سٹہ کھیلتے تھے۔ اور سکے کی قیمت گراتے تھے۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ہماری سیاسی فتح کس کام آتی۔ گویا وہ تو شکست کے برابر ہی ہوجاتی۔ جو لوگ ہماری تحریک کے بر خلاف تھے۔ چاہے وہ داخلہ میں یا خارجہ میں تھے۔ سب ہمارے بر خلاف سازش میں شامل ہوگئے۔ میں بھی سمجھ گیا کہ قوت ارادہ سے کام لینا چاہیئے۔ پس میں نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

”آپ کو حیران نہ ہونا چاہیئے۔ میں ایک اہم سیاسی معاملے پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ آپ کے رو برو مجھے یہ پہلا موقع ہی نہیں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں اور ذاتی حیثیت میں اپنے عقیدے اور فیصلے کو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جب کبھی میں اپنے ہم وطنوں کے رو برو ہوکر کچھ کہتا ہوں تو انہیں مجھ پر پورا اعتماد کرلینا چاہیئے۔ اگر چہ آپ جو یہاں موجود ہیں۔ تھوڑے ہی ہوں۔ مگر میری آواز تو اٹلی کے ایک سرے سے دوسرے تک یعنی (Alps) الپس سے لے کر سمندر تک گونج رہی ہے۔ میں آپ کو بتلا دیتا ہوں۔ کہ میں اٹلی کے سکے کو قیمت میں گرنے نہیں دوں گا۔ اے میرے ہم وطنوں آپ نے پچھلے چار سالوں میں بڑا ایثار اور قربانی دکھلائی ہے۔ اور مزید جانفشانی

کے لئے تیار بھی ہو۔ آپ سے امید کی جاتی ہے کہ آپ لیرہ کی قیمت گرنا گوارہ نہیں کریں گے اور اس بلا سے بچے رہیں گے۔ ہماری حکومت اپنا سارا زور اسی بات میں خرچ کر دے گی تاکہ اٹلی اس مصیبت سے بچ نکلے۔ ہم اپنے دشمنوں کا خوب مقابلہ کریں گے۔ آپ لوگ تو محنت کرتے ہو۔ اور جب میں آپ کو دیکھتا ہوں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں آپ کے خیالات ' احساسات اور امیدوں اور ارادوں کی ترجمانی کررہا ہوں۔ اے میرے ہم شہری بھائیو اور کالی قمیض والو۔ میں ضروری باتیں کہہ چکا ہوں اب آپ کو مطمئن ہوجانا چاہئے۔ اور شکست کو نزدیک نہیں آنے دینا چاہئے۔

سٹہ کھیلنے والوں کو میرے الفاظ بہت ہی ناگوار گزرے وہ منڈیوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ بڑے بڑے اداروں نے فورا سمجھ لیا کہ اب تو ہمارا بس نہیں چلے گا۔ ہمیں تو حکومت سے ٹکرانا ہی ہوگا۔ اب تو ہم پھنس جائیں گے۔ اور نکلنے کی کوئی صورت معلوم نہیں ہوتی۔ میں صرف زبانی جمع خرچ نہیں کیا کرتا۔ یکم ستمبر والے دن وزرا کی کونسل کے سامنے سب معاملہ رکھ دیا اور اپنی تجویزوں کو پاس کرالیا۔ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(1) نو کروڑ ڈالر (Doller) کا قرضہ جو (Morgan) مارگن نے دیا ہے وہ اٹلی کے بنک میں جمع ہوجائے۔

(2) حکومت اور اٹلی کے بنک (Bank Of Italy) کا حساب باقاعدہ ہونا چاہئے۔

(3) حکومت کی طرف سے دو ارب اور پچاس کروڑ کے نوٹ کم کر دیئے جائیں۔

علاوہ ازیں ٹیکس کا طریقہ بالکل سادہ ہونا چاہئے کچھ ٹیکس تو بالکل ہٹا دیئے جائیں اور کچھ ٹیکس جو چیزیں دوسرے ملکوں سے آتی ہیں ان پر لگا دیئے جائیں۔

نومبر میں ایک قرضہ لیا گیا جس کا نام (Littorio) لی ٹوریو رکھا گیا مراد یہ تھی کہ لوگ نقد قرضہ دیں تاکہ بجٹ میں درستی کی جائے کچھ قرضہ جو پہلے لے رکھا تھا اس کی ادائیگی کا بندوبست کیا گیا تاکہ قومی قرضے میں تخفیف ہو۔ یہ تجویزیں تھیں تو بڑی سخت اور ان کے جاری ہونے سے لوگوں کو تکلیف بھی ہوئی۔ مگر یہ تکلیف تو

تھوڑے وقت کے لئے تھی۔ کچھ دیر کے بعد لیرہ کی قیمت چڑھنے لگ گئی اور لنڈن اور واشنگٹن میں تو ہمارا سکہ اچھی قیمت میں بکنے لگا۔ ہر جگہ ہمارا اعتبار بڑھ گیا۔ مالی حالت کو سدھارنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ معاملہ بہت بگڑ چکا تھا۔ تقریر کے بعد ہی سدھار کا کام شروع ہوگیا۔ بعض لوگوں کو بڑا ہی نقصان ہوا۔ کئی دیوالئے نکلے۔ ایک سو تیس سے لیرہ کی قیمت نوے پر اتر آئی۔ جو کاروباری لوگ ذرا کمزور تھے بچارے پس گئے۔ ہمارا سکہ جو مصنوعی طور پر بڑھا دیا گیا اسے کم کرنا بڑا ہی مشکل تھا۔ بجٹ اور قرضے میں بھی تخفیف کرنی پڑی جب قرضہ اتارنا شروع کیا تو سود جو ادا کرنا ہوتا تھا۔ اس کا اندازہ لگا۔ سود دے دے کر ہم تھک گئے - ہاں یہ ضرور ہوا کہ سب بات کھل گئی اور صاف ہوگئی - جن اداروں سے نوٹ جاری ہوئے تھے۔ ان کو سب نظام کے تحت میں لایا گیا تاکہ سب کام منظم ہوجائے۔ صرف (Bank Of Italy) اٹلی بنک کو نوٹ جاری کرنے کا حق دیا گیا۔ نیپلز اور سسلی کے بنک نوٹ جاری نہ کرسکتے تھے۔ وہ جنوبی اٹلی میں زمینداراوں کے ساتھ لین دین کا کام کرنے لگے۔ پہلے بھی وہ یہی کام کیا کرتے تھے۔ ہماری مالی اور اقتصادی حالت میں درستی ہوتے ہوتے ایک سال گزر گیا۔ 1927ء کا سال میں نے لیرہ کی حالت سدھارنے میں لگا دیا۔ اور اسے پکی اور مضبوط بنیاد پر رکھ دیا۔ دسمبر 1927ء میں میں نے وزرا کی کونسل کے سامنے اعلان کردیا کہ ہمارا سکہ اب سونے کی قیمت کے ساتھ ساتھ بندھ جائے گا۔ اور تناسب بھی ٹھیک رہے گا جو مالی معاملات میں ماہر ہیں انہوں نے یہ درستی کی۔

مجھے اپنی کامیابی پر بڑا فخر تھا۔ میں نے نہ صرف فاشسٹ تحریک کو ہی سیاسی حلقوں میں کامیاب بنایا بلکہ میں نے ایک پیچیدہ مالی سوال کا بھی حل پیش کیا۔ سیاسی مدبر بعض دفعہ اس سوال کو ہاتھ میں لیتے ہوئے گھبرایا کرتے ہیں۔ اور کسی قسم کے پیچیدہ سوالات جو مادیات سے تعلق رکھتے ہیں - الجھن پیدا کردیا کرتے ہیں اس معاملے کو سلجھانے کے لئے اور سب کو تسلی کرنے کے لئے اقتصادیات کا پورا علم اور ملک کی اصلی حالت جاننا نہایت ہی لازمی ہوتا ہے۔ آج کل ہمارا خرچ اور آمدنی برابر ہے بلکہ صوبوں میں ہماری

تجارت کی بر آمد اور در آمد تقریباً برابر ہوگئی ہے۔ فاشسٹ حکومت اٹلی میں ایک نیا زمانہ لارہی ہے۔ اور ہماری متحدہ کوششیں ،طریق حکومت اور نظام حکومت میں بہتری کی صورت پیدا کررہی ہیں۔

○○

دسواں باب

فاشسٹ حکومت اور اس کا مستقبل

نئی فاشسٹ حکومت جو اب قائم ہو رہی ہے۔ ایک نیا تجربہ ہے اور سب دنیا اس میں دلچسپی لے رہی ہے۔ یہ حکومت کا ایک جماعتی نظام ہے ایسے نظام کو قائم کرنے سے پہلے جو اب تقریباً مکمل ہوگیا ہے۔ مجھے بہت غور و خوض اور تحقیق کرنی پڑی۔ اس کے بعد میں نے اس طرف قدم بڑھایا۔ راستے میں جو مشکلات پیش آئیں۔ وہ واقعہ میں سبق آموز ہیں۔ عملی حقیقت مجھے راستہ دکھلاتی جاتی تھی۔ سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جماعتی نظام صرف باقاعدہ قانونی ادارے قائم کرنے سے ہی نہیں بن جاتا۔ میری رائے میں یہ حکومتی نظام ہمارے ملک کے خصوصی حالات کی وجہ سے ظہور پذیر ہوا۔ جہاں کہیں بھی اقتصادی خرابیاں ہوا کرتی ہیں۔ اور جہاں مزدوروں اور پیداوار میں کافی تفاوت ہوا کرتی ہے۔ وہاں اکثر ایسے نظام کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ ایسا تناسب تو وقت اور تجربہ کاری سے آیا کرتا ہے۔ اٹلی میں پچھلے پچاس سال میں جو سیاسی بیداری ہوئی۔ اس میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے برسرِ پیکار تھا۔ بلکہ ایک طبقہ دوسرے پر غالب آنا چاہتا تھا۔ اور یہ جدو جہد پیداوار کی خاطر بھی یعنی زمین کے اوپر پیدا ہوتا ہے۔ یا زمین کے اندر سے نکلتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ مزدوری کرتے اور پیداوار سے معاملہ کرتے وہ آپس میں لڑتے تھے۔

ایک طرف تو وہ طبقہ تھا جو مزدوروں سے کام لیتا تھا۔ اور یہ متوسط درجے کے لوگ تھے۔ اور دوسری طرف مزدور پیشہ لوگ تھے۔ ۔۔ خرابی ۔ **سوشلسٹوں** ا

انارکسٹوں کے زیر اثر تھے۔ اور اول الذکر طبقے کے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہتے تھے۔ آئے دن ہڑتالیں ہوجایا کرتی تھیں۔ اور ہماری زرخیز وادی پو میں تو ہمیشہ بے چینی رہتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ پیداوار بہت کم ہوا کرتی تھی۔ ایک ملک کے رہنے والے باشندوں میں تو آپس میں میل ملاپ ہونا چاہئے۔ یہاں تو روز لڑائی جھگڑا رہتا۔ اور سوشلسٹ لوگوں کو آپس میں لڑاتے رہتے تھے۔ مزدوروں اور متوسط طبقہ ہمیشہ لڑتے ہی رہتے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ دونو طبقے اپنے مفاد کو چاہتے تھے۔ بھلا س طرح اجتماعی زندگی کس طرح بہتر ہوسکتی تھی۔

ہمارا ملک جہاں زمین کچھ بہت زرخیز تھی۔ اور جہاں آدھا رقبہ تو پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔ بھلا کہاں تک ثروت پیدا کرسکتا ہے۔ اس میں بھی اگر لوگ آپس میں لڑتے رہیں اور ایک طبقہ دوسرے طبقے کو تباہ کرتا رہے تو بھلا موجودہ زمانے میں ایسا ملک کس طرح سے خوشحال ہوسکتا ہے۔ لبرل اور جمہوریت پسند حکومت ایسی حالت میں سال بسال بلکہ ہر موسم میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہتی۔ اور یہ کہتی کہ ہم تو نہ آگے بڑھیں گے نہ پیچھے جائیں گے۔ مگر یہ تو بالکل بے معنی حرکت تھی۔

ہمیں تو اس لڑائی جھگڑے سے خلاصی پانی تھی۔ اور نفرت اور عناد کو چھوڑ دینا تھا۔ مقابلے کے اصول نے تو تباہی لادی تھی۔ جنگ عظیم کے بعد خصوصا جب (Lenin) لینن نے اپنے خیالات کا انتشار کیا۔ تو لڑائی جھگڑا بڑھ گیا۔ عموماً ہڑتالوں اور بے چینی کے بعد دنگا فساد ہوجاتا تھا۔ اور کچھ لوگ مارے جاتے تو ان کے سینوں میں سرمایہ داروں کے بر خلاف نفرت اور دشمنی کا مواد بھرا رہتا۔ مزدور تو یہ سمجھتے کہ سرمایہ دار جن میں متوسط طبقے کے لوگ بھی شامل ہیں بڑے ہی لا پرواہ اور سنگ دل واقع ہوئے ہیں۔ ادھر کسانوں اور شہر میں کام کاج کرنے والے مزدوروں میں غلط فہمیاں شروع ہوگئیں۔ ہر کوئی لیڈر بننا چاہتا تھا۔ ہر شخص یہ ہی کہتا تھا کہ ایسی باتیں ہوا ہی کرتی ہیں اور کوئی عموم کے جبر اور تشدد کے بر خلاف آواز نہ اٹھاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بلوے کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا ہوجاتا تھا۔ اور دشمنی اور عناد بڑھتا ہی جاتا تھا۔

میرے خیال میں ایسا سیاسی ماحول پیدا کرنے کی بڑی ضرورت تھی جس میں حکومت بڑی دلیری سے لوگوں کو اصل حقیقت سنائے۔ اور حقوق مانگنے سے پہلے لوگوں کا اپنا فریضہ بھی بتلادے۔ لبرل اور جمہوریت پسند حکومت نے بڑا نرم وطیرہ بنا رکھا تھا۔ وہ اپنی سب فصاحت اور بلاغت پارلیمنٹ کے اندر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ حکومت کے ملازم ہی مثلاً ریل اور ڈاک خانے کے ملازمین اور مزدور لوگ مل کر بے چینی پھیلاتے رہتے تھے۔ حکومت کا بس نہ چلتا تھا۔ایسی حالات میں چپ بیٹھنا اور یہ کہنا کہ جانے دو۔ گویا ایک جرم کا مرتکب ہونا تھا۔ گویا لبرل اور جمہوری حکومت اپنے فرض میں قاصر تھی۔ اور مختلف طبقوں کو ان کے اصلی فرض سے آگاہ نہ کرتی تھی۔ وہ لوگ حقوق مانگتے رہتے تھے۔ ہماری تحریک نے اس بیماری کا اعلان کیا۔ ہماری پانچ سال کی مسلسل کوششوں نے ہمارے ملک کی اقتصادی حالت کو ہی نہیں بلکہ سیاسی اور اخلاقی حالت کو بھی بدل دیا۔ جو نظام ہم نے قائم کیا۔ وہ جبری نہ تھا۔ اور اس کی بنیاد تعصب نہ تھی - اور نہ ہی کسی خاص جماعت یا طبقے کا اس میں لحاظ یا رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ بلکہ اس کا مدعا صرف یہ ہی تھا کہ ہماری قوم کو فائدہ ہو اور ہمارے ملک کا نام بھی روشن ہو۔

نظام جو ہماری حکومت نے قائم کیا ہے وہ عاقلانہ نظام ہے۔ ذمہ دار لیڈر ہونے کی حیثیت سے مجھے غریبوں کا بہت زیادہ خیال رہتا ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور وہ میری توجہ کے زیادہ مستحق بھی ہیں۔ میں نے اپنی دیہاتی بھائیوں کو خندقوں میں لڑتے ہوا دیکھا ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ میری قوم ان کی کس قدر احسان مند ہے۔ علاوہ بریں ہمارے ملک کے مزدور بھی جو کارخانوں میں کام کرتے ہیں بڑے ہی سنجیدہ اور محنتی اور خوش مزاج ہیں۔ اور مجھے ان کا لیڈر ہونے پر فخر ہے۔ متوسط درجے کے لوگ بھی جن میں دُکان والے بھی شامل ہیں۔ نہایت ہی اچھے چونکہ ہمارے ملک میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں اور ان کا مفاد بھی مختلف ہیں۔ اس لئے ان اجزا مختلفہ میں قومیت کا خیال پیدا ہونا بھی ذرا مشکل ہے۔ مگر جو لوگ پیدا کرنے میں مشغول ہیں۔

انہیں سوشلسٹ اصلاح میں جو نک کے نام سے یاد کرنا غیر مناسب ہے۔ جو حکومت کہ مختلف طبقوں کے مفاد کو ملحوظ رکھتی ہو۔ وہ بھلا غافل حکومت کیسے کہلا سکتی ہے۔ ایسی حکومت تو لڑائی جھگڑے کو بند کرتی ہے۔ بلکہ اس جھگڑے کی وجہ معلوم کرلیتی ہے۔ مطالعہ اور تحقیق کی بنا پر ہم آنے والے واقعات کی پیش بندی کرسکتے ہیں۔ اور حکومت کی مدد سے اور عملی اداروں کی صلاح سے ہم آئندہ کے لئے پروگرام بنا سکتے ہیں۔ تاکہ ہم دولت مند ہوجائیں۔

میں نے تو فاشسٹ حکومت سے یہ ہی خواہش کی ہے کہ بین الاقوامی معاہدوں کے مطابق حکومت کو چاہئے کہ صنعتی اور حرفتی کارخانوں سے پورا پور کام لیا جائے تاکہ ہمارا ملک ان شعبوں میں ترقی کرے۔ پہلے بھی ہم یورپ کی سب قوموں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ مثلاً ہمارے ہاں آٹھ گھنٹے کا دن پہلے سے ہی ہے مزدوروں کا بیمہ' بچوں اور عورتوں کے کام کرنے کا وقت اور دیگر مزدوروں کے مفاد کے لئے قاعدے' تفریح کا سامان اور جوان مزدوروں کی تعلیم وغیرہ کا بندو بست۔ یہ سب سہولتیں برابر دی جارہی ہیں۔ مزدوروں کو تپ دق وغیرہ سے بچانے کے قاعدے وغیرہ بھی موجود ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ ہم مزدوروں کے لئے بہت کچھ کر رہے ہیں۔ جہاں تک بھی ممکن تھا۔ اور جو کچھ بھی ہم کفائت سے کرسکتے تھے۔ ہم نے کیا۔ مثلاً ہر مزدور کو کچھ نہ کچھ مزدوری ملے۔ وہ ہمیشہ کام پر جاتا رہے۔ اگر اسے کوئی چوٹ لگے۔ تو اس کا معاوضہ ملے۔ اگر بیمار ہوجائے۔ تو مزدوری نہ کٹے۔ اور اگر بوڑھا ہوجائے۔ تو پنشن ملے۔ اور سپاہی کا کام سیکھنے میں سہولتیں وغیرہ دی جائیں۔ گویا ہر طرح سے جہاں تک مجھے معلوم تھا۔ اور جس قدر قومی بہبودی میری کوششوں سے زیادہ ہوسکتی تھی۔ میں نے کی۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہر مرد اور عورت کو کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ اور وہ کام کرنے کو بوجھ نہ سمجھیں۔ بلکہ خوشی سے کام کریں۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر میں تو جماعتی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مگر اس سے بالاتر فاشسٹ تحریک ہوگی جو کہ سارے ملک کی معاشرتی زندگی کا نیا جامہ پہنائے گی۔ اور امن قائم کرے گی۔

1923ء میں جب ہم نے شہر (Rome) روما پر چڑھائی کی تھی۔ میں نے آٹھ گھنٹے کام کرنے والے قانون کو تصدیق کیا تھا۔ جو لوگ ہماری تحریک کو پسند کرتے تھے۔ انہوں نے اس اصلاح کو بہت اچھا خیال کیا۔ ہم نے پرانے مزدور دلوں کی بجائے نئے فاشٹ طریقے کے دل بنا دیئے۔ 19 دسمبر کو 1923ء کو ایک جلسے میں میں نے کہا۔ کہ داخلہ میں امن قائم کرنا بھی حکومت کا کام ہے۔ ہر حکومت کا کام ہے۔ ہر حکومت کا کلیہ فریضہ ہے۔ کہ ملک کے اندر ہمیشہ امن و امان رہے۔ اور اس میں کبھی خلل نہ آئے۔ یہ ہوا سیاسی پہلو - دوسرا اقتصادی پہلو بھی ہے۔ اس میں مل کر کام کرنا لازمی ہوتا ہے۔ دیگر مسائل بھی حل طلب ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً برآمد کا سوال ہمارے ملک کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اشیا غیر ممالک کو روانہ کرنی ضروری ہیں۔ اب تک ہم نے تجارت کی طرف دھیان نہیں دیا پرانے طریقے چھوڑ دینے چاہئیں۔ ذرا آگے چل کر میں نے کہا کہ سب جھگڑوں سے بالا تر حکومت کا ناظم ہے۔ صرف حکومت ہی عموم کے مفاد کا خیال رکھ سکتی ہے۔ حکومت صرف میرے یا آپ کے فائدہ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ حکومت تو سب کے لئے ہے۔ کیونکہ صرف میرے یا آپ کے فائدے کے لئے نہیں ہے۔ حکومت تو سب کے لئے ہے۔ کیونکہ اسے تو قوم کے موجودہ مفاد کا ہی نہیں۔ بلکہ آئندہ مفاد کا بھی خیال کرنا ہوتا ہے۔ ہماری حکومت نے تو جتلا دیا ہے۔ کہ ملک کی دولت بڑھانا ایک لازمی امر ہے۔ جو حکومت ایسا کہے اس کی بات پر دھیان ہر ایک کا فرض ہے۔ اسے تو کام کرنا ٹھہرا اور تو وہ کام کرے گی اور اگر قوم کی اخلاقی اور مالی بہبودی کے لئے حکومت کام نہ کرے تو اور کون کرے۔

غرض یہ کہ پرانے مزدور دل سب آہستہ آہستہ توڑ دیئے گئے۔ اور میں نے حکومت کا طریق جماعتی اصول پر قائم کردیا۔ بین الاقوامی سوشلسٹ ادارہ یکم مئی والے دن مزدوروں کو چھٹی دیا کرتا تھا۔ میں نے اس دن کو بدل کر 21 اپریل کو جس دن روما کی پیدائش کا دن تھا۔ جشن مقرر کردیا روما شہر نے دنیا کو قانون سازی سکھائی ہے۔ اور ابھی تک ہماری معاشرہ زندگی رومن قانون کے تحت ہے۔ مزدوروں کے لئے جشن

منانے کا دن اس سے بہتر نہ ہوسکتا تھا۔ میں نے بڑی کونسل سے ایک قانون پاس کروایا۔ جو ہماری تحریک کے اصولوں کے بالکل مطابق تھا۔ اسے مزدوروں کی آزادی کا قانون کہنا چاہیئے۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

اس قانون کی تیس دفعات ہیں۔ اور ہر ایک دفعہ ایک اساسی اصول مخفی تھا۔ اول تو یہ مان لیا گیا ہے۔ کہ پیداوار ہونا لازمی ہے۔ پھر یہ پیداوار صحیح طریقے سے تقسیم ہونی چاہیئے۔ جہاں جھگڑا پڑ جائے وہاں عدالت اپنا فیصلہ دے۔ اور غریبوں کی محافظ کے لئے خاص قوانین ہونے چاہئیں۔ اٹلی میں اس قانون کو بہت پسند کیا گیا۔ مزدوروں کے جھگڑے فیصلہ کرنے کے لئے مجسٹریٹ مقرر کئے گئے۔ انہوں نے بڑا اچھا کام کیا۔ پہلی بڑے بڑے نام اختیار کرلیتی تھی۔ مگر کام کچھ نہ کرتی تھیں۔ مثلاً لبرل' جمہوری ' اور کمیونسٹ حکومتیں ابھی تک موجود ہیں۔ مگر اصلی معنوں میں حکومت قائم کرنا اور اسے مفید بنانا فاشستوں کا ہی کام تھا۔ پرانے **سوشلسٹوں** اور مزدور دل نئی حکومت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ہماری تحریک کسی خاص جماعت کے حق میں نہ تھی۔ وہ تو سب جماعتوں کی تنظیم کرنے والی حکومت تھی۔ مزدوروں کی آزادی کے قانون کو سب مطالعہ کرنے لگ گئے۔ اور آخر ہماری حکومت کے لئے یہ قانون ایک مضبوط ستون بنا۔

جب یہ سب کچھ ہوچکا۔ یعنی مزدوروں کے لئے قانون بھی بن گیاان عدالتیں بھی قائم ہوگئیں۔ اور اٹلی کی معاشرتی زندگی کے لئے بھی قانون بن گئے۔ تو اب فاشسٹ **سوسائیٹیاں** بنناباقی رہ گئیں۔ ان اداروں میں قوم کے لئے پیداوار بڑھانے کا کام ہونا تھا۔ کام بھی کئی طرح کا ہوا کرتا ہے۔ ایک تو دستکاری ہے اور دوسرا دماغی کام ہوتا ہے۔دونو کاموں کی محافظت ہونی اور نشو نما پانا لازمی ہوا کرتا ہے۔ فاشسٹ حکومت میں انفرادی خود غرضی کے لئے موقعہ نہیں۔ اور کوئی فرد ایسا عمل نہیں کرسکتا۔ جو جماعت کے مفاد کے بر خلاف پڑتا ہو۔ چونکہ یہ حکومت شخصی نہیں۔ بلکہ اجتماعی ہے۔ اس لئے ہر ایک فرد سے یہ توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ

کرے گا۔ بلکہ پیداوار کے بڑھانے میں زیادہ سے زیادہ مدد دے گا۔

اس نئے خیال کو لے کر جو حکومتی ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ ان میں ہر شہری پیداوار کو بڑھاتا ہے۔ اور اپنے کام سے اور اپنے خیالوں سے قوم کو مستفیذ کرتا ہے۔ اس کی اس لئے قدر نہیں کیونکہ وہ 21 سال سے زیادہ عمر کے ہے۔ اور اسے ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ اس جماعتی حکومت میں سب طرح کے قومی کام ہوتے رہتے ہیں۔ اسی لئے مزدور دل بھی ان نئی قسم کے اداروں میں تبدیل ہوگئے۔ اور قوم کی قوم سیاست کو اس نئے نظام کے مطابق بنانا پڑا۔ ہماری حکومت کے ڈائریکٹر (Director) نمائندوں کو ان کی لیاقت کے مطابق چنتے ہیں۔ اور یہ انتخاب بھی شہروں کی تعداد کے تناسب سے ہوا کرتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ہماری بڑی کونسل کو بھی حق دیا گیا ہے۔ کہ وہ بھی نہایت عمدہ نمائندے نامزد کرے۔ تاکہ ایک مضبوط اور پائدار حکومتی ادارہ قائم ہو۔ ہم نے کئی اہم مسائل کا حل بھی پیش کیا ہے۔ ہماری قومی زندگی میں بہت ہی بد امنی اور بے چینی تھی۔ وہ سب ہم نے دور کردی ہے۔ اب ہر شخص آرام سے اپنا کام کرتا ہے۔ اور ہر طبقے اور جماعت کے لوگ آپس میں مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اور اسی میں ہماری آئندہ طاقت کا راز مخفی ہے۔ ہم فضول ہڑتالوں اور لڑائی جھگڑوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے لوگ تنگ بھی ہوتے ہیں اور ہمارے اقتدار میں بھی فرق آتا ہے۔ اور ہم متحد ہونے بھی نہیں پاتے۔ لڑائی جھگڑے تو کاہلی پسند امیر لوگوں کا ہی حصہ ہونا چاہئے اور ہمیں تو اپنی ــــــ طاقت کو سنبھالنا چاہئے۔

ہمارا اقتدار تو کام سے ہی بڑھ سکتا ہے۔ اور اس لئے ہم نے آئین ساز اداروں میں اس قسم کے آدمی انتخاب کئے ہیں۔ اور یہ لوگ ہی ساری حکومت کو چلاتے ہیں۔

ہم نے روسی کمیونسٹوں (Communists) کی طرح سرمایہ پر ریاست کا قبضہ نہیں رکھا ہے۔ پیدوار کے لئے سرمایہ کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے۔ میں اس سرگزشت میں کئی دفعہ زور سے لکھ چکا ہوں کہ سیاسی زندگی میں تانا اور بانا دونوں لازمی

ہوا کرتے ہیں۔ ورنہ کیسے بنتی ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے ملک کی زندگی میں باہر سے لیپا پوتی ہی نہیں کی ہے۔ میں نے تو اپنے ملک کو پھر سے زندہ کیا ہے۔ میں نے ملک کے حالات اور واقعات کا خوب مطالعہ کیا ہے۔ اور پھر کسی نتیجے پر پہنچا۔ اور اس طرح سے میں نے اٹلی کا ایک مستقبل بنایا۔ ایک بڑی اہم اصلاح جو میں نے اس سلسلے میں کی ہے۔ وہ سکولوں کے متعلق ہے۔ جب میں روما میں داخل ہوا تو آتے ہی میں نے (Gentile) جنٹائل کو وزیر معارف مقرر کیا۔ اور محکمہ تعلیم میں جو اصلاحیں ہوئیں اسی کے نام کے ساتھ وابستہ ہیں۔ فی زمانہ جو مدبر اپنی قوم کی ترقی ملحوظ رکھتا ہے۔ اس پر فرض ہوجاتا ہے کہ وہ سررشتہ تعلیم کی طرف خاص توجہ دے۔ سکول ہر طرح سے قومی کمالات کے مظہر ہونے چاہئیں۔ سکول ' کالج اور دارالعلوم قوم کی اخلاقی اور اقتصادی زندگی پر بڑا اثر ڈالا کرتے ہیں مجھے شروع سے ہی ان کی اصلاح کا خیال تھا۔ میں خود بھی مدرس رہ چکا تھا۔ اور مجھے نوجوانوں کی نشوونما میں بڑی دلچسپی تھی۔ کسی زمانے میں ہمارا ملک بڑا مہذب رہ چکا تھا۔ مگر ہمارے تعلیمی ادارے بہت گر چکے تھے۔ اس کی وجہ کچھ تو ہماری غربت تھی اور کچھ ہماری کم فہمی ہماری قومی روح بھی مرچکی تھی۔

سبتاً" پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ اور بعض جگہ مثلاً" (Piedmont) میں سو فیصدی آدمی پڑھ لکھ سکتے تھے مگر طریقہ تعلیم اس قدر ناقص تھا کہ لوگوں کو پوری طور پر جسمانی ' دماغی اور اخلاقی فائدہ نہ پہنچتا تھا سکولوں میں طلباء کثرت سے تھے۔ ہر ایک طالب علم کو بلا لحاظ قابلیت داخل کر لیا جاتا تھا۔ اور امتحانوں کی بھرمار ہوا کرتی تھی۔ طلباء کو کوئی راستہ دکھلانے والا نہ تھا۔ جو ان کو یہ بتلائے کہ تم فلاں پیشہ اختیار کرو سلسلہ تعلیم کیا تھا ایک چکی کے کارخانے کی طرح طلباء نکالتا جاتا تھا۔ جو سرکاری ملازمتوں کے پیچھے بھاگے پھرتے تھے۔ سرکاری نوکری بھی اس قسم کے ملازموں کی وجہ سے بدنام ہو رہی تھی۔ یونیورسٹی میں وکالت اور ڈاکٹری کے امتحانوں میں پرلے درجے کی بدنظمی پھیل رہی تھی۔ وقت آگیا تھا کہ تعلیم کا سلسلہ جس پر

ہماری قومی زندگی کا انحصار تھا۔ بالکل بدل کر نیا اور خصوصی بنادیا جائے ہمیں بہت سی فالتو اور فضول باتیں نکال باہر کرنی تھیں۔ اور سکولوں میں اٹلی کے پرانے تمدن کے اصولوں کی بناء پر تعلیم دینی تھی۔ اور یہ بھی لازمی تھا کہ سررشتہ تعلیم میں نیانظام جاری کیا جائے۔ جس کی ہر شخص اطاعت کرے اور سب سے پہلے استاد اس نظام کو تسلیم کرے۔

ہمارے سکولوں میں استادوں کی تنخواہیں بڑی قلیل ملا کرتی تھیں۔ اور جس وقت ہماری بجٹ (آمدنی اور خرچ درست ہوجاتی ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے اس سوال جو حل کیا جاوے۔ قومی تعلیم کے معاملے میں کنجوسی کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ یہ پرانی حکومتوں کا مثلاً" لبرل اور جمہوری حکومتوں کا رویہ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ استاد اپنے فرائض سے غافل ہوجاتے ہیں اور کئی قسم کے توہمات کا شکار ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ بہت سے استاد اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں۔ اور انقلاب پسند حلقوں میں چلے جاتے ہیں۔ صرف سکولوں کے استاد ہی نہیں بلکہ یونیورسٹیوں کے پروفیسر بھی ایسا کرنے لگ جاتے ہیں ہماری تحریک نے یہ سب کچھ بند کردیا۔ اور لوگوں کو اطاعت کا سبق سکھلایا۔ اس کی پابندی چھوٹوں بڑوں سب پر لازم تھی۔ کیونکہ استادوں نے ہی تو دوسروں کو اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دینی تھی۔ اور لوگوں کو عموم کی خدمت کے لئے تیار کرنا تھا۔

ہمارے سکولوں میں وزیر (Casati) کساتی کے وقت سے ایک قانون جاری تھا اور یہ قانون 1859ء سے چل رہا تھا۔ اور اگرچہ کئی وزیروں نے اسے بعد میں بدلا مگر ہمیں اسے بالکل بدلنا پڑا۔ اور اپنی تحریک کے مطابق تجدید کرنا پڑا۔ اسے ہم نے بڑے وسیع اخلاقی اور نصیحت آمیز پیمانے پر رکھ دیا۔ اور نئے حالات کے مطابق بنا دیا۔ ایسی بڑی اصلاحیں تب ہی رونما ہوتی ہیں جب ان کا وقت آجاتا ہے۔ تعلیم کا سوال تو مدتوں سے لٹک رہا تھا۔ اور اب حل ہوگیا۔ جیسا اوپر ذکر آچکا ہے۔ (Gentile) جنٹائل صاحب نے جو اصلاحیں شروع کردیں ہیں ان اصلاحوں کی تفصیل دینے سے قاصر ہوں

مگر وہ اساسی اصول بتلادینا چاہتا ہوں۔ جن پر میری اور میرے وزیر معارف کی آپس میں بات چیت ہوئی۔ خلاصہ ذیل میں درج ہے۔

اول موجودہ حکومت صرف ان کے لئے تعلیم کابندوبست کرے۔ جو کہ لیاقت کی بناء پر تعلیم کے مستحق ہوں جو سرکاری مدرسوں میں داخل نہیں کئے جاسکتے وہ دوسرے مدرسوں میں تعلیم حاصل کریں سرکاری مدرسے سب کے لئے نہیں ہیں جمہوری حکومتوں کا یہ خیال غلط ہے کہ حکومت کا فرض ہے کہ سب کی تعلیم کا بندوبست کرے متوسط درجے کے لوگوں نے اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے بچوں کی تعلیم کا کچھ بندوبست نہیں کیا لوگ صرف ڈگری حاصل کرنے کے لئے یا امتحانات پاس کرنے کی خاطر ایسے سکولوں میں بچوں کو پڑھاتے ہیں۔

دوم - سرکاری مدرسوں میں پڑھے ہوئے طلباء اور دوسرے مدرسوں میں پڑھے ہوئے طلباء جب امتحانوں میں بیٹھیں تو انہیں ایک ہی طرح کے امتحان دینے پڑے۔ اور ممتحن بھی حکومت مقرر کیا کرے۔ ایسا کرنے سے ہمارے ملک میں بھی انگلستان جیسا طریقہ تعلیم جاری ہوجائے گا۔ اب تو کتھلکوں کے سکول جاری کئے ہوئے چلتے ہیں۔ مگر غیر کتھلک لوگ سکول جاری نہیں کرسکتے۔ میں چاہتا تھا کہ ہر طرح کے سکول ملک میں جاری ہوجائیں۔

سوئم - حکومت سرکاری سکولوں کے علاوہ دوسرے سکولوں کو بھی تعلیم کا بندوبست کرنے کی اجازت دے۔ جس سے دونوں قسم کے سکول آپس میں مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اس سے تعلیم میں خوب ترقی ہوتی رہی ہے۔ اور بہترین درسگاہیں قائم کرنے لگ جائیں۔ حکومت کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بلکہ حکومت کا دوسرے سکول پر بھی قابو ہوجائے گا۔

چہارم اب تو چھوٹے مدرسوں سے بڑے میں جانا ہوتا ہے۔ تو امتحان پاس کرنا پڑتا ہے۔ پرانی جموری حکومت کے وقت ایک سکول سے دوسرے میں جانا آسان تھا۔ اب سکولوں میں کھلے طریقے پر تعلیم دی جاوے گی۔ اور امتحانوں کا پاس کرنا بھی مشکل کردیا

جائے گا۔

غرضیکہ اس قسم کی اصلاح ہوجانے سے ہمارے سکولوں کے دونوں مدعا پورے ہوجاتے ہیں ایک تو یہ کہ بڑے سکولوں میں جانے کے لئے خاصی لیاقت ہوجاتی ہے۔ اور دوسرے تعلیم بھی وسیع پیمانے پر مل جاتی ہے۔ اور پہلے سے مکمل تر بھی ہوتی ہے۔ بڑے مدرسوں میں بھی کئی طرح کی اصلاحیں کی گئیں۔

اول تو معمولی مدرسوں کے ساتھ ساتھ صنعتی اور حرفتی مدرسے بھی پھر جاری کردیئے گئے۔ اور بعضے بڑے بڑے مدرسے سے بھی بنا دیئے گئے۔ اور سائنس تعلیم کے لئے خصوصی درسگاہیں قائم کردی گئیں۔ یہاں سے تیار شدہ طلباء پھر یونیورسٹی (دارالعلوم) میں جاسکتے تھے۔ نارمل مدرسوں کی بجائے استادوں کے تیار ہونے کے لئے بڑے بڑے کالج بنا دیئے گئے۔ اور عورتوں کی تعلیم کے لئے بھی عام مدرسے جن میں پورا تعلیم کا انتظام ہو جاری کردیئے گئے۔ ادبیات کے لئے بھی مدرسے تو پہلے بھی تھے۔ اب ان کی تعلیم زیادہ وسیع پیمانے پر کردی گئی۔ اور یونیورسٹی میں داخل ہونے کے لئے امتحان داخلہ بھی تعین کیاً یا۔ آخری امتحان کا نام (Maturity Examination) پختگی کا امتحان رکھ دیا گیا۔ اور اسے پاس کرنے کے بعد طلباء یونیورسٹی میں داخل ہوتے مختصر سب سلسلہ ہی بدل دیا گیا۔ تاکہ موجودہ زمانے کی ضروریات کے مطابق تعلیم دی جائے لاطینی زبان کی تعلیم سب مدرسوں میں لازمی قرار دی گئی۔ سوائے ان مدرسوں کے جہاں پہلے سے ہی مذہبی تعلیم اس زبان میں دی جارہی تھی۔ ہر مدرسے کے لئے جماعتوں اور طلباء کی تعداد معین کردی گئی۔ اور طلباء کے لئے امتحان پاس کرکے اگلی جماعت میں جانا لازمی قرا دیا گیا۔ جو طلباء سرکاری سکولوں میں داخل نہ ہوسکیں وہ دوسرے سکولوں میں جاسکتے ہیں۔

چونکہ پرانے طریقے بدل دیئے گئے تھے۔ بہت سے لوگ جو صرف شخصی فائدہ کو مدنظر رکھتے تھے۔ ناراض ہوگئے۔ اور بہت بگڑے۔ ہمارے برخلاف جو اخبار تھے۔ مثلاً" کوریر وغیرہ انہوں نے شور مچانا شروع کردیا۔ اور بحث کرنے لگے۔ مگر اصلاحیں تو

میں نے جاری کروائیں تھیں۔ حکومت نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اور ہمارے ملک کا تعلیمی نظام اور ادبی سلسلہ بالکل نیا ہوگیا۔ پھر یونیورسٹیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ طلباء کی تقسیم مختلف علوم کے مطابق کردی گئی۔ امتحان داخلہ حکومت کی طرف سے ہونے لگا۔ اور سرکاری اور دیگر سکولوں کے طلباء بھی داخلے کے امتحان میں بیٹھ سکتے تھے۔ (Rome) روما میں مرکزی کمیٹی مقرر کردی گئی۔ جو یونیورسٹی کے مختلف شعبوں کا انتظام کرتی تھی۔ جب (Fascist) فاشسٹ یونیورسٹی کا وفد مجھے ملنے کے لئے آیا۔ تو میں نے ان سے کہا۔ کہ نئی اصلاحوں نے جن کو ہم نے پاس کردیا ہے۔ ہمارے ملک کی تعلیمی فضا کو جو 1859ء سے ویسی کی ویسی چلی آرہی تھی۔ بالکل بدل دیا۔

میری والدہ مدرس رہ چکی تھی۔ اور میں نے بھی چھوٹے اور بڑے مدرسوں میں کام کی تھا۔ اس لئے میں تعلیم کے معاملے کو خوب سمجھتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ معاملہ خوش اسلوبی سے طے ہوجائے۔ اٹلی کے مدرسے اسی شان کے بن جائیں۔ جیسے کہ پہلے تھے۔ ہماری یونیورسٹوں کے پروفیسر علم اور فنون میں چمکیں۔ اور ہماری ادبیات کو فروغ ہو دستکاری اور حرافت کے مدرسے عموم کے لئے جاری ہوں۔ اور سکولوں میں تعلیم وسیع پیمانے پر ہو۔ ساتھ ہی ساتھ میری یہ بھی خواہش تھی کہ فاشسٹ (Fasicst) طریقے کا اقتصادی اور معاشرتی نظام بھی یونیورسٹی کے طلبا کو سمجھا دیا جائے۔ تاکہ ان خیالات کا اثر بھی ہمارے ادبیات پر نمایاں طور پر پڑ سکے۔ جس سے ہمارا تمدن حقیقی معنوں میں رو بترقی ہو۔

فاشسٹ یونیورسٹیاں بنانے کے علاوہ میں نے ایک نئے قومی ادارے کی بنیاد ڈالی۔ جو اپنی قسم کا ایک نیا اور نرالا ادارہ تھا۔ اس کا نام (Balilla) بالیلا رکھا گیا۔ اور یہ نونہالوں کی خاطر بنایا گیا۔ شہر (Genvo) جنوا میں اسی نام کا ایک بہادر شخص ہو گزرا ہے۔ یہ ادارہ پہلے اداروں کی طرح صرف کھیل کود کے لئے یا پرانے طریقے کے سیاسی مدرسوں کی نقل نہ تھا۔ بلکہ اس میں ورزش وغیرہ کے لئے باقاعدہ قومیت کا سبق دیا جاتا تھا۔ اور یہ بھی سکھلا دیا جاتا تھا کہ اطاعت اور پابندی سے کیا فائدے ہیں۔ اور

آنے والے تمدن کا نقشہ ذہن نشین کرادیا جاتا تھا۔ نئے طریقہ تعلیم کے متعلق میں نے خود پروگیا یونیورسٹی (دارالعلوم) میں جا کر لیکچر دیا۔ نقطہ سنج لوگ اس تقریر کے متعلق کہتے تھے۔ کہ واقعہ میں نوجوانوں کی تربیت کے لئے اس سے بہتر کچھ نہ کہا جاسکتا تھا۔ علاوہ بریں میں نے ادبیات اور فنون کی ترقی کے لئے اور سائنس اور حرفت کو فروغ دینے کے لئے جن سے کہ ہمارے ملک کا نام روشن ہے ایک (Academy) اکیڈمی بنائی جس کے ممبروں کو (Immortals) ہمیشہ رہنے والے کا نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

1919ء سے 1921ء تک ہماری فوجیں بہت خستہ حال ہوگئی تھیں۔ ہمارے خوبصورت جوان لاپرواہی اور ذلت کا شکار ہورہے تھے۔ بلکہ یہ حالت ہوگئی کہ ان ہی دنوں وزیر جنگ نے ایک سرکلر جاری کیا جس میں حکم دیا کہ افسر لوگ وردی پہن کر باہر نہ نکلا کریں۔ اور نہ ہی ہتھیار پہن کر بازار جائیں۔ تاکہ بدمعاش لوگ ان کا پیچھا نہ کریں۔ ایسی بری حالت کا بھی ہماری تحریک کو علاج کرنا پڑا۔ لوگ ایسی حالت کو بدلنے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ آج وہ نقشہ بالکل بدل گیا ہے۔ ہماری فوجیں قوم کے بچاؤ کے لئے کافی بارعب خیال کی جاتی ہیں اور ہمارے ملک کی شان کے شایاں ہیں۔

1922ء جب میں نے (Rome) روما پر چڑھائی کی میرا پروگرام بالکل صحیح اور درست تھا۔ میں نے اپنے ساتھی ان لوگوں میں سے چنے جو جنگ عظیم میں فتح پاچکے تھے۔ جنرل (Armenno Diaz) آرمینڈو دیاز جو جنگ کے بعد چپ بیٹھا تھا۔ اور زمانے کی گردش سے سرگرداں تھا۔ اور جس نے (Nitti) نیتی وزارت کا ناک میں دم کر رکھا تھا اسے میں نے وزیر جنگ مقرر کیا۔ اور اسی طرح بحرالامیر ریول کو بحری وزیر مقرر کیا۔ 15 جنوری 1923ء میں وزیر جنگ نے فوج کی اصلاح کے لئے وزرا کی کونسل کے سامنے مسودہ پیش کیا۔ یہ اجلاس ایک تاریخی واقعہ ہے۔ فوج کی تجدید کا فیصلہ کیا گیا اور ہمیں یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ آج سے ہماری فوج قوم کے بہترین مفاد کو ملحوظ رکھ کر اپنے فریضے کو ادا کرے گی۔

میرا پہلا وعدہ جو میں نے اپنے ہم وطنوں سے کیا تھا وہ تو ایفا ہوگیا۔ میں اس کے

بعد فوراً ہی ہوائی جہازوں کو ترتیب دینے کے کام میں لگ گیا۔ پچھلی حکومت نے یہ کام بالکل چھوڑ رکھا تھا اور محکمہ بالکل خستہ حالت میں تھا۔ اسے پھر سے چلانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ جہازوں کے اترنے کی جگہ مشینیں ہوائی جہازوں کے چلانے والے کاریگر اور منتظمین سب نئے سرے سے مقرر کرنے تھے۔ دشمنوں نے ہر طرح کی افواہیں اور افسردہ کن خبریں پھیلا رکھی تھیں۔ بلکہ بعض لوگ کہتے تھے کہ ہوائی جہاز صرف تماشے اور تفریح کے لئے بنانے چاہئیں۔ میں نے آخر بہت زور لگایا اور سب کام اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے کامیابی ہوئی۔ ڈی پائن ڈو کو جو کامیابیوں ہوئیں اور فوجی ہوائی جہازوں نے جو کام کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ہمارا ملک اس شعبہ میں کسی دوسرے ملک سے کم نہیں ہے۔ بلکہ بڑھ کہ ہی قدم رکھتا ہے۔

یہ ہی حال ہمارے بحری بیڑے کا ہے۔ اس میں بھی ہر طرح سے ہم نے کمال حاصل کیاہے۔ چنانچہ ہمارے جہاز کافی بھی ہیں اور پوری طرح سے مسلح بھی ہیں۔ چوتھا کام جو میں نے کیا وہ قوم کی حفاظت کے لئے قومی فوج کا قائم کرنا تھا۔ یہ بھی بڑا اہم کام تھا۔ اس فوج کے ایک سو ساٹھ دستے تھے۔ اور ہر دستے کا افسر ایک لائق اور پرجوش فاشسٹ ہوا کرتا تھا۔ یہ قومی فوج گویا وقت پر کام آنے والی فوج تھی۔ ہماری فوجیں اور ہمارے ہوائی جہاز اصلی معنوں میں ہماری طاقت اور انیست کی شاہد ہیں۔ فوجی افسر تو سپاہیوں کی جسمانی اور دماغی اصلاح میں مشغول رہتے ہیں۔ اور موجودہ زمانے کے جنگ کے فن سکھلاتے رہتے ہیں۔ پچھلی حکومتوں کے زمانے میں فوجوں کی شہروں میں امن قائم کرنے کا کام بھی کرنا پڑتا تھا۔ اور در اصل یہ ان کا کام تھا۔ میں نے یہ سب کچھ بدل دیا۔ پچھلے پانچ سال میں فوج صرف جھوٹی لڑائی کے لئے بارکوں سے باہر جایا کرتی۔ ورنہ بارکوں میں ہی پڑی رہتی تھی۔

کچھ مدت بعد جنرل (Diaz) ڈائز نے صحت کے خراب ہوجانے کی وجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اور ان کی جگہ (D, Giorgio) ڈی گیارگیو کام کرنے لگ گئے۔ آخر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سب فوجیں ایک ہی حکومتی نظام کے تحت میں ہونی

چاہئیں۔ چنانچہ جنگ کی وزارت میں نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کے محکمے بھی اپنے پاس رکھ لئے۔ اور ان سب کے اوپر ایک ہی کمان افسر مقرر کر دیا تاکہ وہ ان سب محکموں کا انتظام کرے اور اس کا مدعا صرف فتح ہو۔ ہم ایک جنگ جو قوم ہیں۔ مگر ہم دوسروں پر دست اندازی نہیں کرتے اور نہ کوئی ہمیں شکست دے سکتا ہے۔ ہیں تو امن پسند مگر ہمیں ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ (Fascist) فاشسٹ تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہمیں دیگر سیاسی مسائل کی طرف بھی توجہ کرنی پڑی۔ جن کا حل کرنا ہماری قومی زندگی کے لئے نہایت ہی ضروری تھا۔ سرکاری ملازم جن کو جنگ عظیم سے پہلے کچھ پنشن ملا کرتی تھی۔ اب سکوں کی قیمت گر جانے سے اور بھی تنگ ہوگئے۔ ان بچاروں کی مدد کرنی بھی ضروری تھی۔ ان کی پنشنیں بڑھانی پڑیں۔ تاکہ ان کا گزراہ ہوسکے۔ میں نے پادریوں کو بھی بڑی سہولتیں دیں۔ ان کے ساتھ بھی انصاف کا سلوک ہونا لازمی تھا۔ جن فری میسنوں کا زور تھا اور جمہوریت حکومت اقتدار پر تھی۔ بچارے پادریوں پر بڑی سختی ہوا کرتی تھی۔ اور ان کے ساتھ دشمنی روا تھی۔ ہمارے ملک میں کوئی ساٹھ ہزار پادری ہوں گے۔ حکومت اور کلیسیا میں ہمیشہ جھگڑا رہتا تھا۔ جب سے ہماری تحریک نے زور پکڑا ہے پادری لوگ صرف دینی فرائض بجا لاتے ہیں۔ سیاسی معاملات میں مداخلت نہیں کرتے بھلا وہ تبلیغی کام کس طرح چھوڑ سکتے ہیں۔ شریر پادریوں کو تو دبانا اچھا ہے۔ مگر جو پادری لوگوں کو انجیل کی تعلیم دیتا ہو اور راہ راست دکھلاتا ہو۔ اس کی تو مدد کرنی لازمی ہوجاتی ہے۔ پادری بچارے بہت غریب ہوگئے تھے۔ ہم نے ان کی حالت بہتر بنانے میں بڑی سعی کی۔

رفاہ عامہ کے لئے جو کام ہمارے ملک میں ہوا کرتا۔ وہ ووٹوں سے فیصلہ ہوتا تھا۔ یہ بات کہ فلاں کام مفید ہوگا یا اس کی اشد ہے کوئی نہ دیکھتا تھا یہ ہی دیکھتے کہ ووٹ کس طرف زیادہ ہیں میں نے ایسی حرکتیں بند کردیں میں نے رفاہ عام کے کاموں کے لئے (Bureaus) خصوصی ادارے قائم کردیئے۔ اور انہیں اعتباری شخصوں کی زیر ادارت رکھ دیا۔ یہ ادارے مرکزی حکومت کے ماتحت کام کرتے تھے۔ کسی مجلسی دباؤ

کے زیر اثر نہ تھے۔ ایسا کرنے سے جنوبی اٹلی میں بڑی اچھی سڑکیں وغیرہ بن گئیں۔ پھر میں نے نہریں' ریلیں اور بندر گاہیں بھی بنوائیں۔ حکام سمجھ دار تھے۔ میرے پیچھے لگ گئے۔ گویا سارا نظام ترو تازہ ہوگیا۔ حکومتی محکمہ مثلا ریل ڈاک تار گھر ٹیلی فون اور کارخانے پھر چلنے لگ گئے۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ وجہ تو ظاہر ہی تھی مدتوں سے اٹلی کے لوگ حکومت سے باغی ہورہے تھے۔ اور اطاعت اور فرمانبرداری سے نا محرم تھے۔ اور حکومت کے بر خلاف نقطہ چینی کرتے رہتے تھے۔ بلکہ ابھی تک کچھ ایسے لوگ باقی ہیں اور اب بھی چلاتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ امن اور امان کیوں ہے۔ مگر موجودہ حکومت کوئی بے سرو پا حکومت تو نہیں۔ بلکہ ایک زندہ جاندار حکومت ہے۔ جو ہر بات کا خیال کرتی ہے۔ چاہے کوئی کہیں رہتا ہو قانون کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ یہ کوئی معمولی سی بات نہیں ہے کہ حکومت کے سب محکمے امریکن طریقے پر چلتے ہیں۔ اور حاکم جو پہلی اس قدر ست تھے۔ اب چالاک اور ہوشیار بن گئے ہوں۔

دارالحکومت یعنی شہر روما کو میں نے خاص توجہ دی۔ اس شہر کی اہمیت نہ صرف میرے ہم وطنوں کی نظر میں بڑی ہے۔ بلکہ کل عالم اس کو اہمیت دیتا ہے۔ کسی زمانے میں یہ شہر ایک بڑی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔ اور تمدن کا مرکز تھا۔ یہاں سے عیسائی مذہب باقی یورپ میں پھیلا اور یہ شہر بڑا ہی خوش قسمت اور تاریخی رہ چکا ہے۔ اب یہ نئے اٹلی کا دارالحکومت ہے۔ اور عیسائیت کا گھر ہے۔ اس شہر نے سب عالم کو علم و ہنر کا سبق سکھلایا ہے اور سکھلا رہا ہے۔ مجھے اس شہر کو ایک نہایت ہی خوبصورت شہر بنانا تھا۔ اور اس کی سیاست کو نظام دینا تھا۔ اور اس کے باشندوں کو نظم اور ترتیب سکھلانی تھی۔ یہاں قدرتی بندر گاہ نزدیک ہونے کی وجہ سے اور سڑکیں بن جانے کی وجہ سے یہ سارے یورپ میں ایک نہایت صاف اور منظم شہر ہوسکتا تھا میں نے شہر کے آثار قدیمہ کو علیحدہ کر کے نے شہر کی رونق دوبالا کردی۔ یاد رہے کہ اٹلی کے دیگر شہروں کو اپنی حالت پر نہ چھوڑ دیا گیا اپنی جگہ وہ شہر بھی صوبوں کے دارلحکومت تھے۔

مثلاً پروگیا (Perugia) میلان (Milan) نیپلز (Nples) فلارنس(Florence) پالرمو(Palermo) بلونا (Balogna) ٹیورن (Turin) جنیوا وغیرہ بڑے مشہور اور تریخی شہر تھے۔ مگر روما کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ اس کی شان دوسری ہے۔ اور وہ ایک "امر" شہر ہے۔

کچھ مصنفوں نے جو ہمارے ملک کی سیاسی انقلابات کا غور سے مطالعہ کر رہے تھے۔ ایک دلچسپ سوال پوچھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ فاشسٹ پارٹی نے اکتوبر 1922ء کی فتح کے بعد اپنی پارٹی کو توڑا کیوں نہ۔ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے مجھے کچھ ضروری نقاط پر روشنی ڈالنی ہے۔ اور وہ یہ ہیں تواریخ سکھلاتی ہے۔ کہ ایک انقلاب تحریک اس وقت عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہے۔ جب اس میں یہ طاقت بھی ہو کہ اگر ان کے اندر کا آدمی غیر معمولی اقتدار حاصل کرنے لگے تو اسے بھی قابو میں رکھ سکے۔ جب کبھی انقلاب ہوا کرتا ہے۔ تو کئی صورتیں ہوجایا کرتی ہیں۔ اور کئی دفعہ ان لوگوں کو جو ایک وقت بڑی جانفشانی سے کام کرتے تھے۔ آئندہ کے مفاد کو مد نظر رکھ کر چھوڑنا پڑ جاتا ہے۔ مگر میں اپنی زندگی میں ایسا کام کبھی نہیں کیا۔ میں نے کارکنوں کو ہر طرح سے دلجوئی کرکے اپنے ساتھ رکھا ہے۔ اگر چہ میں انہیں آپس میں لڑنے جھگڑنے نہیں دیتا تھا۔ مگر میں ان پر بے جا دباؤ کبھی نہ ڈالتا تھا۔

ہاں جب ضرورت ہوتی۔ تو میں سختی بھی کرتا تھا۔ ہاں مجھے اس بات کا احساس ضرور تھا کہ جب کوئی سیاسی پارٹی سب اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے تو پھر اسے بڑے جراحی عمل بھی کرنے پڑ جاتے ہیں۔ اور پھوٹ سے پارٹی کو بچانا ہوتا ہے۔

چونکہ میں ہی فاشسٹ پارٹی کا موجد تھا۔ سب اختیار میں اپنے ہاتھ میں رکھاکرتا تھا۔ جب کوئی شخص اندر رخنہ اندازی کرتا اور مزاج کے اختلاف کی وجہ سے اگر تفرقہ آ بھی جاتا تو ایسا آدمی خود بخود پارٹی سے خارج ہوجاتا تھا۔ کیونکہ وہ دوسروں کی نظر میں گر جاتا تھا۔ اور اس کی خود غرضی ظاہر ہوجایا کرتی تھی۔ یہ احساس کہ میں اپنی پارٹی پر پورا اقتدار اور اختیار رکھتا ہوں۔ مجھے آگے لئے جاتا تھا۔ اور بھی کئی وجوہات تھیں۔

جن سے میں اپنی پارٹی کو توڑنا پسند نہ کرتا تھا۔ ایک تو مجھے یہ خیال ہوگیا تھااور پکی طرح سے میرے دل میں بیٹھ گیا اور ساری قوم میری ہم خیال تھی کہ فاشسٹ اور خصوصا نوجوان مجھ سے بڑے مانوس تھے۔ اور انہوں نے میری خاطر بڑی قربانیاں کی تھیں۔ میری خاطر انہوں نے یونیورسٹیاں چھوڑیں۔ ملازمتیں ترک کردیں۔ اور کارخانے چھوڑ دیئے اور میرے پیچھے ہوئے۔ مصیبتیں اٹھائیں۔ اور اپنے جان اور مال کو خطرے میں ڈالا۔ اور اپنے مستقبل کی بھی پرواہ نہ کی۔ میں تون نوجوان بہادروں کا نہایت ہی مشکور ہوں۔ اگر میں پارٹی توڑ دیتا تو مجھے احسان فراموشی کرنی پڑتی۔

ایک اور بھی وجہ تھی۔ اور بھی بڑی اہم تھی میں نے اپنے تحریک کے ذمے حکومت کے نئے ظام کو قائم کرنے کا کام لگانا تھا۔ اس کو سر انجام دینے کے لئے بڑی محنت درکار تھی۔ اچھے آدمی چننے تھے۔ اور کام بھی آزمودہ کار افسروں کے ہاتھ دینا تھا۔ ہماری پارٹی کا حق تھا کہ ایسے آدمی مجھے دے جو اس ذمہ داری کو اپنے سر پر لیں۔ میری حالت پارٹی اور حکومت در اصل ایک ہی تھیں۔ اور ہم نے ہی نیا نظام قائم کرنا تھا۔ ہمیں تشدد تو کرنا ہی نہ تھا اور سیاسی حکمت کو برتنا تھا۔ اور بہت سے آثار ایسے بھی تھی جن سے معلوم ہوتا تھا کہ پرانا طریقہ حکومت بالکل ترک کرنا ہی پڑے گا۔ نیا نظام پرنے کے ساتھ جوتنا مشکل تھا۔ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لئے بھی مجھے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ میں حکومت کے سر پر تھا۔ اگر اپنی پارٹی کا لیڈر بھی تھا تو اس میں کیا ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں لیڈر ہی اپنی پارٹی کی نمائندگی کیا کرتا ہے۔

امن کے قائم کرنے کے لئے دسمبر 1929ء میں میری حکومت نے پہلی ہدایت فاشسٹوں کے نام جاری کی اور وہ ذیل میں درج ہے۔

ہر ایک فاشسٹ کو چاہئے کہ امن کو قائم کرے۔ جو بد امنی پھیلاتا ہے چاہے اس کے پاس سند بھی موجود ہو ہمارا دشمن ہے۔ ہماری حکومت نے فاشسٹ پارٹی کے ممبروں کے فرض کو مذکورہ بال ہدایت میں مختصر لفظوں میں بیان کردیا۔

1922ء میں ہمارے راستے میں بڑی رکاوٹیں آئیں۔ ہماری پارٹی چونکہ بڑی

مشکلات میں سے گزری تھی۔ کچھ زود رنج سی ہو گئی تھی۔ جب ہم پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اس وقت بھی ہم نے اپنے ملک کے مفاد کو نظر انداز نہ کیا۔ انقلاب سے بھی کچھ زیادہ خون خرابی نہ ہوئی پہلے جب کبھی کوئی انقلاب ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ جنگ ہو بہت جانیں نقصان ہوتی تھیں۔ میں نے تشدد کو اپنے مضبوط ارادے سے دور رکھا۔

ہمارے دشمن اخباروں نے بڑا ادھم مچایا (Carrier) کوریر جو لبرل اور جمہوری حکومت کا حامی تھا۔ اور اوانتی جو **سوشلسٹوں** کا طرفدار تھا آپس میں مل گئے - وہ ہماری تحریک پر سخت تنقید کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم تشدد پسند ہیں اور ان کی دلی آرزو تھی کہ ہماری تحریک کا خاتمہ ہوجائے۔ ان کے خیال میں یہ تحریک چندروزہ تھی اور وہ کہتے تھے کہ پارلیمنٹ یا جمہوریت کے سامنے کھڑی نہ ہوسکے گی۔ اور ہماری سیاسی زندگی ایسی پیچیدہ ہے کہ ہماری تحریک اس گتھی کے سلجھانے میں ناکام رہے گی۔ جو ایسے نجومیوں کا حشر ہوا - وہ ظاہر ہی ہے پہلے سال کچھ نتیجہ حاصل کرنے کے لئے مجھے اپنی پارٹی کے کام کو دیکھنا بھالنا پڑا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ خوب کام کرے۔ دشمنوں کے اعتراضوں کا جواب بھی دے۔ اور ٹھوکر بھی نہ کھائے اور میرے حکموں کی پوری تعمیل کرے۔ ہماری پارٹی کو ایک خطرہ تھا اور وہ یہ تھا کہ ہمار اندر کوئی نئے آدمی گھس آئے تھے۔ شروع میں تو ہم تھوڑ سے تھے۔ مگر اب ہماری تعداد اس قدر زیادہ ہو گئی تھی کہ ہم نے ممبر داخل کرنے بند کردئے۔ اب جب ثابت ہوگیا کہ ہماری تحریک خوب مضبوط ہوگئی تھی۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ اگر ہم ہر ایک کو داخل کرلیتے تو ہم میں بھی پرانی کمزوریاں آجاتیں۔ اور ہم کام کرنے والے آدمی نہ ملتے۔ اور نہ ہی ہم اپنی تحریک کے اصول ان کے ذہن نشین کر سکتے - ہر قسم کے زمانہ ساز لوگ بھرتی ہونے سے تحریک کی اصلی روح مرجاتی ہے۔ ہم نے تو پرانی دنیا کو نیا بنانا تھا۔ اوراٹلی کے نوجوانوں میں ایک نئی روح پھونکنی تھی۔

1926ء میں میں نے پارٹی اور ممبر داخل کرنے بند کردیئے۔ میں نے اپنا سارا

زور اور توجہ نوجوانوں کی تربیت میں لگا دیا۔ لڑکے اور لڑکیوں کے لئے خصوصی تعلیمی ادارے بنائے جن کا نام (Ballilla) بالیلا رکھا۔ یہ ادار گویا ہماری تحریک کے پھل تھے۔ ان کی بدولت ہماری پارٹی بڑی کامیاب ہوئی اور ہمیں کوئی مصیبت نہ دیکھنی پڑی۔ ایک خوبی میرے میں یہ تھی کہ میں ہمیشہ وقت پر اور بر محل کام کیا کرتا ہوں اور موقعہ کو ہاتھ نہیں جانے دیتا۔ اور کبھی کمزوری نہیں دکھاتا تھا۔ نہ ہی کسی کے دھوکے میں آتا ہوں۔ اس کام میں میری پارٹی کے سیکرٹری میری بے حد مدد کرتے رہے ہیں (Michel Biancky) مائیک بیانکی بڑے ہی لائق سیکرٹری تھے۔ اور جس وقت ہم نے روما پر چڑھائی کی تھی اس وقت انہوں نے بڑا کام کیا۔ وہ سیاسیات کو خوب سمجھتے تھے۔ اور وقت دیکھ کر کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی ہماری تحریک کو حد اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دیا۔ اور ہمیشہ حکمت عملی سے کام لیتے رہے۔ وہ اب تک حکومت میں داخلہ معاملات میں میری مدد کرتے ہیں۔ اور میں ان کی رائے کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ انہیں سیاسی معاملوں میں بڑی دسترس ہے اور ہمیشہ وفاداری سے کام کرتے ہیں۔ حکومت کو ان پر بڑا اعتماد ہے۔ (SanSeneli) سان سیلی جنہوں نے جنگ عظیم میں بھی حصہ لیا تھا۔ اور ایک بین الاقوامی جنگی ادارے کے صدر بھی ہیں۔ سیکرٹری کا کام کرتے رہے۔ انہوں نے ہماری تحریک میں رخنہ ڈالنے والوں کی خوب خبر لی۔ اور یہ فتنہ پرداز لوگ عموما فری میسن ہوا کرتے تھے۔ جن کا ہماری تحریک شروع ہونے سے پہلے بڑا زور تھا۔ اس زمانے میں ہمارے دشمن بھی بے حد تھے۔ پرانی لبرل حکومت ہار گئی تھی۔ مگر ہم اس کے ساتھ فیاضی کا برتاؤ کر رہے تھے۔ ابھی تک نئے نظام کی حقیقت ان پر نہ کھی تھی۔ لبرل حکومت نے اپنے غرور کو نہ چھوڑا تھا۔ ادھر فیر میسن بھی اکڑ رہے تھے۔ اور ان کی چال وہی پرانی بے ڈھنگی چال تھی۔ روپیہ اڑاتے اور فضول خرچ کرتے تھے۔ ادھر کمیونسٹ ادھر ادھر چھپے چھپے بیٹھے اور تاک میں لگر رہتے تھے انتخابات کے بعد ستمبر 1924ء میں ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کے سیکرٹری (Guineto) گینتو تھے۔ ان کی خدمات کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی سال کے

آخر میں سب طرف سے ہماری مخالفت شروع ہو گئی۔ قومی اور بین الاقوامی طاقتیں ضد پر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ میں نے بھی تیسری جنوری 1925ء والے دن ایک دندان شکن تقریر کی اور اس کے بعد میں نے پارٹی کو حکم دے دیا کہ سختی سے کام لینا چاہئے۔ اور میں نے (Forinaci) فاری ناکی کو اپنی پارٹی کاجنرل سیکرٹری مقرر کردیا۔ یہ شخص اپنے کام کو خوب سمجھتا تھا۔ اور بڑا ہی لائق تھا۔ اور اس عہدے کا پور پورا مستحق تھا۔ نتیجہ بھی اچھا ہوا۔ مخالفوں کی طاقت کو اس نے بالکل توڑ دیا۔ اور ہماری پارٹی کے آدمیوں کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرے بنائے ہوئے قانون ہی دوبارہ جاری کر دیئے۔ میں ان لوگوں کی حرکات کو برابر دیکھ رہا تھا۔ اور ان کا علاج بھی میں نے ڈھونڈ رکھا تھا۔ فاری ناکی در حقیقت ہماری تحریک کا بانی سمجھنا چاہئے۔ وہ 1914ء سے برابر میرے ساتھ تھا۔

جب فاری ناکی اپنا کام کرچکے تو آگستو توراتی ان کی جگہ جنرل سیکرٹری مقرر کئے گئے۔ وہ جنگ عظیم میں بڑی بہادری سے لڑ چکے تھے۔ اور بڑے قابل اور شاہانہ مزاج کے تھے۔ انہوں نے ہماری پارٹی کو زمانے کی ضروریات کے مطابق نئے طریقے پر چلایا۔ اور عوام کی تعلیم کے سوال میں بڑی دلچسپی لیتے رہے۔ اور نمایاں نتائج دکھلائے۔ اسی سلسلے میں میں (Rici) رچی کا بھی ذکر کردینا مناسب خیال کرتا ہوں انہوں نے بلیلا ادا ے قائم کئے۔ علی ہذالقیاس مشی ادری نے قومی فوج بنائی۔ مری نلی ایک دلیر سیکرٹری ہو گزرے ہیں۔ اور سٹارس ایک بہادر سپاہی اور (orpinatti) ارپی ناتی ایک وفادار فاشسٹ ہوگزرے ہیں۔ جنہوں نے 1919 میں بولونا میں ہماری تحریک کی بنیاد ڈالی۔

معلوم رہے کہ ہماری پارٹی نے ہمیں بڑے اعلیٰ افسر اور مزدور دل کے لیڈر کانسل دئے ہیں۔ اور ممبروں میں سے بہت سے وزرا اور سیکرٹری مقرر ہوئے۔ آہستہ آہستہ میں نے ساری حکومت کو ایک مضبوط اور مستقل پایہ پر کھڑا کردیا۔ تقریباً سب بڑے بڑے عہدے ہمارے یعنی (Fascist) فاشسٹوں کے ہاتھ میں ہیں۔ گویا

پچھلے چار سال کے عرصے میں سب اقتدار ہمارے ہاتھ میں آگیا ہے۔ جون 1925ء میں ایک فاشسٹ اجلاس میں میں نے اس طریقہ حکومت کی بنیاد رکھی تھی۔ اور یہ جلسہ روما میں ہوا تھا۔ میں نے کوئی جلد بازی نہیں کی۔ اور نہ میں اندھیرے میں کودا اور نہ ہی سوتے سوتے اس نتیجہ پر پہنچا میں نے ملک کے ماضی پر خوب غور کر کے اس کا مستقبل بنایا ہے۔ حکومت کو فاشسٹ اصولوں پر قائم کر کے اور اس میں نئی روح پھونک کر (اور یہ سب کچھ کالی قمیض والوں کی بدولت کیا) میں نے اپنی پارٹی کو خوب زور وار کر لیا۔ ہم شروع میں ایک سیاسی پارٹی کی حیثیت میں نمودار ہوئے۔ مگر اب تو ہم ایک مستقبل حکومت کی قائم کنندہ کی حیثیت میں رکھتے ہیں۔ اور ایک زبردست مستقبل ہمارے سامنے ہے۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے یہ سب اصلاحیں کیں۔ میرا مدعا تھا کہ کسی طرح قوم متحد ہوجائے۔ اسی لئے میں نے نمائندوں کے انتخاب کا طریقہ بھی بدلا۔ اور ایک بڑی کونسل قائم کی۔ جس سے کہ حکومت میں استقامت پیدا ہو۔ اگر چہ ہماری تحریک در اصل تو ایک سیاسی پارٹی تھی۔ مگر اب تو حکومت کا ایک پرزہ اور اس کا سارا ڈھانچہ فولاد کی طرح فاشسٹ اصولوں سے بنا ہوا ہے۔

ایک اور مسئلہ جو نہایت ہی دلچسپ ہے مگر جس کے متعلق بڑی غلط فہمی ہو رہی تھی اور یہ غلط فہمی اٹلی کے باشندوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ خارجہ ملکوں میں بھی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ حکومت کے ساتھ کلیسیا کا تعلق تھا۔ 1870ء سے یہ تعلق ویسا کا ویسا چلا آرہا تھا اور آپس میں کبھی جھگڑا نہ ہوا تھا۔ مگر جب سے ہماری تحریک شروع ہوئی معاملہ دگرگوں ہوگیا۔ اب بھی کبھی پوپ کی طرف سے شکایت رہتی ہے کہ حکومت اس کے حقوق پر بے جا دست اندازی کرتی رہتی ہے۔ مگر کوئی ڈر کی بات نہیں اور نہ ہی اختلاف کچھ زیادہ ہے۔

تعلقات اچھے ہونے اس بات کا ثبوت تھا۔ کہ ہماری حکومت زیادہ مداخلت نہیں کرتی تھی۔ پہلے زمانے میں حکومت اور کلیسیا کے تعلقات میں خرابی آگئی تھی۔ اور مختلف شکلوں میں لوگ کلیسیا کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ مثلاً بہت سی "آزاد خیال"

تحریکیں مذہب کے بر خلاف آواز اٹھا رہی تھیں۔ اور فری میسنوں کا نفوذ بھی سیاسی حلقوں میں بڑھ رہا تھا۔ اور خرابی کا باعث ہو رہا تھا۔ یہ خیال بھی عموم زوروں سے پھیل رہا تھا۔ کہ مذہب ایک شخصی چیز ہے اور انسان کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کا سیاسیات کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ ادھر سے کلیسا بھی نئے نظام کو سمجھنے کی کوشش نہ کرتا تھا۔ اور اپنے رویہ کو بدلتا نہ تھا۔ لوگ ان باتوں سے تنگ آگئے تھے۔ اور دشمنی روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کتھولک رسم و رواج ترک کردیئے۔ اور مدرسوں میں مذہبی تعلیم دینی بند کردی۔ ان دنوں سوشلزم اور فری میسنوں کا بہت زور تھا۔ اس کو بھی بند کرنا بہت ضروری تھا۔ کتھولک مذہب کے جو اساسی اصلول تھے۔ انہیں سیاسیات سے جدا کرنا تھا۔ اور فرق بھی دکھلانا تھا۔ لوگوں کی عجیب حالت تھی۔ 1870ء سے لے کر 1900ء تک "ہر دل عزیز" پارٹی کلیسا کے ساتھ تھی۔ اور اس قدر گر گئی تھی کہ 1925ء میں بالشوکی کی خیالوں کی الجھن میں پڑ گئی تھی۔ اگر میں دبا نہ دیتا تو نہ معلوم کیا نتیجہ ہوتا۔ اس خراب اور خستہ حالت کو ہماری تحریک نے درست کیا۔

مجھے تو معلوم تھا کہ حکومت اور کلیسا کا اختلاف بڑا ہی خطرناک ہوا کرتا ہے۔ اور میں خوب سمجھتا تھا کہ اس اختلاف کا علاج بھی مشکل ہے۔ کیونکہ کلیسا کا بڑا زور تھا۔ پھر بھی میں نے اس مسئلے کو خوب غور سے مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ لوگ اپنی پرانی عادتوں کو کس طرح بدل سکتے ہین۔ اس لئے میں نے بالکل کوئی مداخلت نہیں کی۔ ہاں مذہب کو سیاسیات سے بالکل جدا کردیا۔ جس ملک کو نیا بنایا جارہا ہو وہاں سے بھلا مذہب کو کس طرح خارج کیا جاسکتا ہے۔ آخر مذہب اور اخلاق تمدن کے لئے ضروی اجزا ہیں۔

البتہ پوپ اور پادریوں نے میری قدر نہ کی اور شائد سیاسی وجوہات سے مجھے مدد دینے سے انکار کیا۔ میں نے عاقلانہ رویہ اختیار کیا اور یہ کام آسان یا ہلکا نہ تھا۔ ایک تو فری میسنوں نے اپنا جال پھیلا رکھا تھا۔ وہ مذہب کے بر خلاف تھے۔ لوگ ان کے

زیر اثر تھے۔ چھاپے خانوں' مدرسوں اور عدالتوں تک ان کی سنائی تھی۔ بلکہ فوجیں بھی ان سے مرعوب تھیں۔ ان کے نفوذ کے متعلق ایک واقعہ بتاتا ہوں۔ 16 نومبر 1922ء جب ہماری تحریک شروع ہوئی میں نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی اور آخر میں خدا سے دعا مانگی کہ وہ مجھے کامیابی عطا کرے۔ ہماری پارلیمنٹ میں اس وقت فری میسنوں کا بڑا زور تھا۔ ان اور مدتوں سے خدا کا نام اجلاس میں نہ لیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ "ہردل عزیز" پارٹی نے بھی جو دراصل کیتھولک پارٹی تھی۔ کبھی خدا کو یاد نہ کیا تھا۔ اٹلی میں تو سیاسی آدمی کبھی خدا کا خیال بھی نزدیک نہ آنے دیتے تھے۔ اور کبھی بھول کر خیال آبھی جاتا تو بھی اس قدر بزدلی دکھلاتے کہ آئین ساز مجمع میں تو ذکر تک کرنے کی جرات نہ کرتے تھے۔ میں نے یہ ہی نرالا طریق اختیار کیا۔ ایسے انقلاب کے زمانے میں ایمان ثابت رہنا بڑی بہادری کا کام تھا۔

مذہب کی روح دوبارہ زندہ ہوگئی۔ اب تو لوگ گرجوں میں جاتے ہیں اور پادریوں کی لوگ باگ عزت کرنے لگ گئے ہیں۔ آخر ہماری تحریک نے اس فریضے کو بھی ادا کیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے مذہبی حلقوں میں ابھی تک لوگ اس نئے سیاسی اور اخلاقی نظام کو اچھی طرح سے نہیں سمجھتے تھے۔ شروع میں ہی جب عنان حکومت ہم نے اپنے ہاتھ میں لی۔ تو کیتھولک پارٹی چاہتی تھی کہ انہیں حکومت میں کچھ حصہ ملے۔ مگر ایسی شرکت حکومت کے لئے اچھی نہ تھی۔ غلط فہمی ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ چھ ماہ کے اندر ہی اندر اس پارٹی کے وزرا کو مجھے وزارت سے نکالنا پڑا۔ "ہردل عزیز" پارٹی ہمیشہ فری میسنوں کا ساتھ دیا کرتی تھی۔ جب کبھی سیاسی پارٹیاں آپس میں نہ لڑتیں تو حکومت اور کلیسا کی خارجہ ملکوں میں لڑائی ہوجاتی تھی۔ کبھی نہ کبھی یہ سوال زیر بحث آہی جاتا تھا۔ گویا یہ سوال کچھ ایسا ٹیڑھا تھا کہ حل ہونے نہ پاتا تھا۔ گویا برابر ایک سو سال سے یہ دوگروہ یعنی حکومت اور کلیسا ایک دوسرے سے ضد رکھتے تھے۔ اور صلح ہونی ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ ایک طرف تو آباؤ اجداد کا پرانا دین اور دوسری طرف یہ خیال کہ ہم سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اس اختلاف کو کون

مٹاتا۔

آج ہماری تحریک نے کلیسا کی اصلی حقیقت کو سمجھا ہے۔ اور یہ صاف طور پر جتلا دیا ہے کہ رومن کیتھولک کا کیا فرض ہونا چاہئے۔ ہماری تحریک ہی کلیسا کے نا تبدیل ہونے والے مقام کو قائم رکھ کر قومی مفاد کے لئے جدو جہد کر رہی ہے۔

جو سیاسیات قوم پرستی نہیں سکھاتی وہ کس کام کی ہوئی۔ در اصل کلیسا کا مقام اپنا ہے۔ مگر ہر ایک کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اٹلی کے کیتھو لکوں کے اندر جو خرابیاں آگئی ہوں ان کو واضح کردے اور وسطی یورپ کی سازشوں سے آگاہ کردے تاکہ اٹلی لوگ محتاط ہوجائیں۔ ہماریؒ تحریک سے اٹلی کا اعتماد بڑھ گیا اور ملک میں مذہب کو تقویت ملی۔ مگر حکومت نے اپنے حقوق کو محفوظ رکھا اور اپنا کام کرتی گئی۔

○○

گیارہواں باب

سفرِ زندگی

بعض حضرات اس خود نوشت سرگزشت کو شاید میری پوری سوانح عمری سمجھ بیٹھے ہوں گے۔ اگر وہ ایسا خیال کرتے ہیں۔ تو ان کی سراسر غلطی ہے۔ یہ خیال تو فضول ہے کہ پینتالیس برس کی عمر میں ہی کوئی شخص جدوجہد کرنا چھوڑ بیٹھے گا۔ جب انسان بوڑھا ہوجاتا ہے۔ اور گھر کی چار دیواری میں ہی رہنے لگ جاتا ہے۔ اس وقت شاید آرام سے بیٹھ کر تفصیل سے اپنی زندگی کے حالات قلم بند کرسکتا ہے۔ مجھے ایسا کرنے کی ضرورت نہیں۔ مندرجہ بالا حالات تو میری نامکمل زندگی کا ایک پہلو ہیں۔ جو شخص ابھی زندگی کے راستے پر چل رہا ہو۔ اس کے لئے یہ مقالات کوئی بڑی اہمیت نہیں رکھتے۔

انتالیس سال کی عمر میں میں اپنی تحریک کا لیڈر بھی اور ملک کا مالک بھی بن گیا تھا۔ ابھی میں نے اپنا کام ختم نہیں کیا۔ در اصل اب کام کرنے کا وقت آیا ہے۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میں نے فاشسٹ تحریک کو مضبوط بنیاد پر رکھ دیا ہے۔ بہت لوگ مجھے پوچھتے ہیں کہ آئندہ میری پالیسی کیسی ہوگی اور میرا اصلی مدعا کیا ہے میں انہیں یہ جواب دیتا ہوں کہ میں اپنے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ نہ ہی اپنے لواحقین کے لئے کچھ چاہتا ہوں۔ مجھے دولت یا عزت یا لوگوں کی شاباش کی ضرورت نہیں نہ ہی میری یہ خواہش ہے کہ میرا نام دنیا میں باقی رہ جائے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرا ملک ترقی کرے اور دوسرے ملک ہماری قدر کریں اور ہم سے ڈرتے رہیں۔ میں تو ملک کی شان کو بڑھانا

چاہتا ہوں اور اس کے پرانے تمدن کو زندہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہمارا ملک قومیت کی بلند ترین چوٹی پر پہنچے۔ اور میرے ہم وطن فارغ البال اور خوشحال ہوجاویں۔ میں ایک ایسا سیاسی نظام قائم کرنا چاہتا ہوں۔ جو ہمیں ترقی کے راستے پر لے چلے۔ میں اٹلی کے لوگوں کو ایک نئی زندگی پاتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی ساری طاقت اسی بات پر خرچ کردوں گا تاکہ ہر ایک باشندے کو ترقی کرنے کا پورا پورا موقعہ ملے۔ میں دوسرے کے تجربوں سے فائدہ تو اٹھانا چاہتا ہوں۔ مگر میں ملک کے موجودہ اجزاء کو ایسی تربیت دینا چاہتا ہوں۔ کہ ہماری متحدہ کوششیں بار آور ہوں اور ہمارا پرانا تمدن بھی زندہ رہے۔ میں نے عوام کے احسانات اور جذبات کا پورا پورا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے ان کی بہبودی اور ترقی ملحوظ ہے۔ میں ان کی بڑی قدر کرتا ہوں اور میں ان کی راہنمائی کرنا چاہتا ہوں ہماری قوم جس وقار کو کھو بیٹھی ہے۔ اور دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئی ہے میں اسے پھر حاصل کرنا چاہتا ہوں صرف ہماری پارٹی ہی اس قدر طاقت رکھتی ہے۔ کہ اس کام کو سرانجام دے سکے۔ مجھے ملک کے نوجوانوں پر پورا بھروسہ ہے ان کے دل اور دماغ ابھی زندہ ہیں اور ان میں جوش بھی ہے۔ اگر کوئی صاف دل سے مجھے نصیحت دینا چاہے۔ خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔ مگر جو لوگ بددیانت اور جھوٹے ہیں اور مجھے بدنام کرتے رہتے ہیں۔ اور ملک سے غداری کرتے ہیں۔ مجھے ان سے بڑی نفرت ہے۔ ایسے لوگ ذلیل ہوا کرتے ہیں۔ اور قومی حمیت سے نامحرم ہوتے ہیں اور کمینی حرکتیں کرتے رہتے ہیں جب حکومتیں بدلا کرتی ہیں تو بہت سے مایوس اور افسردہ لوگ جو دل شکستہ ہوجاتے ہیں وقت گذارنے کے لئے شورش کیا کرتے ہیں وہ چپکے نہیں رہتے مجھے اپنے وفادار دوستوں پر بھی بعض دفعہ سختی کرنی پڑتی ہے۔ جہاں انہوں نے زیادتی کی یا بے اعتدالی کی میں مداخلت کردیتا ہوں عوام کے میں بلکل نزدیک ہوں اور ان کے ساتھ میری پوری ہمدردی ہے۔ میں ان کے احسانات اور جذبات سے بھی واقف ہوں اور ان کی خوبیوں کی قدر کرتا ہوں۔ وہ لوگ دل کے صاف اور کھرے ہوتے ہیں۔ مجھے تو خرابیاں دور

کرنی ہیں جو ادارے پہلے وقتوں میں قائم کئے گئے اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہم غریبوں کی حفاظت کریں گے اور اندر سے کھوکھلے ہوگئے ہیں۔ انہیں بند کردینا چاہئے۔ اور ان کی جگہ نئے فاشسٹ ادارے بنا دیئے جائیں گے جو درحقیقت مفید ہوں گے۔

اٹلی کے آسمان میں آب و ہوا اور روشنی موجزن ہے۔ اور اس کا اقتدار اور طاقت دن دگنا اور رات چوگنا ہورہا ہے۔ لوگوں میں قومیت کا خیال لہریں مار رہا ہے۔ گویا نئی بہار آرہی ہے۔ آخر میری محنت بار آور ہوئی۔ میں اب پینتالیس سال کا ہوں۔ مگر مجھے یہ احساس ہے کہ میرا کام زوروں پر ہے۔ میں خودداری نہیں کرتا۔ میں دیگر وفادار ہم وطنوں کی طرح ہر لحظہ اور ہردم اپنے ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے ہم وطن مجھے خوب جانتے ہیں اور مجھے پیار کرتے ہیں۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ لوگ اس شخص کو محبت کرتے ہیں جو بغیر کسی غرض کے اور پورے دل سے ان کی راہنمائی کرتی ہو۔ میری قوم اس تحریک کی بانی مبانی ہے۔ اور جو خدمات میں نے اب تک کی ہیں۔ ان سے ظاہر ہے کہ اس تحریک کی اشد ضرورت تھی۔ اور فی زمانہ یعنی بیسویں صدی میں صرف یہ تحریک ہی ایک نہ مٹنے والا اثر اس عالم پر باقی چھوڑے گی۔

☆☆☆